2021 میں
انسانی حقوق
کی صورتِ حال

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2021 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2021 میں انسانی حقوق کی صورت حال

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ ماخذ کا اقرار کرتے ہوئے دوبارہ شائع کیا جا سکتا ہے۔

اس اشاعت کے اجزا کی درستگی کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کسی بھی قسم کی نادانستہ فروگزاشت کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس اشاعت میں شامل کی گئی تصاویر جائز استعمال کی پالیسی کے تحت، کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کے ارادے کے بغیر دوبارہ شائع کی ہیں اور اس نے تمام ماخذوں کے کردار کو تسلیم کیا ہے۔

ISBN 978-627-7602-02-4

پرنٹر: وژنریز ڈویژن

90-اے، ائیر لائنز ہاؤسنگ سوسائٹی

خیابان جناح، لاہور

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ایوانِ جمہور

107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور-54600

فون: 3586 9969 ,3586 4994 ,3583 8341 (042) 92+

فیکس: 3588 3582 (042) 92+

ای میل: hrcp@hrcp-web.org

ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

مدیر: فرح ضیا

ترتیب وتدوین: رِدا افضل

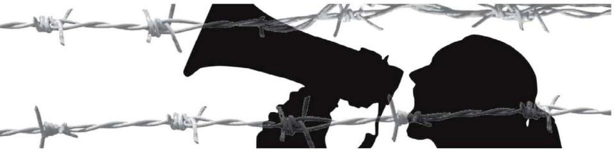

ذرائع

جہاں متن میں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا، ایچ آر سی پی کے جائزے پر مبنی رپورٹس، نامہ نگاروں اور عام شہریوں کے ساتھ خط وکتابت، سرکاری گزٹ، اقتصادی اور قانونی دستاویزات اور دیگر سرکاری اطلاعات اور بیانات، قومی اور علاقائی ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹوں اور یواین ڈی پی، آئی ایل او، ڈبلیو ایچ او اور یونیسف اور ورلڈ بینک جیسے عالمی اداروں کی مطبوعات پر مبنی ہیں۔

سرکاری رپورٹوں، پریس کے جائزوں اور این جی اوز کے نمونے کی سروے رپورٹوں کو ان کے محدود وسائل کے پیشِ نظر صورت حال کی مکمل یا حتمی تصویر سمجھا جانا چاہیے۔ یہ صرف سال کے دوران سامنے آنے والے رجحانات کی عکاسی کرتی ہیں۔

تصاویر قومی اور علاقائی اخبارات اور آن لائن ذرائع سے لی گئی ہیں۔

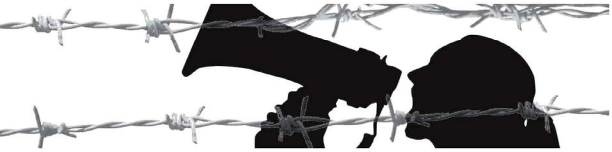

تصاویر کے ذرائع

1. https://www.dawn.com/news/1617837
2. https://www.aaj.tv/news/30273195
3. https://www.aaj.tv/news/30261226
4. https://tribune.com.pk/story/2316724/snc-to-cement-nation-minimise-discord-shafqat
5. https://www.dawn.com/news/1664473/community-takes-up-cudgels-against-smog-by-monitoring-air-quality-in-lahore
6. https://www.dawn.com/news/1611569/outrage-after-sindh-university-student-found-dead-in-sukkur-following-alleged-police-abduction
7. https://www.dawn.com/news/1655958
8. https://www.dawn.com/news/1627973
9. https://www.thenews.com.pk/print/884672-mehran-town-fire-a-reminder-of-useless-laws-as-they-are-neverimplemented
10. https://www.dawn.com/news/1563577
11. https://www.dawn.com/news/1540731
12. https://www.dawn.com/news/1648182
13. https://www.thefridaytimes.com/2021/10/08/aps-victims-parents-protest-govt-officials-statements-about-forgiving-ttp/
14. https://www.thenews.com.pk/tns/detail/618008-why-stop-at-corporal-punishment
15. https://dawn.com/news/1647539
16. https://tribune.com.pk/story/2306452/pkmaps-usman-khan-kakar-is-no-more
17. https://www.thenews.com.pk/latest/748607-balochistan-appoints-first-woman-as-assistant-sub-inspector-for-quetta-police
18. https://www.dawn.com/news/1599686
19. https://www.dawn.com/news/1602475
20. https://www.thenews.com.pk/print/328136-balochistan-water-woes
21. https://dailytimes.com.pk/798834/noor-mukadam-case-zahir-jaffer-made-several-calls-for-rescue-after-murder/
22. https://www.dawn.com/news/1630171
23. https://www.thenews.com.pk/latest/740877-coronavirus-lockdown-to-be-imposed-in-targeted-areas-of-islamabad
24. https://tribune.com.pk/story/2291686/educators-warn-of-long-march
25. https://www.aaj.tv/news/30261281
26. https://archive.pakistantoday.com.pk/2019/08/10/traders-call-off-four-day-shutter-down-strike/
27. https://www.geo.tv/latest/362428-ajk-election-pti-prevails-in-la-16-after-balloting-held-in-four-polling-stations
28. https://www.dawn.com/news/1614552
29. https://www.thenews.com.pk/print/803384-six-colliers-killed-in-balochistan-mine-explosion
30. https://www.geo.tv/latest/312595-yda-unanimously-rejects-pakistan-medical

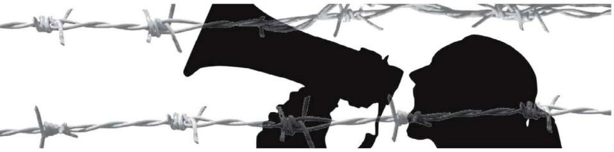

فہرست

ذرائع کے متعلق بیان

تصاویر کے ذرائع

اختصارات

تعارف ... 1

جائزہ: میڈیا مارشل لا ... 4

اہم نکات ... 13

پنجاب ... 25

سندھ ... 55

خیبر پختونخوا ... 85

بلوچستان ... 119

اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ ... 149

آزاد جموں وکشمیر ... 175

گلگت-بلتستان ... 191

ضمیمہ 1 2021ء میں انسانی حقوق سے تعلق قانون سازی ... 213

ضمیمہ 2 ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں ... 221

ضمیمہ 3 ایچ آر سی پی کے بیانات ... 235

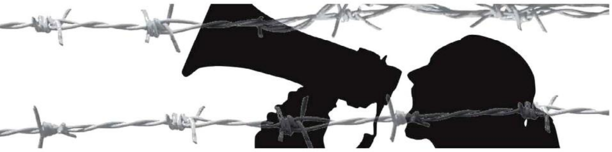

اختصارات

اے جے کے	آزاد جموں وکشمیر
اے این پی	عوامی نیشنل پارٹی
اے ایس ای آر	اینول سٹیٹس آف ایجوکیشن رپورٹ
اے ٹی سی	اینٹی ٹیررازم کورٹ
بی اے پی	بلوچستان عوامی پارٹی
بی ایچ سی	بلوچستان ہائی کورٹ
بی آئی ایس پی	بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام
بی ایل اے	بلوچستان لبریشن آرمی
سی ڈی اے	کیپیٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی
سی این آئی سی	کمپیوٹرائزڈ نیشنل آئیڈنٹٹی کارڈ
سی او آئی ای ڈی	کمیشن آن انکوائری آن انفورسڈ ڈس اپیرینسز
سی پی ای سی (سی پیک)	چائنا پاکستان اکنامک کوریڈور
ای سی پی	الیکشن کمیشن آف پاکستان
فاٹا	فیڈرلی ایڈمنسٹرڈ ٹرائبل ایریاز
ایف سی	فرنٹیئر کور
ایف آئی اے	فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی
ایف آئی آر	فرسٹ انفارمیشن رپورٹ
ایف ڈبلیو او	فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن
جی بی	گلگت بلتستان
جی بی وی	جینڈر بیسڈ وائلنس
آئی سی ٹی	اسلام آباد کیپیٹل ٹیریٹری
آئی ایچ سی	اسلام آباد ہائی کورٹ
آئی ایس۔کے	اسلامک سٹیٹ خراسان
جے آئی	جماعت اسلامی
جے ایس ایم ایم	جئے سندھ متحدہ محاذ
جے یو آئی ایف	جمعیت علمائے اسلام (فضل)
کے ڈی اے	کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی
کے آئی یو	قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی
کے ایم سی	کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن
کے پی	خیبر پختونخوا
ایل ای اے	لاءانسفورسمنٹ ایجنسی
ایل ایچ سی	لاہور ہائی کورٹ
ایل او سی	لائن آف کنٹرول
ایم او ایچ آر	منسٹری آف ہیومن رائٹس
ایم کیو ایم	متحدہ قومی موومنٹ
این اے بی (نیب)	نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو
این اے ڈی آر اے	نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا)
این سی ایچ آر	نیشنل کمیشن آف ہیومن رائٹس
این سی او سی	نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر
این سی ایس ڈبلیو	نیشنل کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن
این جی او	نان گورنمنٹل آرگنائزیشن
ڈبل او ایس سی	آؤٹ آف سکول چلڈرن
پی ڈی ایم	پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ
پی ای سی اے	پری وینشن آف الیکٹرونک کرائمز
پی ای ایم آر اے	پاکستان الیکٹرونک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی
پی ایف یو جے	پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس
پی ڈی ایم اے	پراونشل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی
پی ایچ سی	پشاور ہائی کورٹ
پی آئی ڈی اے	پاکستان آئی لینڈز ڈویلپمنٹ اتھارٹی
پی کے ایم اے پی	پختونخوا ملی عوامی پارٹی
پی ایل ڈبلیو ڈی	پرسن لیونگ ود ڈس ایبلٹی
پی ایم ڈی اے	پاکستان میڈیا ڈویلپمنٹ اتھارٹی
پی ایم ایل [این]	پاکستان مسلم لیگ [نواز شریف]
پی پی ای	پرسنل پروٹیکشن ایکوپمنٹ
پی پی پی	پاکستان پیپلز پارٹی
پی ایس پی	پاک سرزمین پارٹی
پی ٹی اے	پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی
پی ٹی آئی	پاکستان تحریک انصاف
پی ٹی ایم	پشتون تحفظ موومنٹ
آر ٹی آئی	رائٹ ٹو انفارمیشن
ایس ایچ سی	سندھ ہائی کورٹ
ایس ایم سی	سنگل نیشنل کریکلم
ایس او پی	سٹینڈرڈ آپریٹنگ پروسیجر
ٹی ٹی پی	تحریک طالبان پاکستان
یو این ایچ سی آر	یونائٹڈ نیشنز ہائی کمشنر فار ریفیوجیز
یو این آئی سی ای ایف (یونیسف)	یونائٹڈ نیشنز چلڈرنز فنڈ
ڈبلیو ایچ او	ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن
وائی ڈی اے	ینگ ڈاکٹر ایسوسی ایشن

انسانی حقوق کے نامور دفاع کار کی یاد میں

ڈاکٹر مہدی حسن

(1937-2022)

سابق چیئر پرسن

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

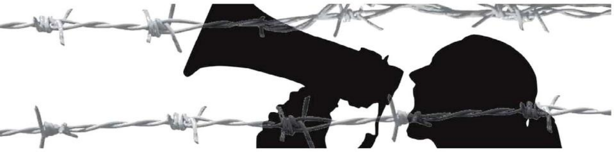

تعارف

اگرچہ 2021 پاکستان سمیت متعدد ممالک میں شدت سے جاری کووڈ۔19 وبا کا لگاتار دوسرا سال تھا، تاہم اس کا آغاز امید افزا تھا۔ یوں لگا کہ دنیا کو ویکسین کی صورت میں ایک حل مل گیا ہے۔ پاکستان میں بھی ویکسین کی مہم مارچ میں شروع ہوئی اور وبا کی نئی شکلوں کی وجہ سے انفیکشنز میں وقتاً فوقتاً اضافے کے باوجود بغیر کسی رکاوٹ کے سارا سال جاری رہی۔

تاہم یہ سال پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے لیے اپریل کے مہینے میں دو بہت اہم ساتھیوں کے کھونے کے سبب غیر معمولی دکھ کا حامل تھا۔ ایچ آر سی پی کے خیبر پختونخوا کے وائس چیئر پرسن کامران عارف اور سابق سیکرٹری جنرل آئی اے رحمان کی وفات نے انسانی حقوق کی تحریک میں ایسا خلا پیدا کیا جسے پر کرنا بہت مشکل ہوگا۔ سال کے اواخر میں دو کونسل اراکین زمان خان اور سندھو مکیش بھی ہم سے جدا ہو گئے۔

ایچ آر سی پی کے لیے آزادی اظہار کا حق اس سال کا سب سے اہم مسئلہ تھا، جس کا براہ راست اثر دیگر تمام حقوق بشمول آزادی صحافت، اجتماع اور انجمن کی آزادی، پارلیمانی بالادستی اور جمہوریت کی صورت حال پر پڑتا ہے۔ جبری گمشدگیوں اور پولیس کی زیادتیوں جیسی اہم خلاف ورزیاں جاری رہیں، جب کہ معاشرے کے پس ماندہ طبقوں کے مطالبات کو اکثر مسلسل ڈھکی چھپی یا دوسری طرح کی سنسرشپ اور میڈیا کے خلاف تشدد سے مجروح کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال کی رپورٹ میں اظہار رائے کی آزادی کو غالب موضوع بنایا گیا ہے۔ اور یہ بھی اسی سبب ہے کہ ہم نے 2021 میں 'دلیرانہ صحافت کے لیے نثار عثمانی ایوارڈ' پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کو دینا مناسب سمجھا۔

پچھلی رپورٹس کی طرح '2021 میں انسانی حقوق کی صورت حال' انسانی حقوق کی مختلف قسم کی خلاف ورزیوں کا گہرائی سے جائزہ لیتی ہے۔ پچھلے سال کی طرز پر اس سال کی رپورٹ میں وفاقی اکائیوں، وفاقی دارالحکومت اسلام آباد، اور آزاد جموں و کشمیر اور گلگت۔بلتستان کے متعلق الگ الگ باب شامل ہیں۔

ایچ آر سی پی کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں میں کئی سال بعد نئے سربراہوں کا تقرر کر دیا گیا؛ ہم دونوں اداروں کو اپنی پوری استعداد اور انھیں درکار مالی خودمختاری کے ساتھ کام کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس سال میں وفاقی دارالحکومت کے ساتھ ساتھ بعض صوبائی اسمبلیوں میں بھی کچھ ترقی پسند قانون سازی کی گئی۔ دوسری جانب اسلامی نظریاتی کونسل جیسے اداروں کی طرف سے گھریلو تشدد اور مذہب کی جبری تبدیلی کے قوانین کو ناکام بنانے کی کوششیں بھی کی گئیں۔ ذہنی بیمار قیدیوں کی سزائے موت پر عمل درآمد کے خلاف سپریم کورٹ کا فیصلہ درحقیقت ایک بہت بڑا اقدم ہے۔

تاہم، دیگر خبریں اور پیش رفت انتہائی مایوس کن رہیں۔ یہ سال ایک مذہبی گروہ کے پر تشدد مظاہروں اور بعد ازاں

ریاست کی خاموش رضامندی سے مذکورہ گروہ کے ساتھ مبہم معاہدوں کے حوالے سے نمایاں رہا۔ پچھلے سال کی طرح پنجاب اسمبلی نے متفقہ طور پر ایسی کئی رجعتی قراردادیں منظور کیں جن میں قدامت پسند قانون سازی پر زور دیا گیا۔ سوائے خیبر پختونخوا کے جہاں دسمبر میں ایک طویل انتظار کے بعد بلدیاتی انتخابات کا پہلا مرحلہ منعقد ہوا، مقامی حکومتیں بے یقینی کا شکار رہیں۔ سندھ کے علاوہ تمام صوبوں میں لاگو قابلِ اعتراض یکساں قومی نصابِ تعلیم زبردست بحث کا موضوع رہا۔ ایچ آر سی پی نے توہین مذہب کے الزامات میں اضافہ دیکھا۔ یہ سال خواتین کے لیے بھی غیر معمولی طور پر مشکل تھا، جنھیں گھریلو تشدد، ہراسگی، زنا بالجبر، غیرت کے نام پر جرائم اور سرِعام تحقیر کا سامنا رہا۔ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں ایک عورت کے قتل اور اس کا سر تن سے جدا کیے جانے کے واقعے نے بین الاقوامی شہ سرخیوں میں جگہ بنائی۔

اگست میں، کابل پر افغان طالبان کے قبضے کے بعد، پاکستان کی طرف سے کرائی گئی ان یقین دہانیوں کے باوجود کہ افغان مہاجرین کو پناہ دی جائے گی، سول سوسائٹی مہاجرین کو سرحد پر ہراساں کیے جانے اور ان سے پیچیدہ دستاویزات کے مطالبے پر فکر مند تھی۔ ادریس خٹک کا معاملہ اس بات کی سنگین یاددہانی تھا کہ آفیشل سیکرٹس ایکٹ اور آرمی ایکٹ کس طرح انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ سال کا اختتام سیالکوٹ میں توہین مذہب کے الزام میں سری لنکا کے ایک شہری کی خوفناک ہلاکت پر ہوا، جو بین الاقوامی خبر بنی۔

بہت بڑے چیلنجز کے باوجود پاکستان بھر میں ہمارے نو دفاتر اور گورننگ کونسل ایک نئے عزم کے ساتھ ایڈووکیسی اور لابینگ کرتے ہوئے دھیرے دھیرے مزید فعال انسانی حقوق کے کام کی طرف لوٹ آئے۔ ہم نے راوی رِور فرنٹ اربن ڈیویلپمنٹ پراجیکٹ کی تحقیقات، جنوبی پنجاب میں کپڑے کی صنعت کے شعبے میں کام کرنے والے ملازمین کی صورت حال، اور بلوچستان میں کوئلے کی کانوں میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سمیت حقائق جاننے کے لیے کئی فیکٹ فائنڈنگ مشن کیے۔ ہم نے پاکستان بھر میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو متحرک کرنے کے لیے 74 اجلاس اور پاکستان میں سماجی تحریکوں کے موضوع پر آٹھ فوکس گروپ مباحثوں کا اہتمام کیا جس کے نتیجے میں اس موضوع پر ایک جامع رپورٹ مرتب ہوئی۔ ہم نے ملک میں عورتوں اور لڑکیوں کی انسانی تجارت پر ایک تحقیق کا اہتمام بھی کیا۔ ہمارے تمام چیپٹر آفسز میں موجود شکایات ڈیسک موثر انداز میں کام کرتے رہے۔

ایچ آر سی پی نے شہریت کی دستاویزات تک رسائی کے حق، بے نوا اور ادھوری شناخت والے شہریوں کو درکار شناخت دلوانے میں پالیسی سازوں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ہم نے اجتماع کی آزادی پر بھی توجہ دی، نہ صرف 2021 کے دوران منعقد ہونے والے اجتماعات کا مشاہدہ کیا بلکہ پرامن اجتماع کی آزادی میں حارج قانونی اور ضابطہ کاری رکاوٹوں کا بھی بغور جائزہ لیا اور ایک جامع قانونی جائزے کے لیے تجاویز دیں۔ اسی سال دو آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹس بھی دی گئیں۔

آخر میں، میں اس رپورٹ کو مرتب کرنے میں ڈاکٹر مہوش احمد، محمد بدر عالم، عزیز علی داد، زوفین ٹی۔ ابراہیم، الفیاٹی۔

حسین، اسرارالدین اسرار، جلال الدین مغل، شجاع الدین قریشی اور عدنان رحمت سمیت تمام لکھنے والوں کی کوششوں کا اعتراف کرنا چاہوں گی۔ مجھے ماہین پراچہ، فاطمہ فیصل خان، ماہین رشید، علی حیدر اور عدیل احمد کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا ہے کہ جنہوں نے رپورٹ کی تشکیل اور تدوین میں فرح ضیا کی معاونت کی۔ میں سیکرٹری جنرل حارث خلیق اور کونسل کے ارکان زہرہ یوسف، سلیمہ ہاشمی، نازش عطا اللہ اور نذیر احمد کی آرا کے لیے بھی ممنون ہوں۔

ایچ آر سی پی صنف، نسل، مذہب، مسلک یا عقیدے، قومیت، علاقے، معذوری، جنسی رُجحان یا سماجی اور معاشی مرتبے کی بنیادوں پر کسی بھی امتیاز یا تفریق سے بالاتر ہو کر تمام پاکستانی شہریوں اور رہائشیوں کے انسانی حقوق کے حصول کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا عہد کرتا ہے۔ ہم آنے والے برسوں میں ایک زیادہ محفوظ، زیادہ مساوی اور مبنی بر انصاف دنیا کے لیے پرامید ہیں۔

حنا جیلانی

چیئر پرسن

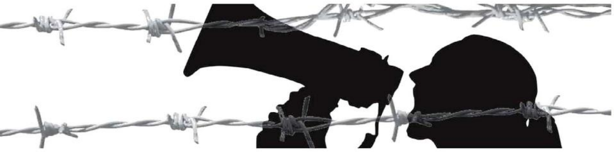

جائزہ

میڈیا مارشل لا

’بہت ہو گیا‘، یہ آزادیِ صحافت کی صورت حال پر وہ تبصرہ ہے جو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) کے صدر شہزادہ ذوالفقار اور سیکرٹری جنرل ناصر زیدی نے صحافیوں کو ملنے والی دھمکیوں اور برطرفیوں کے خلاف پی ایف یو جے کے زیرِاہتمام جاری احتجاجی مہم کے دوران جنوری 2021 میں کیا۔ آزادیِ صحافت کے عالمی اشاریے، ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس برائے 2020 میں پاکستان کی آزادیِ صحافت کا درجہ 180 ممالک میں 145 ویں نمبر تک گر گیا۔

یقیناً، نہ صرف آزادیِ صحافت بلکہ مجموعی طور پر آزادیِ اظہارِ رائے کو حالیہ برسوں میں 2021 میں سب سے زیادہ دباؤ اور دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان بندشوں کا خلاصہ ایک ایسی آمرانہ حکومت کا پتا دیتا ہے جو لوگوں کے مرضی سے بات اور کام کی آزادی کا حق غصب کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آزادیِ اظہارِ رائے بار بار ابھرتا اور اسی لیے انسانی حقوق کا سال کا سب سے اہم مسئلہ رہا، جس نے آزادیِ صحافت، اجتماع اور انجمن سازی کی آزادی کے حق، پارلیمانی بالادستی اور جمہوریت کی صورت حال کو متاثر کیا۔

یہ بات قابلِ فہم ہے کہ صحافت کی آزادی نے انضباط کی سب سے بری صورتوں کا سامنا کیا۔ صحافیوں پر حملے بھی جاری رہے اور خبر اور سوشل میڈیا کی زباں بندی اور اسے مرضی سے چلانے کی کوششیں بھی۔ اخبارات اور ٹی وی چینلز کو قابو میں رکھنے کے لیے معاشی دباؤ کا استعمال جاری رہا۔ حکومت نیوز اور تفریحی میڈیا کو یہ بتانے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ کیا دکھا سکتے ہیں اور کیا نہیں۔ اختلافِ رائے رکھنے والے کچھ افراد پر باقاعدہ جسمانی حملہ کیا گیا؛ دیگر کو جبراً خاموش کرایا گیا۔ انتظامیہ اور انضباطی اداروں نے متعدد بار تنبیہیں اور ہدایات جاری کیں کہ لوگ سوشل میڈیا پر کیا کہہ یا کر سکتے ہیں یا وہ ٹیلی ویژن سکرینوں پر کیا دکھا یا دیکھ سکتے ہیں۔

آزادیِ صحافت کے لیے کام کرنے والی ایک بین الاقوامی این جی او، رپورٹرز وِد آؤٹ بارڈرز، ان واقعات کی تشخیص میں بالکل واضح تھی۔ اس نے جولائی 2021 میں ایک رپورٹ جاری کی، جس میں وزیرِاعظم عمران خان ’غارت گروں کے خوفناک چہروں کی گیلری‘ کے 27 ان سربراہانِ حکومت میں شامل تھے جنھوں نے اس تنظیم کے بقول آزادیِ صحافت پر شدید حملے کیے۔

یہ اختصاص واضح کرتا ہے کہ خان کی حکومت بنیادی حقوق کو دبانے میں ریاست کے ساتھ شریک تھی۔ اس باہمی تال میل نے سول حکمرانوں کو اپنے سیاسی مخالفین، میڈیا میں موجود ناقدین اور سول سوسائٹی میں موجود معترضین کو روندنے کی اجازت دی۔ نتیجتاً دوسری طرف، ریاست نے اختلاف کی جرات کرنے والے ہر شخص کو سزا دینے کے لیے ایک

خفیہ مہم کا آغاز کیا۔ استثنا کے آخری درجے پر، اس نے وہی کیا جو یہ اپنے آمرانہ ادوار میں پہلے کر چکی تھی؛ جن میں پارلیمان کو مرضی سے چلانا، جمہوری مطالبات اور سماج کے کمزور طبقات کی آرزوؤں کو دبانا اور قومی بیانیے پر ہر طرح کے قابل دسترس انتظامی وسائل اور قانونی و نیم قانونی ذرائع سے غلبہ پانا شامل ہے۔ 2021 میں بھی جبری گم شدگیوں کے واقعات تسلسل سے خبروں کا حصہ بنتے رہے۔

یہ اسی تناظر میں ہے کہ '2021 کی انسانی حقوق کی صورت حال' کے لیے آزادی اظہار رائے کو غالب موضوع کے طور پر منتخب کیا گیا ہے۔

پیغام رساں پر حملہ

2021 کے پہلے ہی مہینے میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ایک پینل نے اس سال کے بارے میں ایک پیش بینی کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ پاکستان میں آزادی اظہار رائے کے بارے میں 'پابندیوں کے خطرناک رجحان' پر فکرمند ہے۔ شاید اسی رجحان کی موجودگی کی تصدیق کے لیے، سندھ پولیس نے مارچ 2021 کے وسط میں کئی صحافیوں اور سیاسی کارکنوں کو گرفتار کیا اور ان کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات قائم کیے۔ وہ سندھ یونیورسٹی کے طالب علم عرفان جتوئی کے سکھر میں مبینہ پولیس مقابلے میں قتل کے خلاف محض احتجاج کر رہے تھے۔

ایک ماہ بعد پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کے سابق چیئرمین ابصار عالم کو اسلام آباد میں ان کے گھر کے قریب واقع پارک میں چہل قدمی کے دوران ایک نامعلوم شخص نے گولی مار کر زخمی کر دیا۔ انھیں پسلیوں میں گولی لگی۔ انھوں نے الزام لگایا کہ اس حملے کا سبب فوج اور خفیہ اداروں کی سیاسی سرگرمیوں میں مداخلت کے بارے میں کی جانے والی ان کی ٹویٹس ہیں۔

ایک ماہ بعد، مئی کے آخری ہفتے میں ایک اور صحافی اسد طور پر، اسلام آباد کے ایف 10 سیکٹر میں، ان کی رہائش گاہ کے باہر نامعلوم مسلح افراد نے حملہ کر دیا۔ انھوں نے ان کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور ہاتھ پاؤں باندھ کر پستول کے دستوں سے ان کے بازوؤں پر مسلسل ضربیں لگائیں۔ عالم کی طرح، ان پر بھی 2020 میں فوج کو بدنام کرنے کا الزام لگ چکا تھا، اگرچہ عدالت نے انھیں اس بنیاد پر بری کر دیا تھا کہ پولیس الزام ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت تلاش نہ کر سکی۔

تاہم طور کے زخم جتنے بھی شدید ہوں وہ اس حملے کے انتہائی اہم نتائج نہیں تھے۔ سب سے بڑا نقصان پاکستان کے معروف ٹاک شو میزبان حامد میر کا ہوا۔ وہ 29 مئی کو طور پر ہونے والے حملے کے فوراً بعد اسلام آباد میں ایک احتجاج کے دوران یہ تبصرہ کرنے پر آف ایئر کر دیے گئے کہ حملہ آور سیکیورٹی اور خفیہ اداروں سے تعلق رکھتے تھے۔ انھیں سال کے اختتام تک اپنے اس طویل عرصے سے جاری شو کیپیٹل ٹاک کی میزبانی نہیں کرنے دی گئی۔

اپریل میں ایسوسی ایشن آف الیکٹرانک میڈیا ایڈیٹرز اینڈ نیوز ڈائریکٹرز نے ایک انتہائی پریشان کن بیان جاری کیا،

جس میں کہا گیا تھا کہ وہ نیب سمیت حکومت اور ریاست کے مختلف اداروں کی موافق کوریج کے لیے پیمرا کی طرف سے ملازمین کو ملنے والی ہدایات پر 'بہت فکرمند' ہیں۔ اس میں یہ نکتہ بھی اٹھایا گیا کہ یہ ہدایات میڈیا کے 'مفادِ عامہ کے اہم ترین مسائل' کو رپورٹ اور ان پر بات کرنے کے حق کو محدود کرتی ہیں۔

ریاستی عناصر کے، یوں کہیے کہ نقش قدم پر چلتے ہوئے غیر ریاستی عناصر نے بھی صحافیوں اور سوشل میڈیا کارکنوں کو ہراساں کرنا اور ان پر حملے کرنا ضروری سمجھا۔ مارچ 2021 میں، ایسے ہی ایک واقعے میں، سکھر کے ایک صحافی اجے للوانی کو موٹر سائیکلوں پر اور ایک کار میں سوار حملہ آوروں نے گولی ماردی۔ وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ روزنامہ ڈان میں شائع ہونے والے ایک تبصرے کے مطابق اس کے مدیر کو یقین ہے کہ للوانی کی تحریریں اور رپورٹنگ ہی ان کی موت کی وجہ بنیں۔

نومبر 2021 میں، کراچی کے ضلع ملیر میں، اس سے ملتے جلتے ایک اور واقعے میں ایک سوشل ایکٹیوسٹ ناظم جوکھیو کو سندھ اسمبلی کے ایک رکن جام اویس گہرام جوکھیو اور ان کے ساتھیوں نے مبینہ طور پر مار مار کر ہلاک کر دیا۔ انھیں غصہ تھا کہ ناظم نے کراچی کے مضافات میں مہاجر پرندوں کے غیر قانونی شکار کرنے والے عرب مہمانوں کی ویڈیو بنائی اور نشر کی۔

اس سے پہلے ستمبر میں ملک کے غیر ریاستی عناصر میں سب سے بدنام، تحریک طالبان پاکستان، نے صحافیوں پر اپنا حکم مسلط کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ایک تنبیہ جاری کی کہ انھیں اس تنظیم کے ارکان کے لیے 'دہشت گرد' کا لفظ استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، ورنہ وہ انھیں اپنا 'دشمن' تصور کرے گی۔

پاکستان میں آزادی صحافت کے لیے سرگرم ایک غیر سرکاری تنظیم فریڈم نیٹ ورک کی جانب سے آزادی صحافت کے عالمی دن سے دو روز قبل 30 اپریل 2021 کو اسی نوعیت کے واقعات پر مبنی ایک رپورٹ جاری کی گئی۔ اس میں مئی 2020 سے لے کر اپریل 2021 تک ایسے 148 واقعات بیان کیے گئے جن میں صحافیوں کے حقوق کی خلاف ورزی کی گئی تھی۔ رپورٹ کے مطابق ان خلاف ورزیوں میں 6 صحافیوں کا ان کے کام کی وجہ سے قتل، 7 ناکام قاتلانہ حملے، 5 اغوا، 25 گرفتاریاں اور نظر بندیاں، 15 حملے اور 27 فوجداری مقدمات کا اندراج شامل ہیں۔

رپورٹ بتاتی ہے کہ صحافیوں کے کام کے حوالے سے اسلام آباد پاکستان کا سب سے خطرناک علاقہ رہا، ان کے حقوق کی خلاف ورزیوں کے کل واقعات میں سے 34 فیصد یہاں رونما ہوئے۔ اس شہر کا وفاقی دارالحکومت ہونا اشارہ ہے کہ ریاست کے اپنے کرتا دھرتا ان میں سے زیادہ تر خلاف ورزیوں میں شریک تھے۔

اس فہرست میں دوسرے درجے پر سندھ کا نام آتا ہے۔ سینئر صحافی وارث رضا کا معاملہ یہ بتاتا ہے کہ یہ صحافیوں کے لیے کتنی خطرناک جگہ بن چکی ہے۔ انھیں 22 ستمبر 2021 کو ان کے گھر سے اغوا کیا گیا اور ایک دن بعد چھوڑ دیا گیا۔ اس واقعے کو کئی مہینے گزر گئے لیکن اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ انھیں کس نے اور کیوں اغوا کیا۔ وہ خود بھی اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتے۔

ترقی یا تباہی

پچھلے سال 25 جنوری کو اپوزیشن کی اکثریت کے حامل سینیٹ نے حکمران پارٹی پاکستان تحریک انصاف سے تعلق رکھنے والے ایک سینیٹر فیصل جاوید کی جانب سے پیش کیا گیا مسودہ قانون مسترد کر دیا۔ روزنامہ ڈان کے مطابق مسودہ پیمرا کو ان 'شکایات کو جانچنے کے لیے' 'اختیار دینے' کے بارے میں تھا جن میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ نجی ٹیلی ویژن چینل اپنے ملازمین کے ساتھ کیے گئے ملازمت کے معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

حکومت کی طرف سے یہ دلیل دی گئی تھی کہ اس مسودہ قانون کا مقصد میڈیا کے ملازمین کے حقوق کو تحفظ دینا تھا۔ دوسری جانب حزب اختلاف سمجھتی تھی کہ یہ راستہ حکومت کو ٹیلی ویژن چینلوں کی جانب سے معاہدوں کی حقیقی یا خود ساختہ خلاف ورزیوں پر قانونی کارروائی کے ذریعے بازو مروڑنے کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ اپوزیشن نے یہ نکتہ بھی اٹھایا کہ ٹیلی ویژن چینلوں کے نیوز روم کو پہلے ہی ایسے 'خفیہ فون' آ رہے تھے کہ جن میں بتایا گیا کہ کیا کور کرنا ہے اور کیا نہیں۔

صحافیوں کے بھی اس مسودے پر تحفظات تھے۔ انھیں ڈر تھا کہ مجوزہ قانون پیمرا کو ملک کے تمام ٹیلی ویژن چینلوں کا ایک مدیر بالا بنا سکتا ہے۔ تاہم یہ کوشش ناکام ٹھہری۔

حکومت نے بلا خوف ہر قسم کے میڈیا بشمول اخبار، الیکٹرانک، ڈیجیٹل، سوشل اور سینما کے متعلق پاکستان میڈیا ڈیویلپمنٹ اتھارٹی (پی ایم ڈی اے) کے نام پر واحد ریگولیٹری اتھارٹی قائم کرنے کے تصور پر سوچ بچار شروع کر دی۔ بظاہر اس کا مقصد موجودہ 'شکستہ' ضوابطی ماحول اور مختلف اداروں کے 'منتشر' صحافتی ضوابط کی جگہ لینا تھا۔

ایک مختصر سرکاری تجویز کے مطابق اس کا مقصد 'ہر طرح کے میڈیا اور اسے استعمال کرنے والوں کی پیشہ ورانہ اور کاروباری ضروریات کو پورا کرنا تھا۔' کچھ وزرا نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس کا مقصد میڈیا میں نئی ٹیکنالوجی متعارف کرانا، صحافیوں کو ان کے مالکان سے تحفظ دلانا اور عوام کو بے راہ رو پریس کی تباہی سے محفوظ رکھنا ہے۔

دوسری طرف روزنامہ ڈان میں شائع ہونے والی ایک وضاحت میں یہ بتایا گیا کہ اگر مستقبل میں یہ نئی اتھارٹی قائم ہو جاتی ہے تو اس کے پاس 'حکومتی قوانین کی کسی خلاف ورزی کی صورت میں میڈیا کے اداروں پر پابندیاں نافذ کرنے' کی طاقت آ جائے گی۔ 'اس سے وفاقی حکومت کو، میڈیا پلیٹ فارم سے شائع یا نشر ہونے والے مواد کے خلاف آنے والی شکایات وصول کرنے، چھان بین کرنے، تفتیش کرنے اور میڈیا کے ملازمین کے واجبات کی عدم ادائیگی کے متعلق تمام بڑے شہروں میں میڈیا شکایات کونسلیں قائم کرنے کی اجازت ہوگی۔ جو ان کونسلوں کے فیصلوں سے مطمئن نہیں ہوں گے وہ میڈیا ٹریبیونل میں جا سکتے ہیں جس کی سربراہی ہائی کورٹ کے جج یا ان کے برابر قابلیت اور تجربے کے حامل افراد کریں گے۔ اخبار کے مطابق 'ان ٹریبیونلز کے پاس اختیار ہوگا کہ وہ نئی دفعات کی خلاف ورزی کی صورت میں مواد تخلیق کرنے والے کو تین سال قید یا 25 ملین روپے تک جرمانہ کی سزا سنا سکتے ہیں۔' پی ایم ڈی اے 'بغیر کسی نوٹس کے کسی ٹیلی ویژن سٹیشن کا سامان ضبط کر سکتی ہے یا میڈیا ہاؤس کے احاطے کو بند کر سکتی ہے' اور 'کسی میڈیا کے رکن، اخبار،

ٹیلی ویژن اور/ یا ویب سائیٹ' کو کام کرنے سے روک سکتی ہے۔

حسب توقع صحافیوں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور ماہرین قانون نے مجوزہ اتھارٹی کو 'میڈیا مارشل لا' کے نفاذ کی کوشش قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ انھوں نے ایک متفقہ بیان میں کہا کہ 'مجوزہ قانون آئینی اصولوں اور اظہار رائے کی آزادی کی ضمانت، میڈیا کی آزادیوں، اور معلومات تک رسائی کے ساتھ ساتھ صحافت کے پیشے کے لیے اپنے دائرہ کار میں ظالمانہ اور اپنے اثرات میں تباہ کن ہے'۔

اس کے بعد صحافیوں نے ستمبر 2021 میں اسلام آباد میں پارلیمنٹ کی عمارت کے سامنے دھرنا دیا۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت یہ ضمانت دے کہ وہ ان کے ساتھ اس پر تفصیلی بات چیت اور ان کی مرضی کے بغیر پی ایم ڈی اے کا قیام عمل میں نہیں لائے گی؛ وہ چاہتے تھے کہ حکومت ان صحافیوں کا پیچھا کرنا بند کرے جو اس کی پالیسیوں اور کاموں کے ناقد ہیں، خاص طور پر خواتین صحافی جنھیں حسب معمول وفاقی حکومت کے حامیوں کی طرف سے آن لائن ہراسگی کا نشانہ بنایا گیا؛ اور ان کا مطالبہ تھا کہ صحافیوں کے خلاف فوجداری مقدمات بنانے اور انھیں کام سے روکنے جیسے تعزیری اقدامات بند کیے جائیں۔

حکومت نے اس احتجاج پر سخت ردعمل دیا۔ 14 ستمبر کو قومی اسمبلی کے سپیکر نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے صدر کے خطاب کے دوران صحافیوں کے لیے پریس گیلری کے دروازے محض اس وجہ سے بند کرا دیے کہ انھوں نے خطاب کے دوران واک آؤٹ کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

ایسے ہی نامناسب انداز میں، جولائی 2021 میں پنجاب اسمبلی نے اپنی عدالتی کمیٹی کو، اسمبلی، اس کی کمیٹیوں یا ان کے کسی رکن کا استحقاق مجروح کرنے کی پاداش میں کسی بھی صحافی یا بیوروکریٹ پر مقدمہ چلانے کا اختیار دینے کے لیے ایک قانون متفقہ طور پر منظور کیا۔ خلاف ورزی کرنے والے کو ایک مختصر سماعت کے بعد چھ ماہ قید اور دس ہزار روپے تک جرمانہ کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس ضابطے کے دائرہ کار میں کسی رکن کی طرف سے اسمبلی میں یا کسی اور کمیٹی کے سامنے کی جانے والی تقریر کو جان بوجھ کر غلط معنی پہنانا، کسی ایسی رپورٹ، بحث یا کارروائی کو شائع کرنا جسے اسمبلی کے اجلاس کی سربراہی کرنے والی شخصیت نے ممنوع یا کارروائی سے حذف قرار دیا ہو، سربراہ کے طرز عمل کو کوئی معنی پہنانا یا اس کے خلاف کسی جانب داری کی تہمت شائع کرنا، اسمبلی میں پیش کیے جانے یا سرکاری گزٹ میں شائع ہونے سے قبل کسی کارروائی یا کمیٹی کی رپورٹ کو شائع کرنا شامل تھا۔ بنیادی طور پر اس کا مطلب یہ تھا کہ پنجاب اسمبلی کی کارروائی رقم کرنے والے صحافی سرکاری اعلامیوں کے سوا کچھ بھی بیان نہیں کر سکتے۔

نشانے پر

گذشتہ برس اگست کے مہینے میں دو صحافیوں، عامر میر اور عمران شفقت کو فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے)

نے لاہور سے گرفتار کیا۔ ان پر الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے 2016 کے پیکا ایکٹ کے تحت یوٹیوب چینلز پر فوج، عدلیہ اور عورتوں کو بدنام کرنے کا الزام تھا۔ اگرچہ وہ ایک دن بعد رہا کر دیے گئے تاہم ان کی گرفتاری سے پاکستانی اعلیٰ عدلیہ میں عدالتی ڈرامے کا آغاز ہو گیا۔

20 اگست کو سپریم کورٹ کے جج جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے سپریم کورٹ پریس ایسوسی ایشن کی ایک درخواست کو از خود نوٹس میں بدلا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ متعلقہ افراد اور ادارے وضاحت دیں کہ ان دو صحافیوں کو کیوں گرفتار کیا گیا۔ اگلے دن قائم مقام چیف جسٹس عمر عطا بندیال نے اس مقدمے کی سماعت کے لیے ایک پانچ رکنی بینچ تشکیل دے دیا۔ جسٹس عیسیٰ نے شکایت کی کہ انھیں اس سارے عمل سے باہر رکھا گیا۔ بعدازاں نئے بینچ نے یہ حکم سنایا کہ سپریم کورٹ کے جج انفرادی طور پر از خود نوٹس لینے کا اختیار نہیں رکھتے، ایسا کرنا صرف چیف جسٹس آف پاکستان کا استحقاق ہے۔

اس حکم نامے کے بعد، پانچ رکنی بینچ نے مقدمے کی سماعت اس وقت تک جاری رکھی جب تک درخواست دہندگان عامر میر اور عبدالقیوم صدیقی نے عدالت کو یہ نہ بتایا کہ وہ یہ مقدمہ مزید جاری نہیں رکھنا چاہتے۔ میر نے بینچ کو دو صفحات پر مشتمل بیان میں یہ بتایا 'کچھ وجوہات کی بنا پر انھیں یقین ہے کہ انصاف نہیں ملے گا'۔ انھوں نے کہا کہ انھیں یقین ہے کہ وہ خفیہ ہاتھ جو ایف آئی اے کے سائبر کرائم ونگ کو گذشتہ دو سال سے انھیں ڈرانے دھمکانے، ہراساں کرنے اور اغوا یا گرفتار کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں، وہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ طاقت ور ہیں جو پاکستانی شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور انھیں انصاف فراہم کرنے پر مامور ہیں۔

اس تنازع کی گونج ابھی باقی تھی کہ اسلام آباد ہائی کورٹ نے ایک ایسا مقدمہ سماعت کے لیے منظور کیا جو جنگ گروپ آف نیوز پیپرز کے سینئر رپورٹر انصار عباسی اور دی نیوز انٹرنیشنل کے مدیر عامر غوری کے خلاف توہین عدالت کی فرد جرم لگنے پر منتج ہو سکتا تھا۔ ان پر گلگت ۔ بلتستان کے سابق چیف جسٹس رانا محمد شمیم کی طرف سے برطانیہ میں دیے اور محفوظ کیے گئے ایک بیان حلفی کے بارے میں خبر تحریر اور شائع کرنے کا الزام تھا۔ اس بیان حلفی میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ پاکستان کے سابق چیف جسٹس ثاقب نثار نے اسلام آباد ہائی کورٹ کے حاضر جج کو یہ بات یقینی بنانے کا حکم دیا تھا کہ سابق وزیر اعظم نواز شریف اور ان کی بیٹی مریم نواز کو کرپشن کے الزامات میں سزا ہو اور وہ 2018 کے عام انتخابات سے پہلے جیل سے رہا نہ ہو سکیں۔

ابتدائی سماعت کے بعد عدالت نے 12 صفحات پر مشتمل حکم نامہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ یہ بیان حلفی 'نواز شریف اور مریم نواز کے خلاف جاری کارروائی کے معاملے میں عدالت پر اثر انداز ہونے اور انصاف کی فراہمی میں مداخلت اور رکاوٹ کی کوشش لگتا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا گیا کہ بیان حلفی کے مندرجات، اس کے وقت کے انتخاب اور اشاعت نے 'عدالت میں مذکورہ دونوں شخصیات کی طرف سے دائر کی گئی زیر التوا اپیلوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں'۔ سب سے اہم بات یہ عدالتی مشاہدہ تھا کہ: 'صحافی کے لیے آزادی اظہار رائے کوئی مطلق حق نہیں ہے، یہ اپنے ساتھ کچھ ذمہ داریاں اور فرائض بھی رکھتا ہے'۔

سماجی بطور سیاسی

وفاقی حکومت جس طرح پی ایم ڈی اے قائم کرنے پر تلی تھی، بالکل اسی طرح سوشل میڈیا چلانے اور استعمال کرنے والوں پر کڑے قوانین نافذ کرنے پر بھی کمر بستہ تھی۔ یہ قوانین پہلی بار نومبر 2020 میں پیکا کی متعدد دفعات کے نفاذ کے لیے تیار کیے گئے۔ غیر قانونی آن لائن مواد کو روکنے اور ہٹانے (طریقہ کار، نگرانی اور تحفظ) کے 2020 کے قوانین کا مقصد انٹرنیٹ اور یوٹیوب، ٹویٹر اور فیس بک جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارم چلانے والی کمپنیوں کو اس بات کا پابند بنانا تھا کہ وہ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) سے خود کو رجسٹر کروائیں۔ ان کمپنیوں کو پاکستان میں اپنے دفاتر بھی قائم کرنا پڑیں گے' اگر اور جب ممکن ہو' اور پی ٹی اے کی جانب سے کسی مواد پر اعتراض کی صورت میں اسے ہٹانے یا بلاک کرنے کے لیے ان کے پاس 48 گھنٹے ہوں گے۔

صحافیوں کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل حقوق کی آزادی کے لیے کام کرنے والے فعال کارکنوں نے ان قوانین کو اپنے دائرہ کار میں ظالمانہ اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے فروغ کے حکومتی دعوے کے متضاد قرار دیا۔ بہر حال پی ایف یو جے نے انھیں اسلام آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ ایک سماعت کے دوران پاکستان کے اٹارنی جنرل نے یہ یقین دہانی کرائی کہ حکومت ان قوانین پر نظر ثانی کے لیے تیار ہے۔ اس عہد کے سلسلے میں وزیر اعظم عمران خان نے مارچ 2021 میں نظر ثانی کے لیے وزرا کی ایک کمیٹی تشکیل دی۔

آنے والے مہینوں میں ان قواعد میں کئی تبدیلیاں کی گئیں لیکن جب اکتوبر 2021 میں یہ دوبارہ جاری ہوئے تو وہ تقریباً وہی تھے۔ ان کی تبدیل شدہ صورت پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم چلانے والی کمپنیوں کے اتحاد، ایشیا انٹرنیٹ کوئیلیشن، کے مینیجنگ ڈائریکٹر جیف پین نے کہا کہ ان کی رکن کمپنیاں 'نظر ثانی پر مایوس ہوئیں'۔ اس مایوسی کی وجہ بتاتے ہوئے انھوں نے کہا: 'کئی مہینوں سے صنعت کی طرف سے مسلسل آرا فراہم کرنے کے باوجود، ابھی تک قوانین کے مسودے میں کئی پیچیدہ تبدیلیاں موجود ہیں، جیسا کہ مواد کو مقامی بنانے اور مقامی موجودگی کے مطالبات، جو ملک کی ڈیجیٹل بڑھوتری اور تبدیلی کے ایجنڈا کو نقصان پہنچاتے ہیں'۔

یہ قوانین پاکستان کی 'سلمیت اور تحفظ'، 'اسلام کی عظمت' اور 'قیام امن عامہ' کے تفصیلی مفاہیم بھی فراہم کرتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ ان کی خلاف ورزیوں میں بالترتیب، بغاوت، توہینِ مذہب اور عوامی سہولت، شائستگی اور اخلاقیات کے متعلق جرائم شامل ہیں۔ ان مفاہیم کا مقصد یہ بھی تھا کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے پاس پہلے سے موجود قوانین پر ان قوانین کو ترجیح دی جائے۔ قوانین کا یہ بھی تقاضا تھا کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایف آئی اے کو کسی بھی سوشل میڈیا استعمال کرنے والے کے بارے میں ہر طرح کی معلومات کو بالکل واضح اور قابل استعمال شکل میں فراہم کریں گے۔ گویا، آئین میں فراہم کیے گئے حقِ رازداری کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ان قوانین سے جو مسائل جنم لے سکتے ہیں ان کے بارے میں ٹک ٹاک کا معاملہ علامتی حیثیت رکھتا ہے۔ 2021 میں

سارا سال کئی پاکستانی عدالتیں اور پی ٹی اے، اپنے مختلف انداز میں اسے عوامی شائستگی اور اخلاقیات کے لیے سنجیدہ خطرہ اور تفریح کا تیار مواد فراہم کرنے والی ایپ قرار دیتے ہوئے بار بار بند کرتی اور کھولتی رہیں۔ اس من مانی نے نہ صرف اس کمپنی کے کاروباری مفادات کو نقصان پہنچایا بلکہ اسے استعمال کرنے والوں کی آزادی اظہار کو بھی زک پہنچائی۔

شائستگی اور اخلاقیات کے ایسے ہی انوکھے اطلاق کا ایک اور مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب پیمرا نے اکتوبر 2021 میں ایک نوٹیفکیشن میں ٹیلی ویژن چینلوں کو بتایا کہ ایسے قابل اعتراض، ڈرامے/مواد جن میں نامناسب لباس، چھونے، بستر کے مناظر اور اشارے، حساس/متنازع پلاٹ اور واقعات کی غیر ضروری تفصیل ہو، نشر نہ کیے جائیں۔ اس میں بتایا گیا کہ 'گلے ملنے/ چھونے کے مناظر، غیر ازدواجی تعلقات، بے ہودہ/آزادنہ لباس، بستر کے مناظر اور شادی شدہ جوڑوں کی باہمی قربت کو نہ دکھایا جائے۔ اس میں بیان کیا گیا کہ ایسی غیر اخلاقی حرکات 'اسلامی تعلیمات اور پاکستانی معاشرے کی ثقافت' کو سراسر نظر انداز کرتے ہوئے نمایاں کی جا رہی ہیں'۔

جانتے بوجھتے زباں بندی

اپریل 2021 میں 300 سے زیادہ مصنفین، شاعروں، دانشوروں، انسانی حقوق کے کارکنوں، وکلا، صحافیوں، اساتذہ، طالب علموں اور دیگر نے یہ مطالبہ کیا کہ حکومت سندھی کے ممتاز مصنف امر جلیل کو تحفظ فراہم کرے۔ انھیں عمرکوٹ سے تعلق رکھنے والے پیر سرہندی اور ان کے عقیدت مندوں کی طرف سے جان سے مارنے کی دھمکیاں مل رہی تھیں۔ سرہندی نے جلیل کو قتل کرنے والے کے لیے پچاس لاکھ کی انعامی رقم کا اعلان کیا تھا۔

ان کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے تین سال قبل سندھ ادبی میلے کے موقع پر یہ دلیل دی تھی کہ انسانی دانش خدا کا فہم یا ادراک حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ وہ حدود کے اندر محدود نہیں کیا جا سکتا۔ سرہندی اور ان کے پیروکاروں نے اسے خدا کے وجود کا انکار تصور کیا اور ظاہر ہے ایک توہین مذہب کی حامل دلیل سمجھا۔

ایک اور واقعے میں، آزادی اظہار پر پابندیاں خود ریاست کی طرف سے لاگو کی گئیں اور وہ بھی پاکستان کے دل میں۔ یہ موقع تھا نومبر میں سالانہ عاصمہ جہانگیر کانفرنس کا اور ہدف تھا، تین بار ملک کا وزیر اعظم رہنے والا شخص نواز شریف۔ جونہی انھوں نے لندن سے ویڈیو لنک کے ذریعے کانفرنس سے خطاب شروع کیا، لاہور کے اس نجی ہوٹل میں واقع اس مقام پر انٹرنیٹ کے سب رابطے منقطع ہو گئے۔

بعد میں کانفرنس کے منتظمین نے یہ بتایا کہ انٹرنیٹ کی خدمات فراہم کرنے والے کو نواز شریف کی تقریر شروع ہونے سے قبل رابطہ منقطع کرنے کا کہا گیا تھا۔ انھوں نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا یہاں تک کہ موبائل سروس بھی بند کر دی گئی۔

نتیجہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی کو اس وقت تک کوئی اور آزادی میسر نہیں ہو سکتی جب تک اسے اس کو مانگنے کی آزادی نہ ہو۔ سو آزادی اظہار رائے دیگر تمام آزادیوں کو جنم دیتی ہے۔

حقیقت میں یہ انسانی وجود کے لیے اتنی بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ اقوام متحدہ کے بانی ارکان نے 1948 میں اسے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کا حصہ بنانا ضروری سمجھا۔ اس اعلامیے کا آرٹیکل 19 کہتا ہے کہ: 'ہر فرد کو رائے اور اظہار کی آزادی کا حق حاصل ہے؛ اس حق میں بغیر کسی مداخلت کے رائے دینے کا حق اور سرحدوں سے بالاتر ہو کر کسی بھی میڈیا کے ذریعے معلومات اور خیالات کو تلاش، حاصل اور فراہم کرنے کا حق شامل ہے۔'

پاکستان کا آئین بنانے والوں نے بھی اسے آرٹیکل 19 کے تحت شامل کیا تھا لیکن انھوں نے اسے کچھ 'مناسب' پابندیوں سے مشروط کر دیا تھا۔ یہ پابندیاں قومی سلامتی، مذہب کا احترام، دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات، امن وامان، شائستگی، توہین عدالت اور جرم پر اکسانے سے متعلق ہیں۔ اگر چہ سچ یہ ہے کہ یہ پابندیاں جتنی بھی غیر واضح دکھائی دیتی ہوں، ملک کی برتر عدالتوں نے ان کے مفہوم کو ٹھوس اور ان کے نفاذ کو محدود بنانے کے لیے مقدمات کی نظیر کا کافی بڑا اخزانہ بنالیا ہے۔ انھوں نے یہ کام زیادہ تر لفظ 'مناسب' کی تشریح کرتے ہوئے کیا ہے۔ عدالتوں نے بار بار یہ بیان کیا جب تک ظاہری طور پر ایسا ثابت نہ ہو، کچھ بھی مناسب دکھائی نہیں دے سکتا۔

لیکن جیسا کہ گذشتہ برس میں ہوا، سویلین اور فوجی، ہائبرڈ حکومت کے دونوں حصے جان بوجھ کر، کیا مناسب ہے اور کیا نہیں، کی حدود سے غافل رہے۔ نتیجتاً انھیں آرٹیکل 19 کے امتناعی حصے کے دائرہ کار کو وسعت دینا پڑی۔ ریاستی عناصر کی جانب سے آئینی حقوق اور ادارہ جاتی دیانت داری کی ایسی توہین کے بعد یہ فطری عمل ہے کہ غیر ریاستی عناصر، طاقت ور افراد، دہشت گرد گروہ اور قاتل ہجوم اپنی خواہشات ان لوگوں پر مسلط کرنا چاہیں جو ان سے اتفاق نہیں کرتے یا جنھیں وہ قابلِ اتفاق نہیں سمجھتے۔ دسمبر 2021 میں سیالکوٹ میں ایک انتہائی پریشان کن واقعے میں ایک سری لنکن فیکٹری مینیجر مذہبی حساسیت کی مبینہ توہین کی بنیاد پر مشتعل ہجوم کے ہاتھوں مارا گیا۔

پاکستان کی ہائی برڈ حکومت نے آزادی اظہار رائے کو دبانے کی کوشش میں، انجانے میں اس آزادی کی صورت حال کو خود ملک کی صورت حال کی علامت میں تبدیل کر دیا؛ غیر یقینی اور ہمیشہ نازک۔

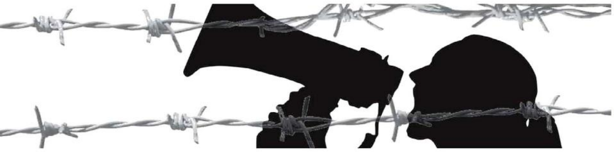

اہم نکات

قوانین اور قانون سازی

- پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے 58 ...... 172 وفاقی اور 114 صوبائی ..... قوانین منظور کیے۔ 15 قوانین کی منظوری کے ساتھ پنجاب اسمبلی کی کارکردگی سب سے بُری رہی۔
- 2021 کے دوران وفاقی حکومت نے صدارتی آرڈیننس کے اجرا کی اپنی روایت برقرار رکھی۔ حکومت نے 32 حکمنامے صادر کرکے آئینی اور پارلیمانی قواعد سے انحراف کیا۔
- صحافیوں اور ذرائع ابلاغ کے تحفظ کے بل 2021 کے تحت صحافیوں کے تحفظ کے لیے ایک آزاد کمیشن کے قیام کا خیرمقدم کیا گیا۔ مگر یہ قانون، سنسرشپ اور دھمکانے کے مترادف جانی گئی کئی مبہم شقوں کی وجہ سے، تنقید کا بھی نشانہ بنا۔
- کم از کم دو قابلِ ذکر قانونی مسودے، 'گھریلو تشدد کی روک تھام اور تحفظ بل '2020 اور 'جبری تبدیلی کی ممانعت کا بل '2021، اسلامی نظریاتی کونسل کے اعتراضات کی وجہ سے منظور نہیں ہوسکے۔
- سینٹ نے جولائی میں ایذارسانی اور زیرِ حراست ہلاکت (روک تھام اور سزا) بل متفقہ طور پر منظور کیا۔
- جنسی زیادتی کے مقدمات کی تیز سماعت کی غرض سے خصوصی عدالتوں کے قیام کے لیے منظور ہونے والے 'انسدادِ جنسی زیادتی (ٹرائل اور تفتیش) ایکٹ '2021 پر انسانی حقوق کی تنظیموں نے تنقید کی کیونکہ اِس قانون میں مجرموں کے لیے بطورِ سزا کیمیائی آختہ کاری (chemical castration) کی دفعہ شامل تھی۔

انصاف کی فراہمی

- سال کے آخر تک، عدلیہ میں اکیس لاکھ، چالیس ہزار مقدمات زیرِالتوا تھے۔ 2020 میں یہ تعداد اکیس لاکھ پچاس ہزار تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصفیہ طلب مقدمات میں معمولی سی کمی ہوئی ہے۔
- ذرائع ابلاغ کے مطابق، عدلیہ میں عورتوں کی شمولیت 17 فیصد نمائندگی کے ساتھ بہت کم رہی۔ عدالت عالیہ کی سطح پر یہ تناسب مزید کم تھا۔ کل 114 ججز میں سے سندھ اور لاہور ہائی کورٹ میں دو دو جبکہ پشاور ہائی کورٹ میں صرف ایک خاتون جج تعینات ہیں۔
- انصاف کی فراہمی میں تاخیر کے دو مقدمات میں، لاہور ہائی کورٹ نے توہینِ مذہب کے الزام میں 11 سال جیل میں گزارنے والے لیاقت علی کے ساتھ ساتھ ایک مسیحی جوڑے۔ شگفتہ کوثر اور شفقت مسیح کو بری کردیا جو

آٹھ سال سزائے موت کی کال کوٹھڑی میں رہے۔

- ایک خوش آئند قدم کے طور پر، عدالتِ عظمیٰ نے فروری 2021 میں ایک فیصلے کے ذریعے ذہنی بیمار قیدیوں کنیزاں بی بی، اِمداد علی اور غلام عباس کی سزائے موت ختم کر دی۔ فیصلے کو لائق تحسین قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ اِس کی رُو سے یہ اصول وضع ہو گیا ہے کہ اب کسی ذہنی بیمار فرد کو سزائے موت نہیں دی جائے گی۔

سزائے موت

- ذرائع ابلاغ سے اکٹھے کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق، 2021 میں کم از کم 125 افراد (بشمول تین خواتین) کو سزائے موت سنائی گئی۔ 2020 میں یہ تعداد 177 تھی۔ سزائے موت کے کسی بھی فیصلے کے اطلاق کی اطلاع نہیں ملی۔
- صوبائی سطح پر محکمہ جیل خانہ جات کے مطابق، 1,143 افراد سزائے موت کے قیدی کی حیثیت سے جیلوں میں بند تھے۔ سزائے موت کے سب سے زیادہ قیدی سندھ میں تھے جہاں دو خواتین سمیت 490 قیدی موت کی کوٹھڑی میں بند تھے۔
- جنوری میں انسدادِ دہشت گردی کی ایک عدالت نے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر مبینہ طور پر گستاخانہ مواد پوسٹ کرنے پر تین افراد کو سزائے موت سنائی۔
- اکتوبر میں وزارتِ قانون نے منشیات کے کنٹرول کے قانون کی دفعہ 9 (ج) اور ریلویز ایکٹ کی دفعہ 127 میں لفظ 'موت' کو 'باقی ماندہ زندگی' سے بدلنے کی تجویز پیش کی۔

پاکستان اور انسانی حقوق کا عالمی نظام

- یورپی یونین نے انسانی حقوق کی حالیہ خلاف ورزیوں کی روشنی میں اپریل میں جی ایس پی پلس رُتبے کے لیے پاکستان کی اہلیت کا جائزہ لینا شروع کیا، بعدازاں اِس رتبے کو منسوخ کرنے کی کوئی وجہ نہ پا کر اسے 2024 تک توسیع دے دی۔
- اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے پاکستان سے کراچی کے گجر نالے اور اورنگی نالے سے مکینوں کی بے دخلی روکنے کا مطالبہ کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے پاکستانی مسیحی سٹیفن مسیح کی رہائی کی اپیل کی جو توہینِ مذہب کے الزام میں دو سال سے قید تھے۔
- جون 2021 میں اقوامِ متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے ترجمان نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ جبری گمشدگیوں کے مسودہ قانون کی منظوری کو یقینی بنائے اور تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے سے

متعلق بین الاقوامی کنونشن کی توثیق کرے۔ بعدازاں دسمبر میں، اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو فوجی عدالت سے 14 سال قید کی سزا کی مذمت کی۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں، دونوں کو فعال اور ان کے نئے چیئر پرسنز کا تقرر کیا گیا۔
- بچوں کے حقوق کا قومی کمیشن قواعد وضوابط کی عدم موجودگی کے نتیجے میں بڑی حد تک غیر مؤثر رہا۔

امن عامہ

- خیبر پختونخوا میں ٹارگٹ کلنگ، فوجی آپریشنز اور تشدد کے مختلف واقعات میں 100 سے زائد افراد کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملی، ان میں چار خواتین امدادی کارکن بھی شامل ہیں جنہیں شمالی وزیرستان میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔
- جنوری میں دولتِ اسلامیہ کے عسکریت پسندوں نے شیعہ ہزارہ برادری کے 11 کان کنوں کو اغوا کر کے قتل کر دیا۔ ہزارہ برادری نے کوئٹہ میں واقعے کے خلاف کئی روز تک احتجاج جاری رکھا اور وزیرِ اعظم عمران خان سے اُن کے احتجاجی خیمے کا دورہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ تاہم، وزیرِ اعظم نے اُن کے مطالبے کو 'بلیک میلنگ' قرار دیا اور مظاہرین سے ملنے سے انکار کر دیا۔
- کوئٹہ پولیس کے ایگل اسکواڈ کے ہاتھوں فیضان جتک نامی طالب علم کے ماورائے عدالت قتل نے عوامی غم وغصّے کو جنم دیا۔ مجرموں کو گرفتار تو کر لیا گیا تھا، لیکن سال کے آخر تک اس مقدمے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔
- جنوری میں 21 سالہ اسامہ ستی کو اُس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب پولیس اہل کاروں نے اُن کی گاڑی نہ رکنے پر اُن پر گولی چلا دی۔
- فروری میں پولیس نے جامشورو میں سندھ یونیورسٹی کے ایک طالب علم عرفان جتوئی کو اغوا کیا۔ پولیس کا دعویٰ تھا کہ وہ ایک 'خطرناک ڈاکو' تھا۔ بعدازاں، جتوئی کو سکھر میں ایک مقابلے میں مار دیا گیا۔

قید خانے اور قیدی

- پاکستان کی جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ قیدی بند ہیں۔ 119 جیلوں میں 87,668 قیدی ہیں جبکہ گنجائش 65,334 کی ہے۔ جیلوں میں قیدیوں کی شرح 134 فیصد ہے۔ جیل کی کل آبادی کا تقریباً 68 فیصد

زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد 59,422 ہے۔

- جنوری 2021 میں سینٹ کو پیش کی گئی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ 9,191 پاکستانی 73 ممالک کی جیلوں میں بند ہیں، جن میں سب سے زیادہ سعودی عرب (2,555)، متحدہ عرب امارات (1,918) اور یونان (884) میں ہیں۔ تین پاکستانیوں کو گوانتانا موبے میں رکھا گیا۔
- سال کے آخر میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان فہرستوں کے تبادلے سے پتا چلا کہ 600 سے زائد ہندوستانی پاکستان میں اور 355 پاکستانی ہندوستانی جیلوں میں بند ہیں۔

جبری گمشدگیاں

- جبری گمشدگیوں کو باقاعدہ جرم قرار دینے کا مسودہ قانون، جس کا طویل عرصے سے انتظار کیا جا رہا تھا، ابھی تک منظور نہیں ہوسکا حالانکہ پی ٹی آئی کی حکومت نے 2018 سے یہ قانون منظور کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔
- 2021 میں جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن کو جبری گمشدگی کے سب سے زیادہ واقعات بلوچستان سے رپورٹ ہوئے۔ اِن کی تعداد 1,108 تھی جب کہ زیرِ التوا مقدمات کی سب سے زیادہ تعداد 1,417، خیبر پختونخوا میں تھی۔
- عوامی ورکرز پارٹی سے تعلق رکھنے والے سیاسی رہنما سینگار نوناری کو جون 2021 میں نصیر آباد میں اُن کے گھر سے نامعلوم مسلح افراد نے اغوا کرلیا۔ اغوا کاروں میں سے کچھ وردی میں تھے۔ سینگار کو 35 دن بعد رہا کیا گیا۔
- فروری میں مظاہرین کے ایک بڑے گروہ نے بلوچستان میں جبری گمشدگیوں کے خلاف اسلام آباد میں ایک ہفتہ طویل احتجاجی دھرنا دیا۔ اگرچہ وزیرِ اعظم نے دھرنے سے تعلق رکھنے والے تین رکنی وفد سے ملاقات کی تاہم اُن کے لاپتا رشتہ داروں کی بازیابی کے لیے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔
- نومبر میں بلوچستان یونیورسٹی سے دو طالب علموں کو مبینہ طور پر لاپتا کر دیا گیا جس کے بعد طلبا نے اپنی کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اور احتجاجاً یونیورسٹی کو بند کر دیا۔

جمہوری عمل کی ترقی

- پنجاب حکومت 21 ماہ تک مقامی حکومتوں کے بغیر رہی۔ 25 مارچ 2021 کے حکم کی عدم تعمیل پر عدالتِ عظمیٰ کی برہمی پر حکومت نے اکتوبر میں اِس نظام کو بحال کیا۔
- سندھ اسمبلی نے دسمبر میں سندھ لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2021 منظور کیا، اِس دوران اپوزیشن نے شدید ہنگامہ آرائی کی اور کراچی بھر میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے۔ تاہم صوبائی حکومت نئے انتخابات کا اعلان

کرنے سے قاصر رہی۔

- خیبر پختونخوا نے بالآخر دسمبر 2021 میں 14,000 سے زائد عمومی اور مخصوص نشستوں کے لیے بلدیاتی انتخابات کا انعقاد کیا۔
- اگرچہ تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) پر اپریل 2021 میں انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے تحت باضابطہ طور پر پابندی عائد کردی گئی تھی، لیکن یہ جماعت ملک میں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتی رہی۔اس نے جولائی میں سیالکوٹ میں ہونے والے ضمنی انتخابات میں بھی حصّہ لیا۔
- شمالی وزیرستان سے رکن قومی اسمبلی محسن داوڑ نے ستمبر میں قوم پرست رہنماؤں کے ایک گروہ کے ساتھ مل کر قومی جمہوری تحریک کے قیام کا اعلان کیا۔
- رکن قومی اسمبلی علی وزیر بغاوت کے الزام میں جیل میں بند رہے۔وہ اِس الزام کو بے بنیاد قرار دیتے رہے۔
- اکتوبر میں شدید مخالفت کے دوران، وزیرِاعلیٰ جام کمال خان کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد کے بعد بلوچستان عوامی پارٹی کی زیرِ قیادت حکومت کو مستعفی ہونا پڑا۔ بعدازاں سابق سپیکر اسمبلی قدوس بزنجو نے وزارتِ اعلیٰ کا عہدہ سنبھالا۔
- آزاد جموں وکشمیر میں عام انتخابات منعقد ہوئے اور اس خطے نے اپنی دسویں قانون ساز اسمبلی کا انتخاب کیا۔ سیاسی جماعتوں نے وفاقی حکومت پر قبل از انتخابات دھاندلی کے ذریعے انتخابی عمل کو متاثر کرنے کا الزام عائد کیا۔
- 2021 کے دوران گلگت ۔ بلتستان کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہ آسکی حالانکہ گلگت ۔ بلتستان قانون ساز اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک مشترکہ قرارداد منظور کر کے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اِس خطے کو پاکستان کے عارضی صوبے کا درجہ دے اور قومی اسمبلی، سینیٹ اور دیگر آئینی اداروں میں اِس کی نمائندگی یقینی بنائے۔

نقل وحرکت کی آزادی

- کووڈ19 وبا مسلسل دوسرے برس برقرار رہی جس کے باعث لوگوں کا نقل وحرکت کا حق متاثر رہا۔
- عدالتِ عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ نقل وحرکت کے حق کو زندگی کے حق سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔
- نومبر میں حکومتِ بلوچستان نے حکمنامہ صادر کیا کہ پشتون تحفظ موومنٹ کے رہنما منظور پشتین اور محسن داوڑ 90 دن تک صوبے میں داخل نہیں ہوسکتے۔

اجتماع کی آزادی

- ٹی ایل پی کے کارکنوں نے اپریل 2021 میں اپنے رہنما سعد حسین رضوی کی گرفتاری کے بعد پنجاب اور ملک کے باقی حصوں میں وقفوں وقفوں سے زندگی کو درہم برہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ لاہور میں ٹی ایل پی کے کارکنوں اور پولیس کے درمیان تصادم میں تین افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ ہجوم نے ایک پولیس سٹیشن پر حملہ بھی کیا اور پانچ پولیس اہل کاروں کو اغوا کر لیا۔ ایسی بے جواز کارروائیوں کے باوجود، ٹی ایل پی حکومت کے ساتھ سمجھوتے میں کامیاب رہی۔
- نومبر میں پولیس اور رینجرز نے کراچی کے نسلا ٹاور کے باہر احتجاج کرنے والے رہائشیوں اور بلڈرز پر لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کے گولے داغے۔ ٹاور عدالتِ عظمٰی کے حکم پر گرایا جا رہا تھا۔
- 2014 میں آرمی پبلک اسکول پر حملے کے دوران دہشت گردوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے 130 سے زائد طلبا کے والدین نے اکتوبر میں وفاقی حکومت کی طرف سے ٹی ٹی پی کے لیے مجوزہ عام معافی کے خلاف پشاور میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔
- مارچ میں بنوں کے جانی خیل علاقے کے قبائلیوں نے اپنے چار نوجوانوں کے قاتلوں کی گرفتاری کے لیے تین ہفتے تک دھرنا دیا اور مقتولین کی لاشیں مقامی تھانے کے سامنے رکھیں۔ قبائلیوں نے لاشوں کے ساتھ اسلام آباد کی طرف مارچ کرنے کی کوشش کی تو پولیس نے ان کے خلاف لاٹھی چارج اور آنسو گیس سمیت طاقت کا استعمال کیا۔
- گوادر میں ایک تاریخی دھرنے کے دوران، ہزاروں افراد نے گوادر کو حکومتی توجہ نہ ملنے کے خلاف احتجاج کیا، مظاہرین کا کہنا تھا کہ گوادر کو خاص طور پر سی پیک منصوبوں میں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

انجمن سازی کی آزادی

- نومبر میں پروگریسو سٹوڈنٹس کلیکٹو نے کئی بڑے شہروں میں طلبا یکجہتی مارچ کا اہتمام کیا۔ اُن کے مطالبات میں طلبہ یونینوں کی بحالی، فیصلہ سازی میں طلبہ کی نمائندگی اور تعلیمی بجٹ کو جی ڈی پی (مجموعی ملکی پیداوار) کے کم از کم 5 فیصد تک بڑھانا شامل تھا۔
- این جی اوز کے لیے زمین تنگ ہونے کا سلسلہ 2021 میں جاری رہا۔ مختلف سرکاری دفاتر سے سرگرمیوں کے لیے اجازت ناموں اور عدم اعتراض سرٹیفکیٹ (NOC) کے حصول میں دشواری کے سبب کئی منصوبوں پر عملدرآمد مشکلات کا شکار رہا۔

اظہارِ رائے کی آزادی

- ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس میں پاکستان 180 ممالک کی فہرست میں 145 ویں نمبر پر تھا۔
- انسانی حقوق کی تنظیموں نے کہا کہ وفاقی حکومت کا مجوزہ پاکستان میڈیا ڈیویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس 2021 'میڈیا مارشل لا' سے کم نہیں۔
- سول سوسائٹی کی تنظیموں کی کئی برسوں کی جدّ وجہد کے بعد معلومات کی آزادی بلوچستان ایکٹ 2021 کو منظوری ملی۔
- سوشل میڈیا کارکن ناظم جوکھیو کو نومبر میں مبینہ طور پر پی پی پی کے سیاسی طور پر بااثر قانون سازوں نے اُس وقت تشدد کر کے قتل کر دیا جب محترم جوکھیو نے قانون سازوں کے عرب مہمانوں کی طرف سے تلور کے غیر قانونی شکار سے متعلق ایک وڈیو پوسٹ کی تھی۔
- رپورٹر اجے للوانی کو مارچ میں سکھر میں مسلح افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق، قتل کی وجہ یہ تھی کہ مقتول نے ایک بااثر مقامی شخصیت کی طرف سے اختیارات کے ناجائز استعمال کو بے نقاب کیا تھا۔
- بلوچستان میں کم از کم دو صحافی مارے گئے جن میں سے ایک ذاتی دشمنی میں مارا گیا اور دوسرا ایک بم دھماکے میں جس کی ذمہ داری بلوچستان لبریشن آرمی نے قبول کی۔
- سینئر صحافی وارث رضا کو ستمبر میں کراچی میں اُن کی رہائش گاہ سے مبینہ طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اغوا کیا۔ اُنہیں اسی شام رہا کر دیا گیا۔
- اپریل میں سینئر صحافی ابصار عالم کو اُن کے گھر کے قریب ایک پارک میں گولی مار کر زخمی کر دیا گیا۔
- صحافی اسد علی طور کو مئی میں 'نامعلوم حملہ آوروں' نے مارا پیٹا۔
- جون میں اسد علی طور پر حملے کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرے میں سینئر صحافی حامد میر کی شعلہ بیانی پر اُن کا ٹی وی پروگرام بند کر دیا گیا۔
- انسدادِ دہشت گردی ایکٹ 1997 کے چوتھے شیڈول کو گلگت ۔ بلتستان میں اختلاف رائے کو دبانے کے لیے بطورِ ہتھیار استعمال کیا جاتا رہا۔

ڈیجیٹل حقوق

- مارچ میں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) نے مقبول سوشل میڈیا ایپ ٹک ٹاک (TikTok) پر پاکستان بھر میں اِس بنیاد پر پابندی لگا دی کہ ایپ سے 'معاشرے کے لیے نقصان دہ قابلِ اعتراض مواد' پھیلا۔

پابندی نومبر تک برقرار رہی۔

- غیر قانونی آن لائن مواد (طریقہ کار، نگرانی اور حفاظتی تدابیر) کے خاتمے و پابندی کے ضوابط 2021 پر ڈیجیٹل حقوق کے کارکنان نے شدید تنقید کی۔ ان کا کہنا تھا حکومت پاکستان سوشل میڈیا پر مکمل اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- ایک انتہائی وحشیانہ واقعے میں، سیالکوٹ میں ایک مشتعل ہجوم نے سری لنکا کے ایک شہری پریانتھا دیاوادنا کو توہین مذہب کے الزام میں تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔
- پولیس کے اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ 2021 میں توہینِ مذہب کے الزام میں کم از کم 585 افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا، جن کی اکثریت پنجاب سے تھی۔ توہینِ مذہب کے الزام کا نشانہ بننے والے افراد میں رحیم یار خان میں آٹھ سال کی عمر کا ایک ہندو لڑکا بھی شامل ہے۔
- بڑے پیمانے پر تنقید کا نشانہ بننے والے ایک اقدام میں، حکومتِ پنجاب نے ایک قرارداد منظور کی جس میں اعلان کیا گیا کہ ختم نبوت کے حلف کو نکاح کی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے۔
- ایچ آر سی پی نے 2021 میں سندھ میں مذہب کی جبری تبدیلی کے کم از کم 27 واقعات قلمبند کیے۔ ان میں سے سات واقعات کمسن بچوں سے متعلق تھے۔ سینٹر فار سوشل جسٹس کے مطابق، پنجاب میں مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کی تعداد 2020 میں 13 سے بڑھ کر 2021 میں 36 ہوگئی۔
- پاکستانی بدھ برادری کو قومی مردم شماری اور تعلیم اور سرکاری ملازمتوں کے کوٹے میں ایک الگ مذہبی گروہ کے طور پر شامل نہیں کیا گیا۔
- احمدی برادری کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے ارکان کے خلاف مذہبی بنیادوں پر 100 سے زائد مقدمات درج کیے گئے، جن میں 'خود کو مسلمان ظاہر کرنے'، اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے، اور توہینِ مذہب کے الزامات شامل ہیں۔ احمدی برادری کے کم از کم تین افراد مبینہ طور پر اپنے عقیدے کی بنیاد پر ہدفی یا ٹارگٹ حملوں میں مارے گئے۔

خواتین

- پولیس کے مطابق ملک میں جنسی زیادتی (بشمول اجتماعی جنسی زیادتی) کے 5,279 اور غیرت کے نام پر قتل کے 478 مقدمات درج ہوئے۔

- اگست میں لاہور کے گریٹر اقبال پارک میں 400 سے زائد مردوں کے ہجوم نے ایک نوجوان خاتون پر حملہ کیا۔ اس واقعے کی کئی ویڈیوز بنیں جنہیں بڑے پیمانے پر دیکھا گیا۔
- عورت مارچ کے اسلام آباد چیپٹر کے خلاف 2020 سے جنم لینے والی ہنگامہ آرائی 2021 میں برقرار رہی۔ عدالتِ عالیہ پشاور نے جسٹس آف پیس کی شق کے تحت 26 مارچ کو ہدایت کی کہ منتظمین کے خلاف مذہبی جرم کی بنیاد پر ایف آئی آر درج کی جائے حالانکہ اس کے ارتکاب کی واضح طور پر تردید کی گئی تھی۔
- جون میں وزیرِاعظم کو ایک انٹرویو کے دوران یہ رائے دینے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ پاکستان میں خواتین کے خلاف جنسی تشدد میں اضافہ اُن کے لباس سے منسلک ہے۔
- جولائی میں اسلام آباد میں ظاہر جعفر کے گھر سے 27 سالہ نور مقدم کی نعش ملی۔ انھیں وحشیانہ طریقے سے قتل کیا گیا تھا۔ ماریہ شاہ (شکارپور میں)، صائمہ علی (پشاور میں) اور قراۃ العین بلوچ (حیدرآباد میں) کے قتل کے کچھ ہفتوں بعد پیش آنے والے اِس واقعے نے سول سوسائٹی کو صدمے سے دوچار کیا اور ملک گیر احتجاج کو جنم دیا۔
- سوشل میڈیا پر سامنے آنے والی ایک ویڈیو میں عثمان مرزا نامی شخص کو دیگر مردوں سے بھرے ایک کمرے میں ایک نوجوان جوڑے کو برہنہ ہونے پر مجبور کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ اسلام آباد پولیس نے مرزا کو گرفتار کر کے ان کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی۔ ملزمان کا تعلق ایک جرائم پیشہ حلقے سے ہونے کا انکشاف ہوا جو بلیک میلنگ کے لیے ایسی ویڈیوز بناتا تھا۔

خواجہ سرا

- خواجہ سرا برادری سماجی و اقتصادی دونوں لحاظ سے پسماندہ رہی۔ صرف کراچی میں، خواجہ سراؤں کو 200 سے زیادہ دھمکی آمیز ویڈیو اور آڈیو پیغامات ملنے کی اطلاع ملی جس سے برادری میں خوف اور عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوا۔
- پنجاب حکومت نے پنجاب سماجی تحفظ اتھارٹی کی جانب سے شروع کیے گئے مساوات پروگرام کے تحت خواجہ سراؤں کو ماہانہ وظیفہ دینے کا فیصلہ کیا۔

بچے

- ایک اندازے کے مطابق، جنوری اور جون کے درمیان ملک بھر میں بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے کم از کم 1,896 واقعات قلمبند ہوئے، یہ تعداد زیادہ ہونے کا امکان ہے۔ ان میں سے 1,084 واقعات جنسی زیادتی، 523 اغوا، 238 گمشدگی، اور 51 بچوں کی شادی کے تھے۔

- 6 سے 15 سال کی عمر کے بچے ،لڑکے اور لڑکیاں دونوں، بدسلوکی اور تشدد کا سب سے زیادہ نشانہ بنتے رہے۔
- دو خاص سنگین واقعات میں، ہوشاپ، بلوچستان میں مقامی لوگوں نے الزام لگایا کہ فرنٹیئر کور کے ایک سپاہی نے دس سالہ بچے پر جنسی تشدد کیا۔ اس کے علاوہ، ہوشاپ میں دو بچے مارے گئے، اُن کے اہلِ خانہ نے الزام لگایا کہ ایف سی اہل کاروں نے ان پر مارٹر گولا فائر کیا تھا۔
- اکتوبر میں وفاقی شرعی عدالت نے سوارا کی روایت کو غیر اسلامی قرار دیا۔ یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ فیصلہ سماج میں پیوست رواج کو مؤثر طریقے سے روک سکے گا۔ عدالت نے یہ بھی طے کیا کہ ریاست کی طرف سے لڑکیوں کی شادی کے لیے کم از کم عمر کی حد مقرر کرنا اسلام کے خلاف نہیں۔

محنت کش

- کووڈ 19 نے مسلسل دوسرے سال شعبہ محنت کو متاثر کیا۔ کمپنیوں کی جانب سے اپنے ملازموں کی برخاستگی کے نتیجے میں بیروزگاری میں اضافہ ہوا اور کمپنیوں نے اُجرتیں گھٹائیں تو متوسط اور نچلے طبقے کی آمدن کم ہوئی۔
- اگرچہ حکومتِ پنجاب نے کم از کم ماہانہ اُجرت 18,000 روپے سے بڑھا کر 20,000 روپے کرنے کا اعلان کیا، لیکن یہ اضافہ محنت کشوں کو بڑھتی ہوئی مہنگائی سے بچانے میں ناکام رہا۔
- حکومتِ سندھ نے غیر ہنر مند مزدوروں کی کم از کم ماہانہ اجرت 25,000 روپے کر دی ہے۔ آجروں کی تنظیموں نے اسے عدالتِ عالیہ سندھ میں چیلنج کیا جس نے اُن کی درخواست مسترد کر دی۔ تاہم اپیل پر عدالتِ عظمیٰ نے صوبائی حکومت کے فیصلے پر عملدرآمد عارضی طور پر روک دیا۔
- پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے اندازوں کے مطابق، سال کے دوران 176 کان کن حادثات میں ہلاک ہوئے۔ ایچ آر سی پی کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق، ایسی کم از کم 71 اموات صرف بلوچستان میں پیش آئیں۔ اِس کے باوجود، پاکستان نے ابھی تک آئی ایل او کے کنونشن 176 کی توثیق نہیں کی، جس میں کان کنوں کے تحفظ کے لیے کان کی گہرائی کی حد مقرر کی گئی ہے۔
- اگست میں کراچی کے مہران ٹاؤن میں ایک صنعتی یونٹ میں آگ لگنے سے کم از کم 16 مزدور جان کی بازی ہار گئے۔
- ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن کے مطابق، سندھ کے مختلف اضلاع میں عدالتی احکامات کے ذریعے تقریباً 1,451 جبری مزدوروں کو مختلف زرعی کھیتوں سے رہا کیا گیا۔ ان مزدوروں میں 318 مرد، 436 خواتین اور 617 بچے ہیں۔
- سندھ جبری مشقت کا نظام (خاتمہ) ایکٹ 2015 کی منظوری کے بعد پہلی بار 30 میں سے 14 اضلاع نے

آخرکار ضلعی نگران کمیٹیاں تشکیل دی ہیں تا کہ جبری مشقت کے واقعات کی نگرانی اور رپورٹنگ کی جا سکے۔

- گوادر کے رہائشیوں کے 28 دن کے احتجاج کے بعد وزیرِ اعظم نے گوادر میں غیر قانونی طور پر مچھلیاں پکڑنے والے ٹرالروں کے خلاف سخت کارروائی کا وعدہ کیا۔

پناہ گزین

- کابل پر افغان طالبان کے قبضے کے بعد، ملک میں افغان پناہ گزینوں کی آمد ہوئی، جن میں سے اکثر نے ہراسانی کے واقعات کی اطلاع دی۔ ان کی شکایت تھی کہ سرحد پر تعینات اہلکار اُن سے بھتا لیتے رہے اور اُنہیں سرحد پار کرنے کی اجازت دینے سے انکار کرتے رہے۔
- دستاویزات کے حصول اور جمع کرنے کی مشکل شرائط کے باعث پناہ گزینوں کے ویزا اور ملک میں داخلے کا عمل سست روی کا شکار رہا۔
- اِس مسئلے پر عوامی بحث بھی نہ ہونے دی گئی۔ سول سوسائٹی کے کارکنان کو پناہ گزینوں کی مدد کی کوشش پر ریاستی حکام کی طرف سے ہراساں کیے جانے کی اطلاعات ملیں۔ اس کے بجائے، اس معاملے پر 'خفیہ بریفنگز' منعقد کی گئیں، اور معاملے کو فوج کے دائرہ اختیار تک محدود کر دیا گیا۔

تعلیم

- وزیرِ اعظم نے اگست میں پرائمری سکولوں اور مدارس کے لیے انتہائی متنازعہ یکساں قومی نصاب (ایس این سی) کے باقاعدہ نفاذ کا اعلان کر دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اس اقدام سے تعلیمی تفاوت میں کمی آئے گی۔ ایس این سی اپنے اندر جمہوری رویوں کی کمی، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے خلاف غیر ضروری حد تک مذہبی مواد کی شمولیت اور ناقص طریقہ تدریس کی بدولت ماہرینِ تعلیم اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی شدید تنقید کا نشانہ بنا۔
- حکومتِ سندھ نے یہ کہتے ہوئے یکساں قومی نصاب اپنانے سے انکار کر دیا کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد تعلیم صوبائی شعبہ بن چکا ہے اور حکومت پہلے ہی اپنا نصاب بنا چکی ہے۔
- جامعہ بہاؤ الدین ذکریا اور جامعہ بہاولپور نے خیبر پختونخوا میں نئے ضم شدہ اضلاع سے تعلق رکھنے والے طالبعلموں کے لیے مختص نشستیں کم کر دیں جس پر لاہور میں طلبا ہفتہ بھر احتجاج کرتے رہے۔
- تعلیم کی صورتحال کی سالانہ رپورٹ 2021 میں بتایا گیا کہ سکول جانے کی عمر والے تقریباً 19 فیصد بچے سکول نہیں جا رہے۔

صحت

- کووڈ 19 کی مختلف اقسام سارا سال سامنے آنے کے ساتھ ساتھ نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر سخت تر ویکسینیشن مہم چلاتا رہا۔
- پنجاب، خیبر پختونخوا، آزاد جموں و کشمیر اور اسلام آباد دارالحکومتی علاقہ میں قومی صحت کارڈ یا قومی صحت کارڈ سکیم شروع کی گئی۔ یہ پروگرام پینل میں شامل ہسپتالوں میں شعبہ اندرونی مریضاں میں مریضوں کو صحت کی سہولیات تک مفت رسائی فراہم کرتا ہے۔
- اکتوبر میں ڈینگی کے کیسز سامنے آنا شروع ہوئے، اور 2011 کی ڈینگی کی وبا جیسی صورتحال پیدا ہونے کے خدشے ظاہر ہونے لگے۔ جون کے اوائل میں لاہور کے ڈینگی کی افزائش کے مرکزی علاقوں سے ڈینگی لاروا کے خاتمے کی مہم شروع کرنے کے باوجود محکمہ صحت اِس بیماری کے پھیلاؤ کو موئثر طریقے سے روکنے میں ناکام رہا۔
- تھرپارکر میں 2021 میں کم از کم 115 افراد نے خودکشی کی جن میں سے 68 خواتین تھیں۔ زیادہ تر افراد ہندو برادری سے ہیں۔

رہائشی سہولیات اور ماحول

- لاہور نے نومبر میں دنیا کا آلودہ ترین شہر ہونے کا اعزاز حاصل کیا جب سموگ نے شہر اور اس کے اطراف کو معمول سے پہلے ہی لپیٹ میں لے لیا۔
- ماہرینِ ماحولیات اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے راوی ریور فرنٹ اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کو ختم کرنے کے عدالتِ عالیہ لاہور کے فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ عدالت نے راوی اربن ڈیویلپمنٹ اتھارٹی ایکٹ 2020 کی کئی دفعات کو غیر آئینی اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے متصادم قرار دیا تھا۔
- کراچی میں انسدادِ تجاوزات مہم کے نتیجے میں شہر کے تین بڑے نالوں کے کنارے تعمیر سینکڑوں مکانات کو مسمار کر دیا گیا، جس سے شہر کاری (urbanization) کے کئی ماہرین کی اِس رائے کو تقویت ملی کہ یہ مہم غریبوں کے خلاف تعصب پر مبنی ہے۔
- ایک تحقیق سے پتا چلا کہ بلوچستان میں بارشوں میں شدید کمی آئی ہے اور کوئٹہ کی آبادی کے ایک بڑے حصے کو 2025 تک پینے کا پانی میسر نہیں ہوگا۔

پنجاب

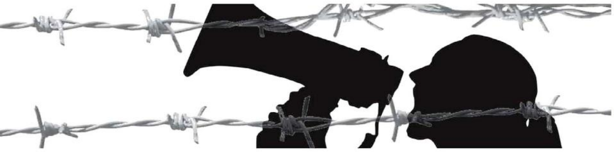

کلیدی رجحانات

- سال کا بیشتر حصہ صوبہ، مقامی حکومت کے نمائندگان سے محروم رہا۔ ان کی بحالی سپریم کورٹ کی مداخلت کے بعد ہوئی۔
- پنجاب اسمبلی نے مفادِ عامہ کی ایک قرارداد منظور کی کہ ختم نبوت (سلسلۂ نبوت کا منقطع ہو جانا) پر ایمان کا ایک حلف نامہ نکاح (شادی) کی دستاویزات میں شامل کیا جائے۔
- اِس سال کو تحریک لبیک پاکستان کے پُرتشدد احتجاجوں کے لیے یاد رکھا جائے گا، اس سلسلے کا اختتام اِس گروہ کے مطالبات تسلیم کرتے ایک معاہدے پر ہوا۔
- سیالکوٹ میں، سری لنکا کے شہری، پریانتھا دِیاوَدانا، کی ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت نے سارے ملک کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ واقعہ عالمی خبر بنا۔
- 14 اگست کو لاہور میں ہجوم کے ہاتھوں ایک خاتون کو ہوا میں اُچھالنے، بے لباس کرنے اور ان سے دست درازی کا چونکا دینے والا واقعہ پیش آیا، اس سے عوامی مقامات پر خواتین کے غیر محفوظ ہونے کا معاملہ ایک بار پھر توجہ کا مرکز بنا۔
- انسانی حقوق کے محافظوں نے سکولوں میں یکساں قومی نصاب کے نفاذ اور اس کے صریح مذہبی مواد پر تشویش کا اظہار کیا۔
- مسلسل دوسرے برس بھی کووِڈ-19 وبا نے لوگوں کی نقل و حرکت کو محدود کیے رکھا، حکومت نے بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے لاک ڈاؤن لگائے۔
- پنجاب حکومت نے خواجہ سرا اشخاص کے لیے ماہانہ وظیفے کا اعلان کیا۔
- قتل پر منتج ہونے والے گھریلو تشدد کے واقعات میں 2021ء میں اضافہ دیکھا گیا۔
- لاہور دُنیا کے آلودہ ترین شہروں میں شامل رہا، ہوا کا بدترین معیار نومبر 2021ء میں رکارڈ کیا گیا۔
- نیشنل ہیلتھ کارڈ یا قومی صحت کارڈ سکیم سال 2021ء کے آغاز میں پنجاب میں متعارف کروائی گئی۔ ہدف تھا کہ سال 2021ء کے اختتام تک اس کے ذریعے سارے صوبے میں مکمل تحفظ مہیا کر دیا جائے گا۔
- پنجاب حکومت نے صوبے کے پس ماندہ طبقات کو رہائشی سہولیات مہیا کرنے میں کوئی نمایاں پیش رفت نہ کی حالانکہ وزیرِاعلیٰ عثمان بُزدار نے وعدہ کیا تھا کہ پنجاب کے 32 اضلاع میں 10 ہزار رہائشی مکانات تعمیر کیے جائیں گے۔
- پنجاب اسمبلی نے پنجاب انفورسمنٹ آف ویمن پراپرٹی رائٹس ایکٹ 2021ء منظور کیا جو ایک خوش آئند قدم

تھا۔اس قانون کی مدد سے وراثتی حصے سے محروم کردی گئی خواتین اپنا حق حاصل کرسکتی ہیں۔

- پنجاب حکومت کے میگا ترقیاتی منصوبے، دی راوی ریور اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ، کوکاشت کاروں کے حقوق کی پامالی، ماحولیاتی تشخیص پر پورا نہ اُترنے اور زمین کے حصول کی شرائط پوری نہ کرنے کی بنیاد پر عدالتوں میں چیلنج کیا گیا۔

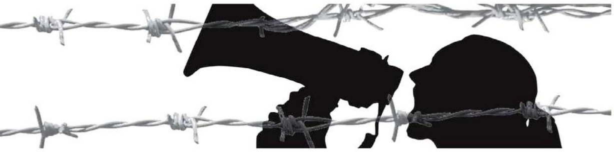

عمومی جائزہ

سال 2021ء میں پنجاب میں انسانی حقوق کی صورت حال متشدد انتہا پسندی اور اظہارِ رائے، سوچ اور مذہب کی آزادی پر قدغنوں کے سبب بگڑی رہی۔ سیالکوٹ میں کام کرنے والے سری لنکن شہری کی ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت اور رحیم یار خان میں آٹھ برس کے ہندو لڑکے پر عائد کیے جانے والے توہینِ مذہب کے اِلزامات نے انتہا پسندی کے مسئلے کو اُجاگر کیا۔

2021ء میں تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے کارکنان نے متواتر صوبے بھر میں روزمرّہ زندگی درہم برہم کیے رکھی، یہ لوگ فرانس میں مقدس ہستیوں کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاجاً فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کرنے اور فرانس سے درآمدات پر پابندی کا مطالبہ کررہے تھے۔ 18 اپریل کو لاہور میں پولیس اور ٹی ایل پی کارکنان کے مابین ہونے والے تصادم کے نتیجے میں تین لوگ ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوگئے۔ ایک پولیس والے کو یرغمال بنالیا گیا اور اورنج لائن ٹرین سروس میں خلل ڈالا گیا۔ اکتوبر میں آنے والی تشدد کی ایک اور بلا جواز لہر کے بعد 31 اکتوبر کو حکومت، ٹی ایل پی کے ساتھ 'معاہدے' پر پہنچ گئی۔ لوگوں کے جاننے کے حق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت نے اس معاہدے کی تفصیلات عام کرنے سے انکار کردیا۔ تاہم آئندہ دِنوں میں ہوئی چند پریشان کُن پیش رفتوں میں لوگوں کو اس خفیہ معاہدے کی کچھ جھلکیاں دِکھائی دیں۔

ستمبر میں پنجاب اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس کے تحت صوبائی حکومت کے دفاتر میں ختم نبوت سے متعلق آیاتِ قرآنی اور احادیث آویزاں کرنے کو کہا گیا۔ اکتوبر میں اسمبلی نے یہ قرارداد بھی منظور کی کہ ختم نبوت (سلسلۂ نبوت کا منقطع ہوجانا) پر ایمان کا ایک حلف نامہ نکاح (شادی) کی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے۔ قرارداد میں تجویز پیش کی گئی

18 اپریل کو لاہور میں ٹی ایل پی اور پولیس کے درمیان تصادم میں تین افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے

کہ ختم نبوت کے سرٹیفکیٹ کو دُلھا، دلھن، اُن کے گواہان اور نکاح خواں کے لیے لازمی قرار دیا جائے۔

مزید یہ کہ یکساں قومی نصاب کو پنجاب کے سکولوں میں نافذ کیا گیا۔ اس نصاب کا ایک پہلو یہ ہے کہ سکولوں میں طلبہ کو قرآن مجید کی تعلیم ابتدائی جماعت سے لے کر پانچویں جماعت تک دی جائے۔ ماہرین تعلیم نے قرار دیا کہ برداشت اور رواداری ایسے موضوعات مذہبی تعلیمات کے ساتھ خلط ملط کر دیے گئے ہیں اور اسلامی اصولوں کو اسلامیات کے مضمون کے علاوہ دیگر مضامین میں بھی شامل کر دیا گیا ہے؛ جب یہ مواد متنوع مذہبی پس منظر رکھنے والے طالب علموں کو پڑھایا جائے گا تو یہ سیکولر تعلیم کی روح کے منافی ہوگا۔

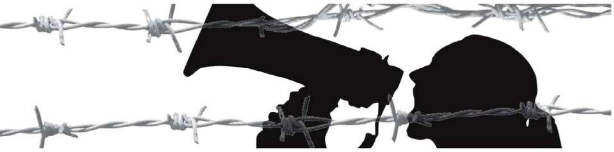

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

تیسرے پارلیمانی سال 2021ء میں پنجاب اسمبلی نے کل 58 قانونی مسوّدے (بل) منظور کیے۔ صوبائی اسمبلی کی جانب سے منظور کیے جانے والے اکثر قانونی مسودوں کا تعلق نجی یونیورسٹیوں کے قیام سے تھا۔ ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور پنجاب ہائیر ایجوکیشن کمیشن نے اعتراض کیا کہ ان کی منظوری قواعد وضوابط اور ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے طریقہ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے دی گئی۔ اسمبلی میں اس حوالے سے سنجیدہ خدشات اٹھائے جانے اور وزیر اعظم کی مداخلت کے بعد، ان قانونی مسوّدوں کو جانچ پرکھ کے لیے ایک خصوصی کمیٹی میں تو بھیجا گیا لیکن انھیں ہائیر ایجوکیشن سے متعلق قائمہ کمیٹی کو نہ بھجوایا گیا۔

ستمبر میں پنجاب اسمبلی نے ایک قرارداد کی منظوری دی جس میں ختم نبوت سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کو صوبائی حکومت کے دفاتر میں آویزاں کرنے کو کہا گیا۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ اُن آیات اور احادیث جن میں حضرت محمدﷺ کو آخری نبی قرار دیا گیا ہو اور ان کے تراجم کو سرکاری دفاتر میں نمایاں جگہوں پر آویزاں کرنے کے ساتھ ساتھ شاہراہوں اور اضلاع کے داخلی راستوں پر بھی آویزاں کیا جائے۔

اسی جذبے کے تحت اسمبلی نے اکتوبر میں مفاد عامہ کی ایک اور قرارداد منظور کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ عقیدہ ختمِ نبوت پر ایمان کا حلف نامہ، نکاح کی دستاویزات کا حصہ بھی بنایا جائے۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ اس میں تجویز دی گئی کہ عقیدۂ ختم نبوت کا سرٹیفکیٹ دُلھا، دُلھن، نکاح کے گواہان اور نکاح خواں کے لیے بھی لازمی ہونا چاہیے۔ قرارداد میں کہا گیا کہ 'پنجاب اسمبلی حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس حلف نامے کو نادرا اور پاسپورٹ کے حصول کی دستاویزات میں بھی شامل کرے تاکہ مسلم اور غیر مسلم (قادیانی، احمدی وغیرہ) کے مابین امتیاز کیا جا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے واضح طور مسلم عائلی قوانین آرڈیننس مجریہ 1961ء کے سیکشن 10 اور 8 کے تحت نکاح نامے کا حصہ بنایا جائے' [منقول]۔ مزید برآں، پنجاب اسمبلی نے 23 نومبر کو ایک قرارداد منظور کی جس کے تحت نجی و سرکاری سکولوں میں تعلیمی دن کے آغاز پر (اسمبلی آور میں) قرآن کی تلاوت کو لازمی قرار دیا گیا۔

پنجاب اسمبلی نے دی پنجاب انفورسمنٹ آف ویمنز پراپرٹی رائٹس ایکٹ 2021ء منظور کیا۔ یہ ایک خوش آئند قدم ہے۔ اس قانون کی مدد سے وراثتی حصے سے محروم کی گئی خواتین اپنا حق حاصل کر سکتی ہیں۔ قانون کے مطابق، اس کی شکایت محتسب سے کی جا سکتی ہے، جس کے اختیارات، کام اور عمل داری وہی ہے جو پروٹیکشن اگینسٹ ہراسمنٹ آف ویمن ایٹ دی ورک پلیس ایکٹ 2010ء کے تحت محتسب کو حاصل ہے۔ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ قانون خواتین کو وراثت میں ان کا جائز حصہ دِلا پاتا ہے اور رجعتی رسم و رواج اس قانون کے موثر اطلاق میں رُکاوٹ تو نہیں بنتے۔

انصاف کی فراہمی

لاہور ہائی کورٹ (ایل ایچ سی) نے سال کا آغاز 188,176 زیرِ التوا مقدمات سے کیا۔ 148,436 نئے مقدمات دائر ہوئے جب کہ 149,362 مقدمات نپٹائے گئے۔ دسمبر 2021ء کے اختتام تک زیرالتوا مقدمات کا میزان 187,255 تھا۔ پنجاب کی ضلعی عدالتوں میں سال کے آغاز پر 137,2879 مقدمات زیرالتوا تھے۔ نومبر 2021 کے اختتام تک ان عدالتوں میں 2,826,774 نئے مقدمات دائر ہوئے۔ 2,904,745 مقدمات کا فیصلہ ہوا۔ زیرالتوا مقدمات کا میزان 1,313,669 رہا۔

گزشتہ برسوں کی طرح، عدالتوں نے جرائم کے لیے پھانسی کی سزا دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک نجی سکول کے پرنسپل کوتوہین مذہب کے جرم میں ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C (پاکستان پینل کوڈ، سیکشن 295-C) کے تحت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشنز عدالت کی جانب سے موت کی سزا سنائی گئی۔

انصاف کی فراہمی میں تاخیر کی ایک مثال یہ تھی کہ لاہور ہائی کورٹ نے گیارہ برس جیل میں گزار دینے والے ننکانہ کے رہائشی لیاقت علی نامی ایک شخص کو بری کیا۔ اسے توہین مذہب کے الزام میں عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ ریاستی وکیل اور دیگر وُکلا نے اس کا مقدمہ لڑنے کے لیے ماتحت عدالت (ٹرائل کورٹ) میں پیش ہونا بند کر دیا تھا، اس کے بعد اُس نے اپنا مقدمہ خود لڑا، لیکن اُسے عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ نے 2021ء میں اُس کی اپیل سنی، ایک ریاستی وکیل مقرر کیا اور مقدمے کی سماعت کے بعد ماتحت عدالت سے سنائی جانے والی سزا کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔

جانوروں کے حقوق کے بارے میں ایک اہم بحث کا آغاز اُس وقت ہوا جب آوارہ کتوں کو مارنے کے خلاف مفادِ عامہ کی ایک درخواست کی سماعت کے دوران لاہور ہائی کورٹ نے آوارہ کتوں کو گولی مارنے کے موجودہ طریقہ کار پر سوال اٹھایا۔ عدالت نے پنجاب حکومت کو ہدایت دی کہ وہ آوارہ کتوں کو خصّی کرنے اور ان کی ویکسینیشن کے عمل کو قانون کی شکل دینے کو یقینی بنائے۔

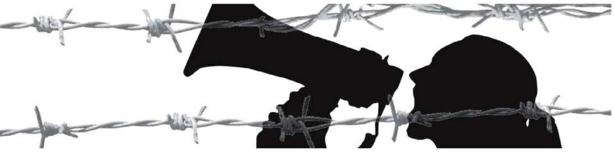

قانون کا نفاذ

امنِ عامہ کی صورت حال

2021ء میں ہونے والے جرائم کی مکمل تفصیل مندرجہ ذیل جدول میں مہیا کی جارہی ہے۔

جرم کی نوعیت	**2021**ء میں کیسوں کی کل تعداد
قتل	مرد=3,287 خواتین=1092
عصمت دری/ ریپ	4,329
اجتماعی عصمت دری	269
کم عمروں کی عصمت دری	193
غیرت کے نام پر قتل	197
گھریلو تشدد	753
تیزاب گردی	مرد=6 خواتین=28
توہین مذہب	426
پولیس افسران کے خلاف کیس	580
پولیس مقابلے	294

ماخذ: پنجاب پولیس، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی معلومات کی درخواست کے جواب میں

ماورائے عدالت قتل

2019ء میں محکمہ انسدادِ دہشت گردی (کاؤنٹر ٹیرر اِزم ڈپارٹمنٹ) کے اہل کاروں نے چار لوگوں کو ساہیوال میں 'دہشت گردوں' سے مقابلہ قرار دے کر ہلاک کر دینے کا دعویٰ کیا، اِس واقعے میں ایک نوجوان بچی بھی اپنے والدین سمیت جان سے گئی۔ اکتوبر 2021ء میں اس مقدمے میں ایک دُکھ بھری پیش رفت ہوئی اور انسدادِ دہشت گردی کی ایک عدالت نے اِس واقعے کے ذمہ دار چھ کے چھ اہل کاروں کو بری کر دیا۔ بعدازاں پنجاب حکومت نے اِن ملزمان کی برّیت کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ اس پر فیصلے کا انتظار ہے۔

پنجاب بھر میں روایتی جعلی پولیس مقابلوں کا سلسلہ جاری رہا، اگر چہ بظاہر اِس طریقہ کار کو روکنے کے لیے کچھ کوششیں بھی نظر آئیں۔ ایک اعلیٰ سطحی اختیاراتی کمیٹی نے اٹک پولیس کے 23 اہل کاروں کو، دو سب ڈویژنل پولیس افسروں اور دو سٹیشن ہاؤس افسروں سمیت، 'جعلی پولیس مقابلے' کا مرتکب قرار دیا، اس مقابلے میں ایک مبینہ کار چور کو گولی مار کر ہلاک اور دوسرے کو زخمی کیا گیا تھا۔

تبادلے

پنجاب کی اعلیٰ افسرِ شاہی میں اُکھاڑ پچھاڑ کرتے ہوئے پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی حکومت نے ستمبر 2021ء میں ایک بار پھر پولیس کے سربراہ کو تبدیل کرتے ہوئے انعام غنی کی جگہ پر سردار علی خان کو انسپکٹر جنرل پولیس تعینات کیا۔ خان تین برسوں میں اس عہدے پر تعینات ہونے والے ساتویں سربراہ تھے۔ نومبر 2021ء میں حکومت نے لاہور کے متعدد علاقائی اور ضلعی پولیس افسران کا تبادلہ، ٹی ایل پی کے متشدد جلوس سے درست طور پر نپٹنے میں ناکامی پر، کیا۔ پنجاب بھر میں بارہ سینئیر افسران کا تبادلہ کیا گیا۔

پنجاب بھر کے تمام محکموں کا انتظامی ڈھانچا اور ہر شعبے میں سرکاری افسران کی کارکردگی تبادلوں کی اس غیر معمولی تعداد کی وجہ سے متاثر ہوئی۔ حکومت نے افسران کا جلدی جلدی تبادلہ کرنے کی پالیسی سے تنقید کو دعوت دی۔ پولیس کے سینیئر افسران نے شکایت کی کہ مدتِ ملازمت میں موجود عدم استحکام کی وجہ سے پولیس مؤثر کارکردگی نہیں دِکھا پاتی اور افسران کا مورال بھی متاثر ہوتا ہے۔

قید خانے اور قیدی

مندرجہ ذیل جدول جیلوں میں موجود قیدیوں کی تعداد بیان کرتا ہے

اعداد وشمار	تعداد
کل جیلیں	43
منظور شدہ گنجائش	36,806
موجود تعداد	51,704
سزا یافتہ	15,660
سزائے موت کے قیدی	247
زیر التوا مقدمات میں قیدی	33,601

مرد	50,184
خواتین	865
نوعمر/ کم عمر	655

ماخذ: پنجاب پولیس، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی معلومات کی درخواست کے جواب میں

اکتوبر میں پنجاب حکومت نے صوبے بھر کی جیلوں کے لیے 5.5ارب روپوں کے ایک پیکج کا اعلان کیا۔اس پیکج کا مقصد جیلوں کی بہتری اورانہیں مزید ہمدردانہ بنانا تھا۔تاہم ،فرسودہ جیل ضوابط سے نجات پانے کی تجاویز ایک برس سے کابینہ کی منظوری کی منتظر ہیں۔

نیوز ویک میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ پنجاب بھر کی جیلوں میں موجودخواتین کی حالت زار کچھ یوں بیان کرتی ہے:'محکمہ جیل خانہ جات پنجاب کے مطابق،صوبے کی تمام 41 جیلوں میں اپنے مقدمات کے فیصلے کی منتظر 921 خواتین قیدیوں میں سےصرف 16 کوکسی قِسم کی ریاستی قانونی معاونت حاصل ہے، جب کہ 905ایسی ہیں جنہیں ایسی کوئی مدد مہیا کی جاتی ہے۔' یہ رپورٹ مزید انکشاف کرتی ہے کہ کسی بھی قِسم کی قانونی امداد کے بغیرسزا پانے یا مقدمات کا سامنا کرنے والی خواتین کی سب سے زیادہ تعداد 130 ہے۔یہ لاہور کی سنٹرل جیل میں قید ہیں۔ راولپنڈی سنٹرل جیل میں ایسی قیدیوں کی تعداد 129، ملتان خواتین جیل میں 90اور فیصل آباد سنٹرل جیل میں 80 ہے۔

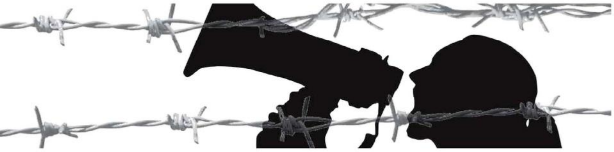

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

مسلسل دوسرے برس، کووِڈ 19 وبا کا زور باقی رہا، ہر آنے والی نئی لہر پچھلی لہر سے زیادہ متعدی ثابت ہوئی، حتیٰ کہ سال کے آخر میں اومی کرون ویریئنٹ کی ،نسبتاً نرم، پانچویں لہر نے ملک بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وائرس نے لوگوں کے نقل وحرکت اور میل ملاپ کے حق پر قدغن لگائی۔

کووِڈ-19 کی تباہ کن نت نئی شکلوں کا سراغ لگانے اور ان کا پھیلاؤ روکنے کے لیے محکمہ صحت پنجاب نے وقفے وقفے سے زیادہ خطرے کے شکار علاقوں میں سمارٹ لاک ڈاؤن کا نفاذ کیا--- شہروں میں اطراف واکناف کے محلوں میں اور صوبے کی سطح پر ضلع وار۔ جون اور اگست میں آنے والی عیدوں کی چھٹیوں میں صوبے بھر میں مکمل لاک ڈاؤن نافذ کیا گیا۔ عوامی ٹرانسپورٹ اور سیاحتی مقامات بند کر دِیے گئے، پولیس، رینجرز اور فوج کے اہل کاروں کو شہروں کے داخلی وخارجی راستوں پر تعینات کیا گیا۔

اکتوبر میں سکول، کالج، شادی ہالوں اور دیگر عوامی مقامات کو کھولنے کے فیصلے کے بعد وبا کا شکار ہونے والوں کی تعداد میں اچانک بڑا اِضافہ دیکھنے میں آیا، اس کے بعد صوبائی حکومت نے پنجاب کے تمام 36 اضلاع میں مائیکرو لاک ڈاؤن نافذ کر دیا۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق، پنجاب حکومت نے اکتوبر تک صوبے بھر میں 856 مائیکرو سمارٹ لاک ڈاؤن لگائے۔ تاہم، ان سخت اِقدامات سے قطع نظر، صوبائی حکومت عوامی مقامات --- بازاروں، شادیوں اور جلسے جلوسوں میں --- اور نجی دفاتر میں کسی معیاری طریقہ کار (سٹینڈرڈ آپریٹنگ پروسیجر) کے نفاذ میں ناکام رہی۔

خواتین کے لیے نقل وحرکت کی آزادی

دو خواتین اور ایک چھوٹی بچی، 14 اگست 2021ء کے روز لاہور کے گریٹر اقبال پارک کے نزدیک ایک رکشا میں سفر کر رہی تھیں کہ کچھ لڑکوں نے انھیں فحش اشارے کیے۔ اس واقعے کی وائرل ہو جانے والی وِیڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک لڑکے نے موٹر سائیکل سے چھلانگ لگائی اور چلتے ہوئے رکشے میں خاتون کو جنسی طور پر ہراساں کیا۔ ایس ایچ او غلام عباس کی شکایت پر اِس واقعے کا مقدمہ درج کیا گیا۔

اُسی روز اِسی علاقے میں ایک اور خاتون کے ساتھ ہجوم نے جو بدسلوکی کی اُس سے یہ بات دوبارہ پوری شدت سے ثابت ہوئی کہ خواتین آزادی سے نقل وحرکت نہیں کر سکتیں--- چاہے وہ کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا چاہیں یا یومِ آزادی کی تقریبات میں شامل ہونا چاہیں۔ اس طرح کی سرگرمیاں صرف مردوں ہی کا حق سمجھی جاتی ہیں۔

ایگزٹ کنٹرول لسٹ

لاہور ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ نقل وحرکت کے حق کو زندگی کے حق سے جُدا نہیں کیا جاسکتا اوراس حوالے سے 'انتظامی اختیار عدالتی نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔' عدالت نے یہ حکم اُس درخواست پر دیا جوایک سیکیورٹیز کمپنی کے چیف ایگزیکٹو آفیسر کے بیوی بچوں نے دائر کی تھی، انھوں نے وزارتِ داخلہ کے اُس حکم کو چیلنج کیا تھا جس کی رو سے ان کے نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں ڈالے گئے تھے۔ کمپنی نیب کے ایک ریفرنس کا سامنا کررہی تھی جس میں اس پر غبن کا الزام عائد کیا گیا تھا۔

سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی

دسمبر 2021ء میں سیالکوٹ کی ایک انڈسٹریل انجنیئرنگ فیکٹری کے سری لنکن جنرل مینیجر، پریانتھا دِیاوَدانا کی ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت نے ساری دُنیا کو جھنجھوڑ کررکھ دیا۔ دِیاوَدانا پر اِلزام عائد کیا گیا کہ اُنھوں نے مبینہ طور پر توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا اور مذہبی عبارتوں والے پوسٹر پھاڑ پھینکے تھے۔ اطلاعات کے مطابق، ان پر تشدد کرنے کے بعد اُنھیں موت کے گھاٹ اُتارا گیا اور پھر اِن کی لاش کو آگ لگادی گئی۔ حقوق انسانی کے علم برداروں نے اس واقعے کو ناقابل تصور حد تک وحشیانہ قرار دے کر اس کی فوری شفاف تحقیقات کا مطالبہ کیا۔

4 اگست کو بھونگ شریف، ضلع رحیم یار خان میں ایک متشدد ہجوم زبردستی ایک ہندو مندر میں داخل ہوگیا، ہجوم نے ایک ہندو بچے پر مقدس صحائف کی بے حرمتی کا الزام عائد کرکے مندر میں توڑ پھوڑ کی۔ علاقے کے ایس ایچ او کو وقوعہ روکنے میں نااہلی پر معطل کردیا گیا۔ بعدازاں پولیس نے تین مختلف فرسٹ انفارمیشن رپورٹس (ایف آئی آر) سینکڑوں لوگوں

سری لنکا کے شہری پریانتھا دِیاودانا، جنھیں سیالکوٹ میں مبینہ طور پر مذہبی پیغامات پر مبنی پوسٹر اتارنے پر ہجوم نے قتل کردیا تھا، کی بیوہ اور بچے

کے خلاف درج کیس اور انھیں اس جرم کا مرتکب قرار دیا۔ سپریم کورٹ نے بھی اس واقعے پر از خود نوٹس لیا اور مقامی انتظامیہ سے اس وقوعے کے حوالے سے فوری رپورٹ طلب کی۔

ایک خوش آئند خبر سزائے موت کے منتظر ایک مسیحی جوڑے --- شگفتہ کوثر اور شفقت مسیح --- کی برّیت کی سامنے آئی، لاہور ہائی کورٹ نے انھیں ثبوت کی عدم دستیابی کی بنیاد پر جون 2021ء میں رہا کرنے کا حکم دیا۔ ان پر توہینِ مذہب کا اِلزام تھا اور ان لوگوں نے آٹھ طویل برس جیلوں میں گزارے۔ 4 اپریل 2014ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ C-295 اور اس کے علاوہ دفعہ 34 کے تحت فون پر توہین آمیز پیغامات بھیجنے کے جرم میں اس جوڑے کو سزائے موت سُنائی تھی۔

جبری تبدیلی مذہب

مذہبی اقلیتیں بدستور خوف بھری زندگی گزارنے پر مجبور رہیں، سنٹر فار سوشل جسٹس کے مطابق 2020ء میں جبری تبدیلی مذہب کے 20 کیسوں کے مقابلے میں 2021ء میں پنجاب میں ایسے کیسوں کی تعداد بڑھ کر 36 ہوگئی۔

اظہار رائے کی آزادی

ایک اور برس، میڈیا نمائندگان کو گھٹن زدہ حالات میں کام کرنا پڑا۔ انھیں ڈرایا دھمکایا گیا، جسمانی اور زبانی بدسلوکی کا نشانہ بنایا گیا اور انسدادِ دہشت گردی کے قانون تلے لاکر نشانہ بنایا گیا--- یہ صرف ایسے چند حربوں کا بیان ہے جن کا سامنا انھیں سارے پاکستان میں کرنا پڑا۔

گوجرانوالا سے تعلق رکھنے والے ایک وکیل منظور قادر بھنڈر نے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے روبرو ایک پٹیشن دائر کی کہ نامور صحافیوں، حامد میر اور عاصمہ شیرازی، کے خلاف غداری کا مقدمہ دائر کیا جائے۔ اس کے لیے جواز پیش کرتے ہوئے مئی کے مہینے میں ان لوگوں کی تقاریر کو اشتعال انگیز قرار دیا گیا۔ انھوں نے یہ تقاریر ساتھی رپورٹر، اسد علی طور کی حمایت میں کی تھیں، طور کو تین نامعلوم اشخاص نے 26 مئی 2021ء کو ان کے اپارٹمنٹ میں گھس کر تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔

خواتین پر لباس کی پابندی

طالبات کو ہدایت دی گئی کہ وہ کالج یا یونیورسٹی میں جینز نہ پہنیں۔ یونیورسٹی آف ایگری کلچر، فیصل آباد کے سب کیمپس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں، طالبات کے جینز پہننے کے خلاف 29 دسمبر کو ایک ہدایت نامہ جاری کیا۔ یہ پابندی ٹی شرٹ، بغیر بازوؤں کی شرٹ، مہین کپڑے سے بنی اور چست فٹنگ والی شرٹیں پہننے پر بھی عائد کی گئی اس کے علاوہ چمک دمک والے زیورات اور بھاری میک اپ بھی اس پابندی کی زد میں آئے۔ اس سے پہلے اسی یونیورسٹی نے سال کے شروع میں اعلان کیا تھا کہ ان کے ہاں 14 فروری (ویلنٹائن ڈے) کو 'سسٹرز ڈے' منایا جائے گا اور طالبات کو دوپٹے اور عبایہ

تحفے میں دِیے جائیں گے۔

اسی انداز میں 23 ستمبر 2021ء کو بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں 'تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ' کرنے کے لیے جینز پہننے پر پابندی عائد کردی گئی، خواتین میڈیکل افسران اور پیرامیڈیکل سٹاف کے لیے دوپٹے یا سکارف کی مدد سے سر ڈھانپنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ 'ممنوعہ' ملبوسات کی فہرست مفصل تھی اور اس میں جینز، ٹائٹس، چست لباس، کھلے لمبے بال، اونچی ایڑھی کے جوتے، نیل پالش، لمبے ناخن، بھاری چوڑیاں اور کھلے گلے والا لباس بھی شامل تھا۔

اجتماع کی آزادی

اپریل 2021ء میں اپنے رہنما سعد حسین رضوی کی گرفتاری کے بعد تحریک لبیک پاکستان کے کارکنان نے وقفے وقفے سے پنجاب اور باقی ملک میں معمول کی زندگی کو درہم برہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ سعد رضوی کو اُن احتجاجوں کی پیشوائی کرنے پر گرفتار کیا گیا جو فرانسیسی صدر ایمانویل میکخواں کے اکتوبر 2020ء میں دیے گئے ایک بیان کے خلاف فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کرنے کے لیے کیے جا رہے تھے۔ لاہور میں، مثال کے طور پر، 18 اپریل کو ٹی ایل پی کے کارکنان اور پولیس کے مابین ہونے والی جھڑپوں میں تین لوگ ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ ہجوم نے، جس کے پاس ہتھیار اور پٹرول بم تھے، ایک پولیس سٹیشن پر حملہ کر کے پانچ پولیس افسران کو یرغمال بنا لیا۔ ایسے ناواجب ہتھکنڈے استعمال کرنے کے باوجود ٹی ایل پی حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے میں کامیاب رہی۔

سال کے آغاز میں لوگ ہزارہ قومیت کے لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ کے خلاف احتجاج کرتے نظر آئے۔ کچھ عرصہ بعد نابینا حضرات اپنی ملازمتوں کے قوانین وضوابط مرتب کرانے کے لیے سڑکوں پر نکلے۔ پروگریسو سٹوڈنٹ کلیکٹو نے پنجاب یونی ورسٹی میں اپنے دو ساتھی طلبہ پر اسلامی جمعیت طلبہ کی طرف سے تشدد کیے جانے کے خلاف احتجاج کیا لیکن انتظامیہ نے ان کے جائز قانونی مطالبات پر کان نہ دھرا۔ اسی طرح مارچ میں مختلف کالجوں کے سینکڑوں طالب علموں نے پنجاب ایجوکیشن بورڈ کی طرف سے اعلان کردہ امتحانی شیڈول کے خلاف مظاہرہ کیا۔ طلبہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے خلاف نعرے بازی اور مطالبہ کر رہے تھے کہ انہیں اگلی جماعتوں میں ترقی آن لائن کلاسوں ہی کی بنیاد پر دی جائے۔

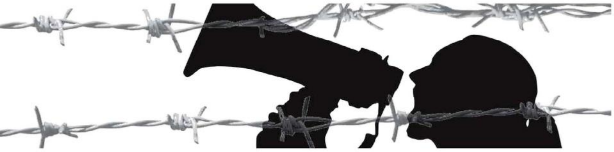

جمہوری پیش رفت

مقامی حکومتیں

مقامی حکومتوں کے ذریعے لوگوں کے حقوق کے فروغ اور تحفظ کو نظرانداز کرتے ہوئے پنجاب اکیس مہینوں تک مقامی حکومتوں کے بغیر رہا۔ عثمان بزدار انتظامیہ نے یہ نظام اکتوبر 2021ء میں اُس وقت بحال کیا جب سپریم کورٹ آف پاکستان نے 25 مارچ 2021ء کے اپنے حکم پر عمل درآمد نہ ہونے پر تنبیہ کی۔

سپریم کورٹ نے صوبے میں مقامی حکومتیں بحال کرنے کا حکم مارچ میں دیا تھا جب اس نے پی ٹی آئی حکومت کی طرف سے ان اداروں کی تحلیل کو پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2013ء کے تحت غیر آئینی قرار دے دیا۔ درخواست گُزاروں نے مقامی حکومتوں کی تحلیل کو چیلنج کیا تھا اور استدعا کی تھی کہ منتخب اراکین اپنی پانچ سالہ آئینی مدت پوری کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں (ان اداروں کی یہ مدت 31 دسمبر 2021ء کو مکمل ہونا تھی)۔

سکڑتا میدان اور اسمبلیوں کا کردار

اکتوبر 2021ء کے آخری دو ہفتے ٹی ایل پی کے احتجاجوں کی زد میں رہے۔ اس تعطل کا خاتمہ کرنے کے لیے حکومت نے ٹی ایل پی سے 31 اکتوبر 2021ء کو ایک 'معاہدہ' کیا۔ اس معاہدے کو حکومت کی شکست کی صورت میں دیکھا گیا کہ وہ ایک ایسے گروہ کے آگے جھک گئی جو اکثر ریاست کی رٹ کو چیلنج کرتا ہے اور مذہب کے نام پر تشدد کا پرچار کرتا ہے۔ اس بات کا خوف پیدا ہو گیا کہ یہ معاہدہ دوسری کالعدم تنظیموں کی حوصلہ افزائی اور ملک میں جمہوریت اور سیاسی کلچر کو ضعف پہنچانے کا سبب بنے گا۔

پی ٹی آئی حکومت نے ٹی ایل پی کو اپریل 2021ء میں انسدادِ دہشت گردی ایکٹ 1997ء کی دفعہ 11-B(1) کے تحت کالعدم قرار دے دیا تھا۔ تاہم اس کے باوجود یہ گروہ ملک میں جاری سرگرمیوں میں حصہ لیتا رہا، مثال کے طور پر جولائی 2021ء میں سیالکوٹ کے حلقہ پی پی 38 میں ہونے والے ضمنی انتخاب میں اس جماعت نے حصہ لیا۔

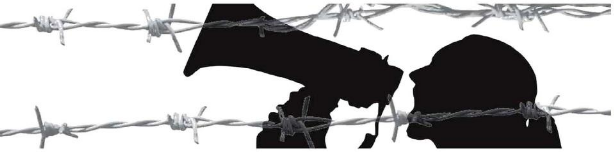

پس ماندہ افراد کے حقوق

خواتین

14 اگست 2021ء چار سو لوگوں سے زیادہ کے ایک ہجوم نے لاہور کے گریٹر اقبال پارک میں ایک نوجوان خاتون پر ہلا بول دیا۔ اس واقعے کی متعدد ویڈیوز بنائی گئیں جو بعد میں وائرل ہوگئیں۔ ان ویڈیوز میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مردوں کا ایک ہجوم اپنے دوستوں کے ساتھ ٹک ٹاک ویڈیو بنانے والی ایک لڑکی پر آ پڑا۔ انھوں نے اس لڑکی کو ہوا میں ایک دوسرے کی جانب اُچھالا، اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اس کے جسم کو چھوتے رہے۔ یہ سلسلہ اس لڑکی کو بچائے جانے سے پہلے کئی گھنٹوں تک چلتا رہا۔ اس واقعے کے فوراً بعد بہت سے لوگوں نے ٹویٹر پر NotAllMen# نامی ٹرینڈ کے ذریعے خود ستم رسیدہ خاتون ہی کو الزام دینا شروع کر دیا۔

یہ افسوس ناک واقعہ ملک میں انحطاط اور اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ریاست خواتین کے تحفظ میں مسلسل ناکام ہے۔ پنجاب ویمن ہیلپ لائن 1043 کے اعداد و شمار ایک مایوس کن حقیقت بیان کرتے ہیں، یہ ہیلپ لائن پنجاب کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن کے تحت چلائی جاتی ہے (نیچے مہیا کیا جانے والا جدول ملاحظہ ہو)۔ 2020ء کے برعکس، 2021ء میں اس ہیلپ لائن پر جمع شدہ مواد کے مطابق صنفی تشدد کی ہر شکل میں اضافہ ہی دیکھنے میں آیا، خاص طور پر گھریلو تشدد اور کام کی جگہوں پر اور آن لائن ہراسانی میں۔

سال	کل کالیں	مجرمانہ فعل			تشدد	
		قتل	عصمت دری	اغوا	گھریلو تشدد	دوسری جگہوں پر تشدد
2020	22,947	35	67	77	2,287	497
2021	24,296	33	69	106	3,481	563

سال	جائیداد کے معاملات			نقصان دہ روایات		خاندانی تنازعات		
	عمومی	وراثت	قبضہ	کم عمری کی شادی	زبردستی کی شادی	نان نفقہ	خلع	بچوں کی نگہبانی
2020	19	2196	269	64	141	371	183	155
2021	51	1939	479	84	92	441	186	209

سال	پیشہ			مالی مدد		شعبے		
	تنخواہ	پنشن	تبادلہ	قرضہ	دیگر	تعلیم	صحت	پولیس
2020	24	22	4	18	112	27	289	694
2021	24	24	2	12	62	26	217	706

سال	عمومی			ہراسانی		
	دیگر	بے بنیاد	دل لگی	کام کی جگہ پر ہراسانی	آن لائن ہراسانی	ہراسانی سے متعلق دیگر معاملات
2020	995	4989	5137	71	602	1562
2021	1,802	4172	4001	133	794	2437

سال	لاہور	راولپنڈی	فیصل آباد	ملتان	ڈیرہ غازی خان	ساہیوال	بہاولپور	گوجرانوالا	سرگودھا
2020	3,920	1042	768	740	167	229	442	424	406
2021	5,219	1432	980	854	213	358	421	576	387

ماخذ: پنجاب ویمن ہیلپ لائن 1043۔

گھریلو تشدد

مندرجہ بالا جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ خوش آئند بات یہ ہے کہ اب پہلے سے کہیں زیادہ خواتین گھریلو تشدد کو رپورٹ کرنے لگی ہیں: پنجاب کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن کی ہیلپ لائن پر 2020ء میں 2,287 کالیں موصول ہوئی تھیں جب کہ 2021ء میں ان کی تعداد بڑھ کر 3,481 ہو گئی، تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ جدول پاکستان میں خواتین کے خلاف ہونے والے ایسے تشدد کی کا حقیقی پیمانہ بھی ہمارے سامنے لاتا ہے۔

ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن کے جمع کردہ مواد سے 2021ء میں پنجاب میں خواتین کے خلاف ہونے والے جرائم میں سے سب سے زیادہ رپورٹ ہونے والے جرم یعنی گھریلو تشدد کے باعث ہونے والی اموات کی تعداد سامنے آتی ہے۔ صرف یکم جنوری سے پندرہ جنوری 2021 کے درمیان قتل کے تقریباً 12 کیسوں کا اندراج کرایا گیا۔ سال کے باقی حصے میں بھی اس جُرم کے ارتکاب میں کوئی کمی دیکھنے میں نہیں آئی۔ کووِڈ-19 کی پابندیاں اور وَبا سے جڑی بیروزگاری

اور مالی دباؤ سارے ملک میں گھریلو تشدد کے کیسوں میں اضافہ کی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

صنفی تشدد (GBV) کی دوسری اشکال

غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کو ایک ایسے کلچر میں جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا جہاں سزا کا خوف ہو اور نہ حکومت ایسے جرائم سے بچ نکلنے والوں (جی بی وی سروائیور) کو انصاف فراہم کر سکے ایک مشکل کام ہے۔ ایسڈ اینڈ برن کرائم بل 2017ء کی منظوری قومی اسمبلی نے سال 2018ء میں دی تھی اس کے باوجود نظام تیزاب حملوں کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے میں ناکام رہا۔ جون میں لاہور میں ایک نوجوان لڑکی کا جسم تیزاب پھینکنے سے جھلس گیا جب ایک شخص نے شادی سے انکار پر اُس پر حملہ کیا۔

خواجہ سرا

خواجہ سرا برادری کو با اختیار بنانے کی سمت ایک مثبت قدم کے طور پر پنجاب حکومت نے فیصلہ کیا کہ اس برادری کو ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی نے مساوات پروگرام کا اجرا کیا۔ اس پروگرام کے تحت چالیس برس سے زیادہ عمر کے خواجہ سرا افراد کو ماہانہ 3,000 اور اٹھارہ سے چالیس برس کے ایسے خواجہ سرا جو کسی معذوری کا شکار ہوں انھیں 2,000 روپیہ ماہانہ ادا کیا جائے گا۔ وظیفے کے حصول کے لیے خواجہ سرا کی نادرا (NADRA) کے ساتھ بطور 'خواجہ سرا' رجسٹریشن ضروری ہو گی اور معذوری کے شکار لوگوں کو معذوری کا مستند سرٹیفکیٹ مہیا کرنا ہوگا۔ پنجاب حکومت نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ خواجہ سرا برادری کے لیے صوبے کے ہر ضلع میں سکول کھولے گی۔

خواجہ سرا افراد کے خلاف کام کی جگہوں پر امتیاز برتے جانے کے معاملات بھی رپورٹ ہوئے۔ ایک خواجہ سرا نے اکتوبر میں لاہور ہائی کورٹ میں پٹیشن دائر کی کہ پولیس ملازمتوں میں خواجہ سراؤں کے خلاف امتیاز برتا جاتا ہے۔ انھوں نے عدالت سے استدعا کی کہ سی پی او کے دفتر (Central Police Office) کو ہدایت کی جائے کہ وہ گزشتہ دس برس میں ایک بھی خواجہ سرا کو ملازمت پر نہ رکھے جانے کے حوالے سے اپنی پوزیشن واضح کرے۔

بچے

جون کے مہینے میں لاہور کے ایک طالب علم نے الزام عائد کیا کہ مفتی عزیز الرّحمان نے، جس کا تعلق مذہبی علما کی ایک تنظیم، جمعیت علمائے اسلام سے ہے، اسے اور ایک دوسرے طالب علم کو امتحانات میں نقل کرنے کے الزام میں مدرسہ سے خارج کر دیا: مفتی نے اپنے اس فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے کے لیے شرط عائد کی کہ طالب علم اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرے۔ طالب علم نے جنسی حملے کی ایک ویڈیو بھی پولیس اور مدرسہ انتظامیہ کے ساتھ بطور ثبوت شیئر کی۔ طالب علم نے دعویٰ کیا کہ مفتی رحمان تین سال تک ہر جمعہ کے روز اسے جنسی نشانہ بناتا اور بلیک میل کرتا تھا۔ پولیس کی

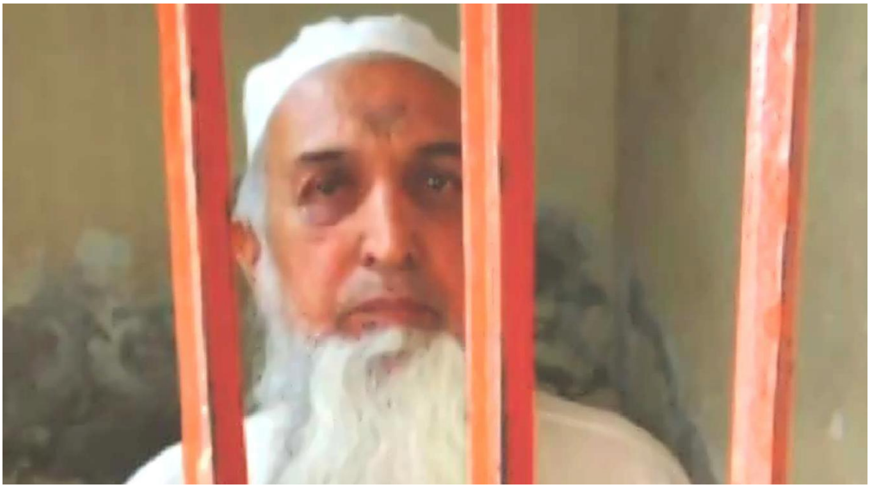

لاہور میں ایک طالب علم نے جے یو آئی۔ف کے سابق رہنما مفتی عزیز الرحمن پر جنسی زیادتی کا الزام عائد کیا

تفتیش میں رحمان قصوروار پایا گیا اور اکتوبر میں عدالت نے اُس پر فردِ جرم عائد کی۔

یہ 2021ء میں پنجاب میں سامنے آنے والا اس نوعیت کا واحد کیس نہیں تھا۔ بچوں کے تحفظ کی تنظیموں کے جمع کردہ مواد کے مطابق پاکستان میں اوسطاً دس بچے روزانہ جنسی زیادتی کا نشانہ بنتے ہیں۔ 2021ء کے پہلے چھ ماہ میں چاروں صوبوں سے جمع کیے جانے والے ڈیٹا کے مطابق بچوں سے زیادتی کے 1,896 کیس سارے پاکستان میں درج کرائے گئے---ان میں سے 1,084 کیس جنسی زیادتی، 523 اغوا اور 238 بچوں کی گمشدگی کے تھے۔ صوبوں کا شماریاتی مواد ظاہر کرتا ہے کہ درج کرائے گئے ان کیسوں میں سے 60 فیصد کا تعلق پنجاب سے تھا۔

یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ بچوں کے ساتھ زیادتی کا معاملہ رپورٹ ہونے والے ان کیسوں کے اعداد وشمار سے کہیں زیادہ گھمبیر ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسے معاملات کے حقیقی اعداد وشمار کہیں زیادہ ہیں۔ مفتی عزیز الرحمان کا کیس تو ریکارڈ پر آ گیا لیکن ایسے ہزاروں کیس ہیں جو رپورٹ نہیں ہوتے۔ اکثر کیسوں میں جرم کرنے کا انداز ایک جیسا ہی تھا: کسی بچے یا بچی کو اغوا کر کے جنسی زیادتی کا نشانہ بنانا (جون میں اوکاڑہ میں ایک پانچ برس کے بچے کو اغوا کیا گیا)، اور اس کے بعد اسے مار کر لاش کو ٹھکانے لگا دینا (جولائی میں دولڑکے اغوا کے بعد قتل کر دیے گئے اور ان کی لاشیں اوکاڑہ نہر میں پھینک دی گئیں)۔

چائلڈ لیبر

یوں محسوس ہوتا ہے کہ بچوں سے مشقت کا معاملہ صرف اس سلسلے میں بارہ جون کو بچوں سے مشقت کے خلاف عالمی دن ہی پر توجہ حاصل کر پاتا ہے۔ میڈیا وُزرا کے بیانات چلاتا ہے اور مزدوروں کے تحفظ کے لیے سرگرم اشخاص اس حوالے سے ہونے والے سیمیناروں اور ورکشاپوں میں کم عمر محنت کشوں کی حالتِ زار بیان کرتے ہیں۔ سال کے باقی حصے میں

یہ کوئی بھولا بسرا موضوع بن جاتا ہے۔کبھی کبھار نامکمل خبریں اس مسئلے کی سنجیدگی پر روشنی ڈالتی ہیں: 28 جون کو پاک پتن میں ریفریجریٹر مرمت کی ایک دُکان میں ہونے والے سلنڈر دھماکے میں ایک کم عمر محنت کش اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اس کا بھائی اس حادثے میں شدید زخمی ہو گیا۔ 29 جون 2021ء کو حمید پور کنورہ میں ایک ہیڈ مسٹریس کو کم عمر بچوں سے زبردستی تعمیراتی کام کرانے کے الزام میں نوکری سے برطرف کر دیا گیا۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹوں پر ایک ویڈیو وائرل ہوئی جس میں دیکھا جا سکتا تھا کہ ایک موٹر سائیکل مرمت کی ورکشاپ میں مالک اپنے کم عمر ملازم کو تشدد کا نشانہ بنا رہا ہے، پولیس نے 30 جون 2021ء کو اس موٹر سائیکل مکینک کو شاہدرہ سے گرفتار کر لیا۔

یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ گھروں میں، زراعت کے شعبے اور غیر رسمی کاروباروں میں بچوں کو بطور مزدور ملازم رکھا جاتا ہے اور انہیں کم اُجرت دی جاتی اور بدسلوکی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔تاہم حقوق کی انجمنوں اور صوبائی حکومت کے محکموں کی جانب سے اس پر کوئی جامع ڈیٹا جمع نہیں کیا جاتا تاکہ اس معاملے کی سنگینی کا اندازہ کیا جا سکے۔مزید، حقوق کی انجمنوں اور دیگر غیر منافع بخش اداروں کی رجسٹریشن پر عائد پابندیوں کے بعد بچوں کے حقوق، جن پر نگاہ رکھی جانی چاہیے، خلاف ورزیوں کا شکار ہیں۔

محنت کش

مسلسل دوسرے برس بھی محنت مزدوری کا شعبہ کووِڈ-19 کی وجہ سے متاثر ہوا۔بیروزگاروں کی شرح میں بڑا اضافہ دیکھنے میں آیا کیونکہ کمپنیوں نے چھانٹیاں کیں اس کے علاوہ اوسط سے کم آمدنی والے محنت کشوں کی آمدنیوں میں بھی کمی واقع ہوئی کیونکہ آجر کمپنیوں نے ان کی تنخواہوں میں کمی کر دی۔اوسط آمدنی والے بہت سے گھرانے کم آمدنی والے گھرانوں کی صف میں جا پہنچے۔ پنجاب حکومت نے محنت کشوں کی کم از کم تنخواہ 18,000 روپوں سے بڑھا کر 20,000 روپے ماہانہ کا اعلان کیا۔تاہم یہ اضافہ محنت کشوں کو بڑھتی ہوئی مہنگائی سے بچانے کے لیے کافی ثابت نہ ہوا۔

کسانوں کا احتجاج

راوی ریور فرنٹ منصوبے سے متاثر کسانوں کی بڑی تعداد نے اپنی زرعی زمینوں کو لینڈ ڈویلپرز کے مفاد میں حاصل کر لینے کے خلاف احتجاج کیا۔انھوں نے اپنی زمینوں کے لیے 200,000 روپے فی ایکڑ کی معمولی پیش کش کے خلاف احتجاج کیا، ان کا دعویٰ تھا کہ یہ ریٹ مارکیٹ ویلیو سے بہت زیادہ کم ہے۔

پنجاب میں کسانوں نے دھمکی دی کہ وہ بھی انڈیا کے کسانوں کی پیروی میں گندم کی امدادی قیمت، ٹیوب ویلوں کے لیے بجلی کے ٹیرف اور کھاد کی قیمتوں کے خلاف ٹریکٹر مارچ کریں گے۔دسمبر 2021ء میں اوکاڑہ اور قصور کی مقامی انتظامیہ نے تقریباً دو ہزار کسانوں کو لاہور میں داخل ہونے سے روک دیا۔ یہ لوگ گندم کے لیے 2,200 روپے فی من امدادی قیمت کا تعین کرنے، ٹیوب ویلوں کے لیے بجلی کے پرانے ٹیرف، 5.35 روپے فی یونٹ اور یوریا اور

کھاد کی مقررہ قیمت پر دستیابی کے مطالبات کر رہے تھے۔

کسان کارڈز

وزیراعظم عمران خان نے مئی 2021ء میں ملتان میں حکومت کی زراعت کی کایا کلپ کرنے کی سکیم کے تحت کسان کارڈ کا اجرا کیا۔ اس کارڈ کے تحت توقع تھی کہ کسانوں کو کھادوں، بیجوں اور زرعی دواؤں کی مد میں 117 ارب روپوں کی سبسڈی دی جائے گی، اس کے علاوہ اس کے ذریعے کسان قرضے حاصل کرنے اور فصلوں کی انشورنس کروانے کے قابل بھی ہوسکیں گے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

پنجاب کے وزیر اعلیٰ عثمان بزدار نے معذوری کے ساتھ جیتے افراد (پی ایل ڈبلیو ڈیز) کے لیے 3.5 ارب روپے کے ہم قدم پروگرام کا دسمبر 2021ء میں افتتاح کیا۔ یہ پروگرام پنجاب احساس پروگرام کا حصہ تھا، اس کے تحت معذوری کے جیتے 63,500 اشخاص کو 270 ملین روپوں کے بلا سود قرضے دیے جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے 100 ملین کی ایک اور سکیم کا اعلان بھی کیا جو وہیل چیئر، آلۂ سماعت اور معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے دیگر ضروری ساز و سامان مہیا کرنے پر خرچ کیے جائیں گے۔

پنجاب حکومت ایک قانون، امپاورمنٹ آف پرسنز وِدڈ فرنٹ ابلیٹیز ایکٹ 2021ء کا ڈرافٹ بھی تیار کر چکی ہے کہ اس کی مدد سے پی ایل ڈبلیو ڈیز کے حقوق کو یقینی بنایا جا سکے، اس مجوزہ قانون کے تحت پی ایل ڈبلیو ڈیز کو تمام سماجی و معاشی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ تاہم سال کے اختتام تک حکومت اس قانون کو اسمبلی میں پیش کرنے میں ناکام رہی۔

ایسے قوانین کے بارے میں بلند بانگ دعوں کے باوجود یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان کی اہمیت سطحی سے زیادہ نہ تھی کیونکہ جہاں ایسے قوانین کی خبریں معذوری کے ساتھ جینے والوں کے حوالے سے اخبارات میں شائع ہوتی ہیں وہیں کہیں سنجیدہ اور پریشان کن خبریں بھی انہی صفحات کی زینت بنتی رہیں: مارچ میں خصوصی ضروریات رکھنے والی ایک بچی کی عصمت دری کی گئی جبکہ ذہنی طور پر معذور ایک خاتون کو مارچ ہی میں فیصل آباد میں اجتماعی عصمت دری کا نشانہ بنایا گیا۔

بصارت سے محروم افراد کے لیے نوکریوں کا کوٹا

بصارت سے محروم افراد اس برس پھر سڑکوں پر نکلے، ان کا مطالبہ تھا کہ ان کے لیے مخصوص نوکریوں کے کوٹے کا اطلاق کیا جائے۔ اس سے قبل 2019ء اور 2014ء میں بھی یہ لوگ یہی مطالبہ لے کر سڑکوں پر نکلے تھے۔ احتجاج میں شامل ایک شخص نے روزنامہ ڈان سے بات کرتے ہوئے بتایا، 'گزشتہ چار، پانچ برس سے ہم لوگ روزانہ دہاڑی (ڈیلی ویجز) پر کام کر رہے ہیں' اور 'ہمیں متعدد بار یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ ہمیں کنٹریکٹ پر ملازمتیں دی جائیں گی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوتا۔'

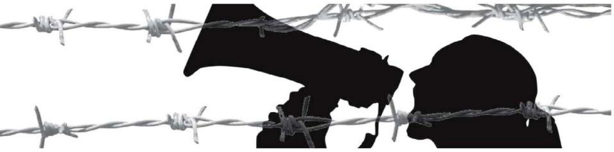

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

کووِڈ-19 کی وجہ سے 2020ء میں سکولوں کے کھلنے بند ہونے کا سلسلہ بالآخر اکتوبر 2021ء میں اُس وقت تھما جب سکول ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ، پنجاب نے تمام سرکاری و نجی تعلیمی اداروں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی عمومی تعلیمی سرگرمیاں بحال کر سکتے ہیں۔ تاہم، جب سکول دوبارہ کھلے تو وبا کی وجہ سے پیدا ہونے والی معاشی مشکلات کے سبب بہت سے سکولی بچے اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

جہاں حکومت بچوں، والدین، اساتذہ کو کووِڈ-19 وبا سے بچانے کے لیے تعلیمی ادارے بند کردینے پر مجبور ہوگئی وہیں حکومت نے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے بہت تھوڑا کام کیا کہ آن لائن تعلیم کا فائدہ تمام بچوں تک پہنچ سکے۔ ماہرین نے اس صورت حال میں تعلیمی بحران پیدا ہونے کا خدشہ ظاہر کیا--- کہ حکومت آئین کے آرٹیکل 25-A میں دی گئی اس بات کی ضمانت کو نبھانے میں ناکام دِکھائی دیتی ہے جس کے تحت اُسے 5 تا 16 سال کی عمر کے تمام بچوں کو لازمی مفت تعلیم مہیا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت تمام طلبہ کو انٹرنیٹ کی آسان اور مساوی رسائی مہیا کرنے میں بھی ناکام رہی۔

2021ء میں پاک الائنس آف میتھ اینڈ سائنس کی ایک رپورٹ The Missing Third کے عنوان سے شائع ہوئی، اس رپورٹ میں سکول نہ جانے والے بچوں (Out of School Children.OOSC) کے ضلع، صوبہ اور قومی سطح کے اعداد و شمار مہیا کیے گئے، یہ ڈیٹا پاکستان سوشل اینڈ لِونگ سٹینڈرڈ مژرمینٹ سروے برائے 2019/20 (Pakistan Social and Living Standards Measurements for 2019/20) سے لیا گیا۔ اس مطالعہ میں اندازہ لگایا گیا کہ پنجاب میں 5 سے 16 برس کی عمر کے 7.69 ملین (24 فیصد) بچے سکول نہیں جاتے، اِن میں سے 3.96 ملین (26 فیصد) لڑکیاں تھیں۔ تقریباً 96 فیصد نے بتایا کہ سکول اتنے مہنگے ہیں کہ وہ سکول جا ہی نہیں پاتے۔ رپورٹ میں بچوں کے سکول نہ جانے کی بڑی وجہ 'بچوں کی رضامندی نہ ہونا' بتائی گئی۔

رپورٹ بتاتی ہے کہ پنجاب کے ضلع راجن پور میں سکول نہ جانے والے بچوں کی سب سے بڑی شرح 48 فیصد ہے، اس کے بعد مظفر گڑھ ہے جہاں یہ شرح 43 فیصد ہے۔ صوبے کے 36 اضلاع میں، سکول نہ جانے والے بچوں کے حوالے سے دس بدترین اضلاع میں سے نو کا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے۔ سکول نہ جانے والے بچوں کے حوالے سے ضلع چکوال اور نارووال 9 فیصد شرح کے ساتھ سب سے نچلے درجے پر ہیں۔

یکساں قومی نصاب

وبا سے جڑے تعلیمی تعطل کے دوران میں، پنجاب حکومت نے اگست 2021ء میں سکول کھلنے پر، پنجاب بھر میں متنازع

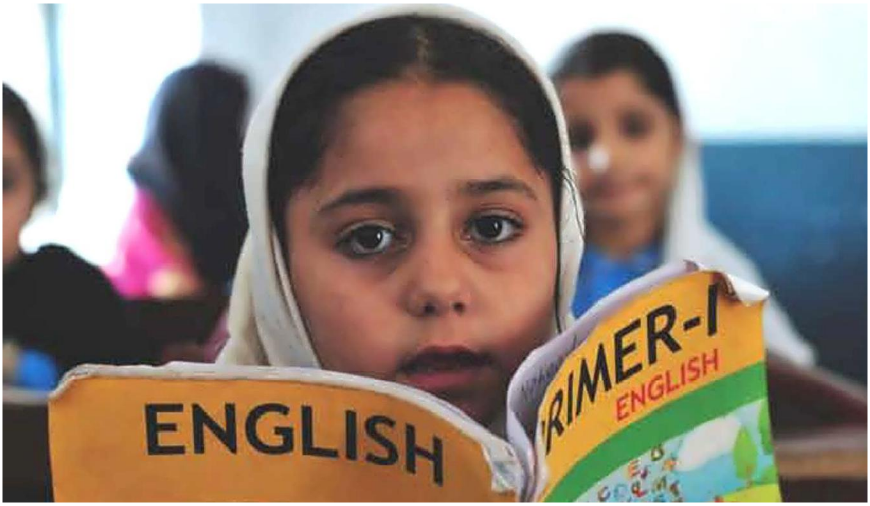

جب سکولوں نے اگست 2021 میں باقاعدہ کلاسز کا آغاز کیا تو پنجاب حکومت نے پنجاب میں متنازع واحد قومی نصاب نافذ کیا

یکساں قومی نصاب نافذ کر دیا، یہ نصاب پری پرائمری سے لے کر پانچویں درجے تک کے لیے تھا۔ حکومت نے اس نصاب کو ریاست اور سول سوسائٹی، خصوصاً مذہبی اقلیتوں کے مابین کسی اتفاقِ رائے کے بغیر ہی لاگو کر دیا۔ تعلیمی برس کے زیادہ تر حصے میں، سکولوں کے منتظمین نے دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اختیار کی، خصوصاً وہ سکول جہاں مذہبی اقلیت سے تعلق رکھنے والے بچے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ خاص طور پر اس حوالے سے شکوک کا شکار رہے کہ قرآن کی تعلیم اور اِس مضمون کے لیے اساتذہ کی خدمات کب اور کیسے حاصل کی جائیں۔ انسانی حقوق کا تحفظ کرنے والوں نے اس بارے میں اپنے تحفظات کا باجواز اظہار کیا کہ حکومت اس یکساں قومی نصاب کے ذریعے مذہب کی یک رخی شکل پیش کرتے ہوئے طلبہ کو سیکولر تعلیم کے حق سے محروم کر رہی تھی۔

سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے لاہور ہائی کورٹ کے حکم کے تحت ایک نوٹیفکیشن جاری کیا کہ 'سکولوں میں قرآن مجید/ناظرہ کی تعلیم بطور مضمون دی جائے؛' [منقول]۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی کے سربراہ اور ایک ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو مقرر کیا گیا کہ وہ سکولوں میں اس حوالے سے ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لے کر ایک رپورٹ مرتب کریں۔

اس کا بچوں، اساتذہ اور سکول انتظامیہ پر منفی اثر مرتب ہوا۔ ماہرِ تعلیم اور اس حوالے سے سرگرم رہنے والے پرویز ہود بھائی نے 4 دسمبر کو ڈان میں لکھا: 'مجسٹریٹ حضرات جن کے ساتھ رائفل بردار پولیس والے بھی ہوتے ہیں سکولوں میں گھس جاتے ہیں اور سات سے بارہ برس کی عمر کے بچوں سے تفتیش کرتے ہیں۔ ان بچوں کے استادوں کو یا تو کمرہ جماعت سے نکال دیا جاتا ہے یا انھیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ خاموشی سے ایک کونے میں کھڑے ہو جائیں۔ کچھ کیسوں میں تو سکول کے پرنسپلوں سے کہا گیا کہ وہ ذاتی طور پر خود صوبے کے مختلف حصے میں موجود حکام کے سامنے پیش ہوں۔'

صحت

کووِڈ-19 ویکسی نیشن

مارچ کے پہلے ہفتے میں صوبائی حکومت نے کووِڈ-19 کی ویکسی نیشن کا آغاز کیا۔ ابتدا میں ویکسی نیشن کی اس مہم نے زور پکڑنے میں کچھ وقت لیا۔ ویکسین کی قلت کی متعدد شکایات فیصل آباد اور لاہور میں سامنے آئیں، جہاں کئی ویکسی نیشن سنٹر اس لیے بند کرنا پڑے کہ ان کے پاس ویکسین کی مطلوبہ مقدار موجود نہ تھی۔

سال کے اختتام پر، کووِڈ-19 کی پانچویں لہر (اومی کرون) کے پھیلاؤ کے دوران سامنے آنے والی ایک سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا کہ صوبائی حکومت نے ابھی صوبے کے 25 اضلاع میں ساٹھ فیصد آبادی کو مکمل طور پر ویکسینیٹ کرنا ہے۔ لاہور، فیصل آباد اور گوجرانوالا ویکسی نیشن مہم کے حوالے سے کم تر کارکردگی دکھانے والے اضلاع تھے۔ یہی تینوں اضلاع ایسے تھے جو سب سے زیادہ خطرے کی زد میں تھے اور یہیں پر سب سے زیادہ کووِڈ-19 کے مریض سامنے آئے اور اموات واقع ہوئیں۔

پنجاب ڈِزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کے مطابق نومبر 2021ء تک، صوبے میں 66.907 ملین آبادی کے ہدف میں سے 26.885 (40.18 فیصد) ملین لوگوں کو مکمل طور پر ویکسین لگائی گئی۔ نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر نے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا کہ جن شہروں نے 60 فیصد سے زائد ویکسی نیشن کا ہدف حاصل کر لیا ہے وہ یکم نومبر سے معمول کی زندگی کو لوٹ سکتے ہیں۔ پنجاب میں اس معیار پر پورا اُترنے والا واحد شہر منڈی بہاء الدین تھا، اس کے بعد راولپنڈی اور جہلم بالترتیب چالیس سے ساٹھ فیصد اور لاہور 45 فیصد تک پہنچا۔

ڈینگی

گرمی کی لہر میں کمی واقع ہوتے ہی ڈینگی کیسوں کی رپورٹیں سامنے آنے لگیں۔ یہ وبا اکتوبر تک اتنا زور پکڑ چکی تھی کہ اس نے 2011ء میں ڈینگی وبا کے پھیلاؤ کی یاد تازہ کر دی۔ جون کے آغاز ہی میں لاہور میں ڈینگی لاروا کو اس کے جنم لینے کی جگہوں پر ختم کرنے کے لیے مہم چلائی گئی لیکن اس کے باوجود محکمہ صحت اس بیماری کے پھیلاؤ کو مؤثر انداز میں روکنے میں ناکام رہا۔

صحت کا بیمہ

خیبر پختونخوا اور آزاد جموں وکشمیر کے بعد، نیشنل ہیلتھ کارڈ یا قومی صحت کارڈ سکیم کا پنجاب میں اجرا 2021 کے آغاز میں کیا گیا۔ یہ پروگرام بغیر کسی ادائیگی کے پینل میں شامل اسپتالوں کے ذریعے اندرونی (ان ڈور) صحت کی سہولیات مہیا کرتا ہے۔ اس کے تحت ہسپتالوں میں داخلے اور دائمی بیماریوں مثلاً دِل اور گردے کی بیماری، ذیابیطس (شوگر)، ایچ آئی وی/ہیپاٹائٹس، اعضا کی خرابی، کینسر اور جلے ہونے کے علاج کی سہولیات دستیاب ہیں۔ پنجاب کی وزیرِ صحت یاسمین

راشد نے 13 دسمبر کو لاہور میں اس بات کی تصدیق کی کہ اب تک صوبے کے غریب ترین اضلاع، ساہی وال اور ڈیرہ غازی خان کے 3.3 ملین خاندانوں کو یہ کارڈ مہیا کیا جا چکا ہے۔

ذہنی صحت

دماغی عارضوں کو صحت کا مسئلہ تسلیم کرنے کا ایک خوش آئند قدم اس وقت دیکھنے میں آیا جب سپریم کورٹ نے فروری 2021ء میں کنیزاں بی بی، امداد علی اور غلام عباس، جو کہ بالترتیب 30،18 اور 14 برس سزائے موت کے انتظار میں کاٹ چکے تھے، کی سزا میں تخفیف کر دی۔ ان تینوں میں دماغی عارضے کے شدید علامات دیکھی گئی تھیں۔ عدالت نے پنجاب حکومت کو یہ ہدایت کی کہ وہ ان ملزمان کو جیل سے نکال کر پنجاب انسٹیٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ، لاہور منتقل کرے تاکہ ان کا علاج ممکن ہو سکے۔ عدالت نے قرار دیا کہ سزائے موت کے منتظر قیدی اگر اپنی سزا کے جواز کو سمجھ نہیں سکتے تو انھیں موت کی سزا دینے سے 'انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔'

رہائش

مئی میں وزیر اعلیٰ عثمان بزدار نے اعلان کیا کہ پنجاب کے 35 اضلاع میں ایسے 133 مقامات کی نشان دہی کر لی گئی ہے جہاں وزیر اعظم کی سستے گھر سکیم کے لیے گھر تعمیر کیے جائیں گے، سستے گھروں کی یہ سکیم پاکستان تحریک انصاف حکومت کے اُس وعدے کی تکمیل کے لیے شروع کی گئی تھی کہ وہ پاکستان بھر میں پس ماندہ طبقات کے لیے کم لاگت والے پچاس لاکھ گھر تعمیر کرے گی۔ وزیر اعلیٰ نے یہ بھی کہا کہ پنجاب پیری اربن لو کاسٹ ہاؤسنگ سکیم کے لیے منتخب کردہ 54 مقامات کو چُن لیا گیا ہے اور یہاں پنجاب حکومت اور نیا پاکستان ہاؤسنگ اینڈ ڈویلپمنٹ اتھارٹی منصوبے کے پہلے فیز میں باہمی اشتراک سے کام کریں گے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ '32 مقامات پر تعمیراتی کام ترجیحی بنیادوں پر شروع کیا جا رہا ہے۔'

اب تک پنجاب حکومت نے ان پسے ہوئے لوگوں کو گھر مہیا کرنے کے لیے معمولی کام کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بینک اس کام کے لیے قرض فراہم کرنے میں ہچکچا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کم آمدنی والے گھرانے بھی اس وقت مکانات کی تعمیر کے لیے زیادہ سرگرم نہیں رہے کیونکہ وبا کی وجہ سے ان کے اخراجات زندگی میں اضافہ ہو چکا ہے۔ ان کی قابل تصرف آمدن / بچتیں نمایاں حد تک بہت کم ہو چکی ہیں۔

ماحولیات

نومبر 2021ء میں لاہور نے، ایک بار پھر، دُنیا کے آلودہ ترین شہر ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ سموگ لاہور اور اس کے مضافات میں روایتی وقت سے پہلے ہی گرنے لگی--- وسط اکتوبر ہی میں، ہوا کا معیار (Air Quality Index)

لاہور کو نومبر 2021 میں دنیا کا آلودہ ترین شہر قرار دیا گیا

اطمینان بخش سے بدتر درجے کے مابین اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ نومبر میں ہوا کا معیار بدترین کے درجے پر پہنچ گیا--- 14 نومبر کو اس کا انڈیکس 435 پر پہنچ گیا۔

شہر کی سڑکوں پر رواں دواں گاڑیاں آلودگی کا سب سے بڑا ماخذ بنی رہیں، اس کے بعد صنعتوں سے خارج ہونے والا دھواں اور شہر کے اِرد گرد کے دیہی علاقوں میں مونجی کے مُڈھوں کو جلائے جانے سے پیدا ہونے والا دھواں۔ اگرچہ صوبائی حکومت نے دعویٰ کیا کہ اُس نے پٹرول پمپوں کو ہدایت جاری کی ہے کہ وہ یورو-5 پٹرول فروخت کریں، آلودگی پھیلانے والی تمام سواریوں کو شہر کی سڑکوں سے ہٹا دیا جائے گا، ایسی فیکٹریوں اور اینٹوں کے بھٹے جو پرانے طریقہ کار پر عمل پیرا ہیں انھیں بند اور فصلوں کی باقیات کو تلف کرنے کے لیے آگ لگانے والوں کو گرفتار کیا جائے گا، تاہم ان تمام اقدامات کا پنجاب کی زہریلی ہوا پر ہونے والا اثر بہت معمولی رہا۔ فیکٹریوں سے خارج ہونے والے دھویں اور کوڑے کرکٹ کو جلانے کی خبریں تواتر سے سامنے آتی رہیں۔ لوگ بدستور آنکھوں میں جلن، سانس میں دُشواری، متلی اور سر درد کی شکایات کرتے دکھائی دِیے۔

اگرچہ صوبائی حکام نے گاہے بگاہے ضروری اقدامات اُٹھائے تاہم ماحولیاتی ماہرین نے اس بات پر زور دیا کہ حکومت کے پاس ہوا کی کوالٹی بہتر بنانے کے لیے کوئی واضح حکمت عملی موجود نہیں ہے اور اس کا انحصار نعرے بازی اور اکا دُکا منصوبوں اور بے ترتیب سے کریک ڈاؤن ہی پر ہے۔ صاف ماحول کی فراہمی سے حکومتی بے پروائی کے خلاف سول سوسائٹی کی انجمنوں نے 9 نومبر کو لاہور میں احتجاجی موسمیاتی مارچ کیا۔ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف بامعنی اقدامات کرے۔ سینکڑوں کی تعداد میں موسمیاتی کارکنان نے اس مارچ میں 'آلودگی نہیں موسمیاتی انقلاب' کے نعرے کے ساتھ شمولیت کی۔

محکمہ تحفظ ماحولیات نے 100 کے قریب بھٹوں کو مہر بند کیا اور ان پر بھاری جُرمانے عائد کیے کیونکہ وہ خطرناک دھواں

خارج کررہے تھے، یہ کام کرتے ہوئے محکمے نے ان بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں کے روزگار حاصل کرنے کے حق کو نظر انداز کر دیا۔ محکمے نے بھٹوں کو آلودگی کے سب سے بڑے ماخذ کے طور پر دیکھا اور یہ بات ماننے سے انکار کر دیا کہ گاڑیوں سے خارج ہونے والے دھویں میں کاربن اور نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ آلودگی کی زیادہ بڑی وجہ ہے حالانکہ گاڑیوں کی تعداد میں بڑا اضافہ دیکھنے میں آیا۔

پلاسٹک کے تھیلوں پر پابندی

یہ بات وسیع پیمانے پر تسلیم شُدہ ہے کہ پاکستان میں ماحولیاتی خطرے سے دوچار آبادیوں کو محفوظ رکھنے کے لیے ماحولیات سے متعلق متحرک قانون سازی اور اس کے اطلاق کی ضرورت ہے۔ تاہم حکام اب تک پلاسٹک شاپنگ بیگز ایکٹ 2020 کو نافذ کرنے کے لیے کوئی قابل عمل قانونی ڈھانچا تشکیل دینے میں ناکام رہے ہیں۔ پنجاب لا ڈپارٹمنٹ نے اس ایکٹ کا ڈرافٹ اگست میں محکمہ تحفظ ماحولیات کو بھیجا تھا کہ اسے 'مزید قابلِ نفاذ' بنایا جائے۔ اس عرصے میں ماسوائے چند بڑی دُکانوں کے پلاسٹک بیگ کا استعمال وسیع پیمانے پر جاری رہا۔

ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے قیام کے لیے درختوں کا کاٹا جانا

اطلاعات کے مُطابق ملتان میں بغیر کسی ماحولیاتی منظوری یا جائزے کے آم کے چھ ہزار ایکٹر پر محیط باغات کو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے قیام کے لیے کاٹ ڈالا گیا۔

راوی ریور فرنٹ منصوبہ

ماحولیات اور حقوق کے کارکنان نے لاہور ہائی کورٹ کے اس فیصلے کی تحسین کی جس کے تحت ریور فرنٹ اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کو کالعدم کر دیا گیا۔ عدالت نے راوی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹی ایکٹ 2020ء کی متعدد شقوں کو غیر آئینی اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے متصادم قرار دیا۔ متعدد درخواستوں پر محفوظ کیا گیا یہ فیصلہ 25 جنوری 2021ء کو سُنایا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے منصوبے میں پائی جانے والی سنگین بے ضابطگیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے شکوک کا اظہار کیا کہ یہ منصوبہ لینڈ ڈویلپرز کو فائدہ پہنچانے کے لیے بنایا گیا ہے۔ درخواست گزاروں نے منصوبے کی نگران قانونی ادارے راوی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی جانب سے منصوبے کے لیے اراضی حاصل کرنے کے لیے کی جانے والی کارروائی کی بنیاد پر منصوبے کو چیلنج کیا تھا۔

40,000 ہیکٹر رقبے پر محیط 'دنیا میں ریور فرنٹ رکھنے والا سب سے بڑا اور جدید ترین شہر' لاہور سے قریب، کے طور پر مشتہر کرتے ہوئے پنجاب حکومت نے اس منصوبے کا آغاز کیا اور اس کی براہِ راست نگرانی وزیراعظم پاکستان کر رہے تھے۔ اس منصوبے کے اعلان نے حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرم لوگوں کو چوکنا کر دیا۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے حقائق جاننے کے لیے سول سوسائٹی سے مشاورت کے بعد جنوری 2021ء میں ایک مشن تشکیل دیا کہ اس منصوبے کے سماجی، قانونی اور ماحولیاتی پہلوؤں کا جائزہ لیا جا سکے۔ ماحولیاتی جائزوں میں سنگین بے

ضابطگیاں پائی گئیں، زمین کے حصول اور کسانوں کے تحفظات کا جائزہ لینے کے بعد مشن اس نتیجے پر پہنچا کہ ضرورت مندوں کو سستے گھروں کی فراہمی کی آڑ میں یا مقامی ماحول میں بہتری کے نام پر، یہ منصوبہ انجام کار غریب کسانوں اور اُن کے خاندانوں ہی کو بے گھر کر دے گا؛ حکومت کسانوں کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ اپنی زمینیں فروخت کر دیں، اس کے لیے 'فوج کے تعمیراتی ادارے ایف ڈبلیو او کو ترقیاتی کام میں شامل کیا گیا اور علاقے میں ہراس پھیلانے کے لیے پولیس کو تعینات کیا گیا' اور یہ کہ یہ منصوبہ 'چند منتخب' لوگوں ہی کے لیے سودمند ہوگا۔ اس مشن نے تجویز کیا کہ اہلیت رکھنے والے ماحولیاتی ماہرین دوبارہ ماحولیاتی جائزہ لیں۔ اس معاملے کی رپورٹنگ کے حوالے سے میڈیا کے کردار پر بھی تنقید کی گئی۔

شہریت

خانہ بدوشوں کو پاکستان کے شہریوں کے طور پر رجسٹرڈ نہ کرنے کا معاملہ 2021ء میں بھی لٹکا رہا۔ حکومتیں کسی مستقل پتے کی عدم موجودگی کو جواز بنا کر ان لوگوں کو شناختی کارڈ جاری کرنے سے انکار کرتی رہی ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کا وجود نیشنل ڈیٹا بیس اور رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کے ریکارڈ میں موجود نہیں اس لیے انھیں روزگار، تعلیم اور صحت کی سہولیات، بشمول کووِڈ-19 ویکسین، بھی نہیں ملیں۔

ایچ آر سی پی کی جانب سے منعقد کی جانے والی ایک پالیسی مشاورت میں شُرکا نے لاہور اور اس کے آس پاس رہنے والے موسمی مزدوروں کے لیے شہریت کی راہ میں حائل رُکاوٹوں کا جائزہ لیا، ان میں سے بہت سے لوگوں کی پرورش پکھی واس برادری میں ہوئی ہے۔ یہ بات سامنے آئی کہ پکھی واس برادری کے اراکین کی بڑی تعداد کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ کی اہمیت سے آگاہ نہیں، نہ وہ یہ بات جانتے ہیں کہ شہریت کی دستاویزات انہیں صحت کی سرکاری سہولیات اور سماجی تحفظ کے لیے جاری پروگراموں، مثلاً بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، کے دائرے میں لے آئیں گی۔

سندھ

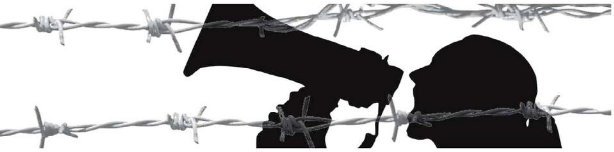

کلیدی رجحانات

- سپریم کورٹ آف پاکستان کے مقامی حکومتوں کے نظام کی بحالی کے احکامات کی پیروی میں، صوبائی اسمبلی نے اپوزیشن کے شدید احتجاج کے دوران 11 دسمبر کو سندھ لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2021ء کی منظوری دی، کراچی بھر میں اس کے خلاف وسیع پیمانے پر احتجاج ہوا جس میں دعویٰ کیا گیا کہ بلدیاتی اِداروں کے پاس موجود پہلے سے محدود اختیارات کو مزید سلب کیا جا رہا ہے۔
- جبری گمشدگیوں کے کیس سندھ کے مختلف علاقوں سے رپورٹ ہوئے۔ ایسے کئی کیسوں کی سماعتوں میں برسہا برس سے لاپتا افراد کی بازیابی کے لیے سخت احکامات جاری ہوئے۔
- سماجی رابطوں/سوشل میڈیا کی ویب سائٹوں پر سرگرم کارکن ناظم جوکھیو کو، علاقے میں غیر قانونی شکار کے لیے آنے والے عرب معززین کی ویڈیو پوسٹ کرنے کی پاداش میں مبینہ طور پر پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے بااثر سیاسی لوگوں نے قتل کر دیا۔
- سندھ حکومت نے ایک برس کی تاخیر سے غیر ہنرمند کاریگروں کی کم از کم اُجرت 25,000 مقرر کر دی۔ اس اضافے کو آجران کی تنظیموں کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا، جس نے ان کی استدعا مسترد کر دی۔ ایمپلائرز فیڈریشن آف پاکستان کی جانب سے اس فیصلے کے خلاف اپیل پر سپریم کورٹ آف پاکستان نے صوبائی حکومت کے فیصلے کے خلاف حکمِ امتناع جاری کر دیا۔
- 2021ء میں تھرپارکر میں 68 خواتین سمیت کم از کم 115 لوگوں نے خودکشی کی۔ ان میں سے اکثریت کا تعلق ہندو برادری سے تھا۔
- اکتوبر میں ٹیکسلا میں منعقد ہونے والے گندھارا فیسٹیول کے موقع پر پاکستانی بدھوں نے نشان دہی کی کہ ریاست کا بدھ مت کے پیروکاروں کو مردم شماری اور تعلیمی اور سرکاری ملازمتوں کے کوٹے میں شامل نہ کرنا کیسے ان کی ترقی میں رُکاوٹ ثابت ہوا ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کے لیے پاکستان بھر میں کوئی عبادت گاہ موجود نہیں اور یہ کہ بدھ ورثے میں شامل متعدد مقامات بے توجہی کا شکار ہیں۔
- سندھ حکومت نے حکومتی ملازمتوں میں معذوری کے شکار لوگوں کے لیے 5% اور خواجہ سراؤں کے لیے 0.5% کوٹا مختص کیا۔ حکومت نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ بلدیاتی حکومتوں میں بھی ان دونوں طبقات کے لیے ایک فیصد حصہ مختص کرے گی۔
- سندھ حکومت نے صوبے میں 4,901 نقصان میں چلتے سکولوں کو بند کرنے کا اعلان کیا۔ محکمہ تعلیم نے کراچی، بدین، دادو، گھوٹکی، جیک آباد، قمبر، میرپور خاص، جام شورو اور سانگھڑ کے اضلاع میں 1,459 بھوت سکولوں کا سُراغ لگایا، یہ سکول صرف سرکاری کاغذات ہی میں وجود رکھتے تھے۔

سندھ

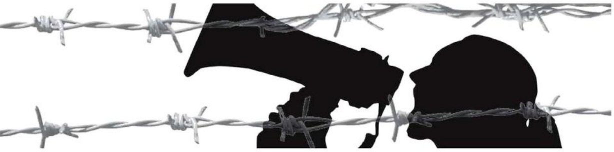

عمومی جائزہ

سال بھر کے دوران جوں جوں کووِڈ-19 کی مختلف اقسام سامنے آتی رہیں، صوبائی حکومت ویکسینیشن مہم میں تیزی لاتی رہی۔ صحت کی سہولیات تک بہتر رسائی کے حصول کے لیے سندھ ٹیلی میڈیسن اینڈ ٹیلی ہیلتھ ایکٹ 2021ء بھی منظور کیا گیا۔

سپریم کورٹ کے حکم کے بعد انسدادِ تجاوزات مہم نے مزید زور پکڑا، غیر قانونی طور پر تعمیر کردہ دو مزید کثیر المنزلہ عمارتیں ڈھادی گئیں۔ اس کے بعد صوبائی حکومت نے تیزی سے ایک آرڈیننس، سندھ کمیشن فار ریگولرائزیشن آف کنسٹرکشن آرڈیننس 2021ء تیار کیا تاکہ غیر قانونی طور پر تعمیر کردہ دیگر عمارتیں اس انجام سے بچ جائیں۔ ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل نے اس آرڈیننس کو توہین عدالت کے مترادف قرار دیا۔

سال بھر حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی متعدد محاذوں پر لڑتی دکھائی دی۔ جہاں اس نے متنازع سندھ لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2021ء منظور کیا وہیں وہ اس کی مخالف متعدد سیاسی جماعتوں کے غیظ وغضب سے نپٹنے میں ناکام دکھائی دی۔ اس کی وجہ سے کراچی کی سڑکوں پر بہت بے چینی پھیلی رہی۔

اسمبلی سے منظور ہونے والے 29 بلوں میں سے ایک یادگار بل سندھ پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ ادر میڈیا پریکٹیشنرز 2021ء بھی تھا۔ ایک اور اہم قانون جسے بہت زیادہ توجہ حاصل نہ ہو پائی، سندھ واٹر مینجمنٹ آرڈیننس 2018ء ترمیمی بل تھا، اس کا مقصد صوبے میں آبی وسائل کے بندوبست اور آبپاشی نظام میں خواتین کے کردار میں اضافہ کرنا تھا۔

صوبائی اور وفاقی حکومت کے تعلقات میں تناؤ رہا۔ سندھ حکومت نے متنازع یکساں قومی نصاب کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ تعلیم خالصتاً صوبائی معاملہ ہے۔ صوبائی حکومت نے صحت سہولت کارڈ کو اپنے صحت پروگرام میں شامل کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ کراچی کے تینوں مرکزی ہسپتالوں کے کنٹرول کی لڑائی بھی جاری رہی۔ وفاقی حکومت نے اپنی روٹیشن پالیسی 2020ء کے تحت متعدد سینیئر پولیس افسران کو سندھ سے ملک کے دوسرے حصوں میں ٹرانسفر کر دیا، صوبائی حکومت نے اس قدم کو خوش دلی سے قبول نہ کیا۔

مبینہ طور پر پی پی پی کے قانون سازوں کے ہاتھوں ناظم جوکھیو کے المناک قتل نے، جس کی وجہ سوشل میڈیا پر پوسٹ کی جانے والی وہ ویڈیو بنی جس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ عرب معززین غیر قانونی طور پر علاقے میں تلوروں کا شکار کھیل رہے تھے، ظاہر کیا کہ کیسے طاقت ور اور امیر لوگ قانون کی دھجیاں اُڑا کر جان لینے جیسے جرم سے بھی بچ نکلتے ہیں۔

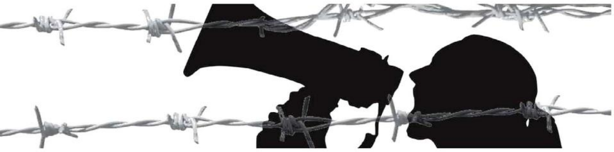

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

سندھ کی صوبائی اسمبلی قانون سازی کے لیے 2021ء میں گزشتہ برس کی نسبت کہیں زیادہ فعال دکھائی دی، سالِ گزشتہ میں کووڈ-19 کی وبا نے عملاً اسمبلی کو بھی مفلوج کر دیا۔ اس برس اسمبلی سے منظور کیے جانے والے انتیس بلوں میں سے اہم اور متنازع ترین سندھ لوکل گورنمنٹ (امینڈمینٹ) ایکٹ 2021ء تھا، یہ بل حکمران پی پی پی نے پیش کیا۔ سال کے آخری دِنوں میں منظور کیے جانے والے اس بل کی منظوری کے دوران حزب اختلاف کی جماعتوں نے سخت احتجاج کیا۔ اس کے بعد منظوری کے لیے اسے گورنر کو بھیج دیا گیا، گورنر نے بل کی منظوری دینے سے انکار کر دیا اور نظرِ ثانی کے لیے واپس بھیج دیا کہ اُٹھائے گئے اعتراضات دور کیے جائیں۔ تاہم، لوکل گورنمنٹ بل گورنر کے دستخطوں کے بغیر ہی قانون بن گیا۔ ترمیم کے ذریعے ایسی تمام شِقوں کو ختم کر دیا گیا جو کسی بھی شخص کو (صرف منتخب نمائندوں کو نہیں) میئر، ڈپٹی میئر، چیئر پرسن یا وائس چیئر پرسن منتخب کرنے کی اجازت دیتی تھیں۔

صوبائی اسمبلی نے سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بل 2021ء میں بھی ترمیم کی، جس کے تحت میئر کو اجازت مل گئی کہ وہ صوبائی وزیر بلدیات کے ساتھ سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بورڈ کا شریک چیئر پرسن بن سکتا ہے۔ دیہی خواتین کے لیے ایک تگڑی قانون سازی سندھ واٹر مینجمنٹ (ترمیمی) بل کی منظوری کی صورت میں سامنے آئی، اس کے تحت سندھ کی تاریخ میں پہلی بار خواتین کو آبی انتظام میں نمائندگی دی گئی۔

اسمبلی نے چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی ایکٹ میں تیسری بار ترمیم کی۔ بچوں کے تحفظ کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کرنے کو ایک اور قانون بھی منظور کیا گیا۔ میڈیا کارکنان کے حقوق کے تحفظ کے لیے مئی میں متفقہ طور پر سندھ پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ اَدر میڈیا پریکٹشنرز بل 2021ء منظور کیا گیا۔ اس پہل قدمی کا قومی اور عالمی صحافتی تنظیموں نے خیر مقدم کیا۔

منظور کیے جانے والے دوسرے قوانین میں منشیات کے استعمال کی روک تھام کا قانون بھی شامل تھا، اس قانون میں زیادہ سے زیادہ موت کی سزا دینے کی شق بھی شامل تھی؛ سندھ ری پروڈکٹو ہیلتھ کیئر رائٹس ایکٹ منظور کیا گیا جس کا مقصد صوبے میں تولیدی حقوق کو فروغ دینا تھا؛ سندھ پریزنز اینڈ کوریکشنز سروسز ایکٹ جیل خانوں کے بندوبست، کنٹرول اور تحفظ میں اصلاحات کے لیے منظور کیا گیا، اصلاحی سہولیات اور قیدیوں کی فلاح اور بہبود بھی اس قانون کے دائرہ کار میں شامل تھی؛ سندھ انسٹیٹیوٹ اینڈ پرفارمنگ آرٹس ایکٹ 2021ء منظور کیا گیا؛ سندھ ایمپلائز سوشل سکیورٹی (ترمیمی) ایکٹ 2021ء اور سندھ سیز ڈ اینڈ فریز ڈ فسیلیٹیز (ہاسپٹل اینڈ ڈسپنسریز) ایکٹ 2020ء کی بھی منظوری دی گئی۔

سندھ

انصاف کی فراہمی

لا اینڈ جسٹس کمیشن کے مطابق، سندھ ہائی کورٹ (ایس ایچ سی) نے سال کا آغاز 81,684 زیرِ التوا مقدمات سے کیا؛ 31 دسمبر 2021ء تک زیر التوا مقدمات کا میزان 84,104 تھا۔ سال بھر کے دوران 34,065 نئے مقدمات قائم کیے گئے جب کہ 31,750 مقدمات نپٹائے گئے۔ سندھ کی ضلعی عدالتوں نے سال کا آغاز 115,815 زیر التوا مقدمات کے ساتھ کیا؛ سال کے اختتام پر میزان 117,790 رہا۔ سال بھر میں 346,109 نئے مقدمات قائم کیے گئے جب کہ 344,701 مقدمات نپٹائے گئے۔

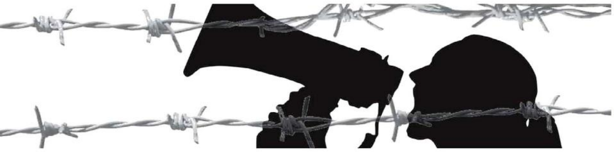

قانون کا نفاذ

امنِ عامہ

صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کے مابین جاری تناؤ کے سبب امنِ عامہ کی صورت حال متاثر رہی۔ نئی روٹیشن پالیسی 2020ء، جس کے تحت وفاقی حکومت صوبوں میں پولیس کے متعدد سینئیر افسران کے تبادلے کرتی ہے، سندھ حکومت کے لیے چبھن کا باعث بنی رہی۔

نومبر میں وفاقی حکومت نے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا---اس میں سندھ میں تعینات پولیس کے کم از کم آٹھ ڈپٹی انسپکٹر جنرل حضرات کو، جو کئی برسوں سے سندھ میں تعینات تھے، کم از کم دو برس کے لیے صوبے سے باہر تعینات کرنے کا حکم دیا گیا---وزیر اعلیٰ سید مراد علی شاہ نے اس حکم کو مسترد کر دیا۔ صوبائی حکومت کی اس حوالے سے تمام کاوشیں رائیگاں گئیں اور افسران نے وفاقی حکومت کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

2021ء میں ہونے والے جرائم کی مکمل تفصیل اس جدول میں دی جا رہی ہے۔:

جرم کی نوعیت	کیسوں کی تعداد
عصمت دری	217
اجتماعی زیادتی	13
بچوں سے زیادتی	25
غیرت کے نام پر جرائم (کاروکاری)	120
گھریلو تشدد	236
تیزاب کے حملے	9
توہین مذہب	113
پولیس مقابلے	1645

ماخذ: سندھ پولیس، معلومات کے لیے ایچ آر سی پی کی درخواست کے جواب میں

کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن (کے ایم سی) کے ایڈمنسٹریٹر اور سندھ حکومت کے ترجمان مرتضیٰ وہاب نے اعتراف کیا کہ کراچی میں سٹریٹ کرائمز کی شرح میں اضافہ ہوا ہے، انھوں نے اس کا الزام عوام الناس کی بدتر ہوتی معاشی صورت حال پر رکھا۔ کراچی میں 2021ء میں گزشتہ برس کی نسبت سٹریٹ کرائم کی شرح میں 15 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا۔

شہری، پولیس رابطہ کمیٹی (Citizens-Police Liaison Committee) کے مطابق کراچی میں جرائم کی

شرح میں گزشتہ برس اِضافہ دیکھنے میں آیا۔ گزشتہ برس (2021ء) کے دوران اغوا برائے تاوان کی 55 وارداتیں ہوئیں جبکہ 2020ء میں ان کی تعداد 24 تھی۔ موٹرسائیکل چھیننے اور چوری کی وارداتوں میں بالترتیب 86 فیصد اور 34 فیصد اِضافہ دیکھنے میں آیا، کار چھیننے اور چوری کی وارداتوں میں بالترتیب 19 فیصد اور 21 فیصد کا اضافہ ہوا اور موبائل فون چھیننے کی وارداتیں 2020ء کی نسبت 18 فیصد بڑھیں۔ پی ٹی آئی کے رُکن اسمبلی خرم شیر زمان نے بڑھتے ہوئے سٹریٹ کرائم کے خلاف سندھ ہائیکورٹ میں ایک پٹیشن داخل کی، انھوں نے سندھ حکومت پر الزام عائد کیا کہ وہ صوبے بھر میں سٹریٹ کرائم کی وارداتیں روکنے میں ناکام رہی۔

2021ء کے اختتام تک سندھ پولیس میں 113,684 اہل کار تھے جن میں سے 1,877 (1.65 فیصد) خواتین تھیں۔ خواتین کی بہت بڑی تعداد کو محکمے میں شامل کرنے کی ضرورت ہے کہ صنفی مساوات کا اظہار ہو اور صنفی تشدد سے زیادہ مؤثر انداز میں نپٹا جا سکے۔

ماورائے عدالت قتل

ماورائے عدالت قتلوں کا وہی نمونہ دیکھنے میں آیا جو گزشتہ برس بھی دیکھا گیا تھا، قانون نافذ کرنے والے اداروں نے نوجوانوں، خصوصاً سندھی قوم پرست جماعتوں سے تعلق رکھنے والوں کو، اُٹھانے اور ان پر تشدد کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایسے ہی کیسوں میں سے ایک سندھ یونیورسٹی، جامشورو کے طالب علم عرفان جتوئی کا تھا۔ پولیس نے فروری میں اسے گرفتار کیا۔ پولیس نے دعویٰ کیا کہ وہ ایک 'خطرناک ڈاکو' تھا۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد جتوئی کو سکھر کے قریب ایک پولیس مقابلے میں ہلاک کر دیا گیا۔

سندھ یونیورسٹی، جامشورو کے ایک طالب علم عرفان جتوئی کو سکھر میں پولیس نے اغوا کیا اور اسے ایک ماہ بعد مبینہ پولیس مقابلے میں ہلاک کر دیا

اس ہلاکت نے غم و غصے کی ایک لہر پیدا کی اور صوبائی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ سندھ کے انسپکٹر جنرل آف پولیس، مشتاق احمد مہر نے اس ہلاکت کی تحقیقات کا حکم دیا۔ مقتول کے بھائی نے اُس کی بازیابی کے لیے ایک پٹیشن دائر کی تھی لیکن اُس کی سماعت سے قبل ہی اسے ہلاک کر دیا گیا۔ جتوئی کے والد نے حیدرآباد کے سٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) ناصر شاہ پر الزام عائد کیا کہ اس نے مقتول کو رہا کرنے کے عوض اہلِ خانہ سے پچیس لاکھ روپیہ مانگا تھا۔ سال کے اختتام تک یہ مقدمہ سکھر کی سیشن کورٹ میں زیرِ التوا تھا اور اس کی اگلی سماعت کے لیے 22 جنوری 2022 کی تاریخ مقرر ہوئی تھی۔

قید خانے اور قیدی

مندرجہ ذیل جدول 2021ء میں سندھ کی جیلوں کے اعداد و شمار بیان کرتا ہے:

شماریات	اعداد و شمار
کل جیلیں	27
منظور شدہ تعداد	13,538
سزا یافتگان	4,944
زیرِ سماعت مقدمات کے قیدی	14,291
مرد	19,820
خواتین	219
کم عمر	209

ماخذ: محکمہ سندھ جیل خانہ جات، ایچ آر سی پی کی معلومات حاصل کرنے کی درخواست کے جواب میں

سندھ حکومت نے 1500 قیدیوں کی گنجائش والی تین نئی جیلیں ضلع بے نظیر آباد، ٹھٹھہ اور ملیر، کراچی میں تعمیر کرنے کا اعلان کیا۔ اس کے علاوہ اس نے 1010 ملین روپے تھرپارکر، مٹھی، عمر کوٹ، کشمور اور کندھ کوٹ میں نئی جیلوں کی تعمیر کے لیے مختص کرنے کا اعلان کیا۔ اپریل 2021ء میں سندھ حکومت نے تمام 22 جیلوں میں پچاس برس سے زائد عمر کے قیدیوں کے لیے کووڈ-19 کی ویکسی نیشن مہم بھی چلائی۔ جیل عملے کے ساتھ ساتھ تقریباً 2500 قیدیوں کو بھی یہ ویکسی نیشن لگائی گئی۔

نومبر میں سندھ جیل خانہ جات نے منشیات و جرائم پر اقوامِ متحدہ کے دفتر اور یو ایس مشن پاکستان کے اشتراک سے پریزن مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم نصب کیا اور عملے کو تربیت مہیا کی، نئے نظام نے فرسودہ فائلوں کے نظام کی جگہ لی، اس کا

مقصد سندھ بھر کی جیلوں میں انتظامی کارکردگی کو مؤثر بنانے میں مدد فراہم کرنا تھا۔

جبری گمشدگیاں

سندھ کے مختلف علاقوں سے سال بھر گمشدگی کے متعدد واقعات کی اطلاعات سامنے آتی رہیں۔ جبری گمشدگیوں کے تحقیقاتی کمیشن کے مطابق سندھ میں اس نوعیت کے 170 کیس دسمبر 2021ء تک زیرِ التوا تھے۔ 2021ء میں کمیشن کو صوبے میں سے 57 نئے کیس موصول ہوئے۔ سندھ میں 40 گمشدہ افراد اپنے گھروں کو پہنچے جب کہ 2021ء میں چار دیگر گمشدگان کی لاشوں کا سراغ ملا۔

ایک سرکاری ملازم، محمد ندیم کی، جو 24 فروری 2015ء کو کراچی کے لیاقت آباد کے علاقے سے لاپتا ہوا تھا، جبری گمشدگی پر دائر پٹیشن کی سماعت کے دوران سندھ ہائی کورٹ نے 17 اپریل 2021ء کو نشان دہی کی کہ آئین پاکستان کے تحت ایسے قبیح افعال کی ممانعت ہے۔

عوامی ورکرز پارٹی سے تعلق رکھنے والے محنت کش اور سیاسی رہنما سیین گر نورانی کو نصیر آباد کے علاقے میں اُن کے گھر سے 26 جون 2021ء کو نامعلوم مسلح اشخاص نے اغوا کر لیا، ان میں سے کچھ لوگ وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ انہیں 35 دن کے بعد رہا کیا گیا، اس دوران صوبے بھر میں سیاسی کارکنان اور سول سوسائٹی کی انجمنوں نے اس اغوا کے خلاف احتجاج کیا۔

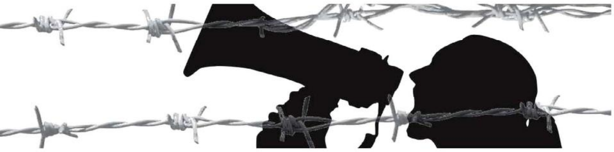

بنیادی آزادیاں

سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی

جبری تبدیلی مذہب کی اطلاعات 2021ء کے دوران بھی سندھ کے مختلف علاقوں سے آتی رہیں۔ مذہب کی تبدیلی کے اِن کیسوں میں اکثریت نچلی ذات یا شیڈول کاسٹ ہندوؤں اور مسیحیوں کی تھی۔ طریق کار ویسا ہی تھا جیسا ہمیشہ ہوتا ہے۔ ہندو خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی کو اغوا کیا جاتا ہے اور چند دِن یا ہفتوں کے بعد، وہ ایک عدالت کے سامنے پیش ہوتی ہے اور ویڈیو پیغام کے ذریعے دُنیا کو آگاہ کرتی ہے کہ اُس نے ایک مسلمان مرد سے محبت کی شادی کر لی ہے اور وہ مسلمان ہوگئی ہے۔ تبدیلی مذہب کے ثبوت کے طور پر کسی مخصوص مذہبی مدرسے یا مولوی کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ دِکھایا جاتا ہے۔ جبری تبدیلی مذہب کے واقعات میڈیا کی توجہ حاصل کرتے ہیں، خاص طور پر جب لڑکی کم عمر (نابالغ) ہو۔ اغوا کے بعد، والدین پولیس کے پاس کیس درج کرانے میں تو کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن اکثر اوقات پولیس لڑکی کو بازیاب کرانے میں کامیاب نہیں ہو پاتی۔

اس برس وفاقی حکومت نے ایک مسودۂ قانون تیار کیا تھا جو وزارتِ مذہبی امور اور پارلیمانی کمیٹی نے پارلیمان میں پیش ہونے سے قبل ہی مسترد کر دیا۔ ایچ آر سی پی نے ایک اخباری بیان کے ذریعے اس استرداد کی مذمت کی اور اسے ملک میں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کے تئیں 'بے حسی' قرار دیا۔

مبینہ طور پر جبری تبدیلی مذہب کے مندرجہ ذیل 27 واقعات سال 2021ء میں مقامی اخبارات پاھنجی اور کاوش میں رپورٹ ہوئے:

تاریخ	ستم رسیدہ کا نام	ضلع	ملزم کا نام
16 فروری	رینا میگھوار	بدین	قاسم خاصخیلی
10 مارچ	کویتا عرف اُم حنا (نابالغ)	شکارپور	مشتاق
1 اپریل	پوجا میگھوار عرف سمیرا شیخ	حیدرآباد	مہتاب خاصخیلی
3 اپریل	کانتا عرف خدیجہ (نابالغ)	بدین	نامعلوم
25 اپریل	ریکھا عرف صائمہ	سانگھڑ	حنیف بزدار
25 اپریل	سنجو بھیل عرف رضیہ	خیرپور	شہباز تھیبو
27 اپریل	سومری بھیل عرف خیرن شیخ	نامعلوم	نواز علی جونیجو

17 مئی	حریان بھیل عرف انیلہ شیخ	میر پور خاص	اسماعیل لنجوانی
19 مئی	شانزہ مسیح عرف فاطمہ (نابالغ)	سکھر	حسنین راجپوت
20 مئی	پھلی بھیل (نابالغ)	میر پور خاص	مجنوں ارائیں
20 مئی	لونی بھیل	میر پور خاص	دستیاب نہیں
31 مئی	کویتا میگھوار عرف شہناز شیخ	تھرپارکر	مراد ولد ڈینو ہالو
13 جون	میراں کوہلی عرف فاطمہ	عمرکوٹ	مٹھو سولنگی
16 جون	انیکا عرف پروین شیخ (نابالغ)	عمرکوٹ	ضمیر بلوچ
17 جون	ارشی کماری عرف بختاور شیخ	گھوٹکی	بابر میرانی
19 جون	کملا میگھوار (نابالغ)	عمرکوٹ	غلام رسول سولنگی
23 جون	کلیمہ عرف عائشہ شیخ	جیکب آباد	احسن برڑو
6 جولائی	کویتا عرف مہناز	نامعلوم	جاوید خاصخیلی
3 اگست	شبانہ میگھوار عرف خالدہ	گھوٹکی	سفیر کلور
5 اگست	نوری گارگولو عرف عائشہ	سانگھڑ	دل شیر بھانبھو
13 اگست	چھاتری بھیل عرف خدیجہ شیخ	تھرپارکر	سہابت رند
13 اگست	سومری عرف بختاور	تھرپارکر	محمد بقا رحمون
6 ستمبر	سونیکا عرف حانیہ شیخ	لاڑکانہ	ذیشان لغاری
12 ستمبر	گاگشناسی عرف خدیجہ	بدین	یار محمد نظامانی
27 ستمبر	ریشما کوہلی عرف عائشہ (نابالغ)	میر پور خاص	عمران راجپوت
3 اکتوبر	والیہ عرف ماروی بھیل	سانگھڑ	نواز علی ماچھی
8 اکتوبر	سندھو ولاس عرف مسکان فاطمہ	گھوٹکی	سہیل اختر ملک

اکثر کیسوں میں، بعدازاں ان معاملات کو رضا کارانہ تبدیلی مذہب اور شادی کا معاملہ قرار دے دیا گیا۔ ان میں سے کم از کم تین کیس ثابت شدہ جبری تبدیلی مذہب کے تھے اور سات کیسوں میں ستم رسیدہ لڑکی نابالغ تھی۔

اس برس مارچ کے مہینے میں ایک نابالغ ہندو لڑکی، کویتا کو اُس کے گھر تعلقہ ٹنگوانی (انتظامی سب ڈویژن) ضلع کشمور

سے اغوا کیا گیا۔ ضلع گھوٹکی کی خانقاہِ عالیہ قادریہ بھرچونڈی شریف کے نگران پیر عبدالخالق نے اس کا مذہب تبدیل کرایا۔ جب پولیس نے لڑکی کو ایک مقامی عدالت میں پیش کیا تو اُس نے اپنے والدین کی پناہ حاصل کرنا چاہی اور بیان دیا کہ اُسے اسلام قبول کروا کر اسی کے ایک اغوا کنندہ مشتاق سے اُس کی شادی کر دی گئی تھی۔ لڑکی کے باپ تخت مل نے اس سے قبل ایف آئی آر میں مشتاق اور دیگر چار مشکوک اشخاص کو اپنی بیٹی کے اغوا میں نامزد کیا تھا۔ صورت حال اُس وقت بدترین ہوگئی جب طبی معائنے میں لڑکی اٹھارہ برس سے کم عمر ثابت ہوگئی۔ لڑکی کو کراچی میں چلنے والی چائلڈ پروٹیکشن بیورو کی پناہ گاہ میں بھیج دیا گیا اور والدین سے ملنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ لڑکی کے نابالغ ہونے کی وجہ سے شادی غیر قانونی قرار دے دی گئی اور سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2013ء کے تحت جانتے بوجھتے جرم کے ارتکاب کا مقدمہ درج کیا گیا۔

ایک اور کیس میں، جولائی میں سماجی رابطوں کی ویب سائٹوں پر ایک ویڈیو سامنے آئی جس میں ایک خاتون مدد کے لیے چلا رہی تھی۔ ویڈیو کے پھیل جانے کے بعد، صوبائی حکومت نے علاقے کی پولیس کو تفتیش کا حکم دیا۔ پولیس نے بیس برس کی رینا میگھوار کا بیان اُس کے خاوند قاسم خاصخیلی کی موجودگی میں ریکارڈ کیا، جس میں اس لڑکی نے بیان کیا کہ ویڈیو جعلی تھی تاہم اُس نے تبدیلی مذہب کا اقرار کیا۔ چند دِن کے بعد وہ دوبارہ ایک اور ویڈیو میں نمودار ہوئی اور اپنے خاوند سے فرار حاصل کرنے کے لیے مدد مانگتی دکھائی دی، اس نے خاوند پر الزام عائد کیا کہ وہ اس پر تشدد کرتا ہے۔ معاملہ مقامی عدالت میں گیا جہاں لڑکی نے بیان دیا کہ وہ اپنے والدین کے پاس واپس جانا چاہتی ہے۔ عدالت نے رینا کے اغوا، زبردستی مذہب کی تبدیلی اور شادی کے تین ماہ کے بعد اسے اس کے والدین کے پاس جانے کی اجازت دی۔ اس کے خاوند خاصخیلی اور تین دیگر افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

ستمبر کے پہلے ہفتے میں لاڑکانہ کی ایک لڑکی سونیکا دختر نمومل چاولہ اچانک غائب ہوگئی، چار دِن کے بعد وہ سماجی رابطے کی ویب سائٹ پر جاری ایک ویڈیو میں دکھائی دی اور اس نے انکشاف کیا کہ اُس نے اسلام قبول کرنے کے بعد ذیشان علی نامی مسلمان مرد سے شادی کر لی ہے۔ لڑکی کے والد نے اغوا کی رسمی شکایت درج کرا دی اور اس میں ذیشان علی کو بنیادی ملزم اور اس کے علاوہ دیگر کو نامزد کیا۔ پولیس نے لڑکی کے دیور کو حراست میں لے لیا کیونکہ وہ ذیشان علی کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوئی تھی۔ دیور کی گرفتاری کے بعد سونیکا ایک بار پھر سوشل میڈیا پر نمودار ہوئی اور اس نے اپنے دیور کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنی شادی اور قبولیتِ مذہب کی قانونی دستاویزات شیئر کیں اور اعلان کیا کہ وہ ایک بالغ فرد ہے اور اُس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے۔

2021ء میں سندھ کی بے توجہی کی شکار بدھ مت برادری کا معاملہ اُجاگر ہوا۔ اس بارے میں عمومی رائے یہی پائی جاتی ہے کہ پاکستان میں بُدھ مت کے ماننے والے نہیں بستے۔ اکتوبر میں پنجاب حکومت نے یونیسکو (UNESCO) کے تعاون سے ٹیکسلا میں ہونے والے گندھارا فیسٹیول میں سندھ سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں جمن بھیل اور منور لال کو مدعو کیا کہ وہ اس موقع پر اپنی برادری کی نمائندگی کریں اور برادری کے تحفظات سانجھے

کریں۔ اس موقع پر انکشاف ہوا کہ مردم شماری میں انھیں بجائے بدھ مت کے پیروکاروں کے، 'دیگر' کے خانے میں ڈال دیا جاتا ہے اور انھیں شیڈولڈ کاسٹ کی فہرست میں شامل کیا جاتا ہے کیوں کہ ان کی اکثریت بھیل ہے۔

جمن بھیل، سندھ کے ضلع نوشہرو فیروز کے علاقے محراب پور کے ایک ریٹائرڈ پرائمری سکول ماسٹر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں ہندوؤں، مسیحیوں اور دیگر مذہبی اقلیتوں کے لیے ایک خاص کوٹا مختص ہے لیکن بدھ مت کے پیروکاروں کو ایسی کوئی سہولت میسر نہیں۔

بدھ سٹوپوں کی ایک بہت بڑی تعداد سندھ کے مختلف علاقوں اور ملک کے دیگر حصوں میں پھیلی ہوئی ہے لیکن یہ سب روبہ تنزل ہیں کیونکہ آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ اور مقامی آبادی ان کی جانب غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سندھ اور بلوچستان کی سرحد کیرتھر پہاڑی سلسلے میں بدھ کندہ کاری کے کچھ نمونے موجود ہیں۔ موئن جوڈارو کے سٹوپا تو مشہور ہیں لیکن دادو، نواب شاہ، میرپور خاص اور سندھ کے دیگر علاقوں میں بھی متعدد سٹوپا موجود ہیں۔ اس برادری کو شکایت ہے کہ پاکستان بھر میں اُن کی کوئی عبادت گاہ موجود نہیں جہاں وہ اپنی مذہبی رسومات ادا کرسکیں۔ 'ہم نے اپنے گھروں ہی میں عبادت خانے بنا رکھے ہیں،' جمن بھیل نے بتایا۔

21 دسمبر کو کراچی کے علاقے رنچھوڑ لائن میں موجود نارائن پورہ مندر پر حملے کی اطلاعات ملیں۔ حملے کے ذمہ دار 22 سالہ ولید کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا گیا۔

اظہار رائے کی آزادی

باقی ملک کی طرح سندھ میں بھی میڈیا کو بڑھتی ہوئی سنسرشپ، حملوں اور ہراسانی کا سامنا کرنا پڑا۔

رائل نیوز ٹی وی کے رپورٹر اجے للوانی کو مسلح اشخاص نے مارچ کے مہینے میں اُس وقت گولیاں ماردیں جب وہ سکھر کے علاقے صالح پٹ میں ایک حجام کی دُکان پر بیٹھے تھے۔ وہ بعدازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہوگئے۔ سندھ جرنلسٹس کونسل نے وزیراعلیٰ اور انسپکٹر جنرل آف پولیس سے اپیل کی کہ اس واقعے کی سنجیدہ تحقیقات کی جائے اور ذمہ داروں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ للوانی کے ساتھ کام کرنے والوں کے مطابق انھیں اس لیے قتل کیا گیا کہ وہ ایک مقامی بااثر شخصیت کی طرف سے اختیارات کے ناجائز استعمال کے حوالے سے رپورٹنگ کررہے تھے۔

مارچ ہی میں سماء ٹی وی کے رپورٹر، ساحل جوگی کو مبینہ طور پر پولیس نے تشدد کا نشانہ بنایا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ سندھ یونی ورسٹی کے طالب علم عرفان جتوئی کی مبینہ پولیس مقابلے میں ہلاکت کے بارے میں رپورٹنگ کررہے تھے۔ سکھر پولیس نے ساحل جوگی اور دیگر کئی صحافیوں کے خلاف جرائم کی متعدد دفعات، بشمول دہشت گردی، کے تحت پرچے درج کرلیے۔

ملیر سے تعلق رکھنے والے سماجی رابطوں کی ویب سائٹوں پر سرگرم، ناظم جوکھیو کو نومبر میں اُس وقت قتل کردیا گیا جب

سماجی کارکن ناظم جوکھیو کے رشتے داروں نے کراچی میں ان کے قتل پر احتجاج کیا

انھوں نے مبینہ طور پر عرب معززین کے غیر قانونی شکار کی ایک ویڈیو ان سائٹوں پر پوسٹ کی۔ وہ عمارت جہاں جوکھیو کو تشدد کا نشانہ بنا کر ہلاک کیا گیا وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے اراکینِ قومی وصوبائی اسمبلی جام عبدالکریم بجار اور جام اویس کی ملکیت ہے۔ ملزمان کو قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا لیکن انسانی حقوق کے کارکنان تفتیش میں جان بوجھ کر تاخیر یا عدالت سے باہر صلح کے لیے دباؤ کے خدشات ظاہر کرتے رہے۔ مقتول کی بیوی، شیریں جوکھیو نے تسلیم کیا کہ اُسے یہ مقدمہ واپس لینے کے بدلے میں رقم کی پیش کش کی گئی۔

21 ستمبر کو ایک اور سینیئر صحافی اور کالم نگار، وارث رضا کو جو صحافتی آزادیوں اور جبری طور پر گمشدہ افراد کے زبردست حمایتی ہیں، مبینہ طور پر کراچی سے اُن کی رہائش گاہ سے اغوا کرلیا گیا، تاہم وہ شام کو واپس لوٹ آئے جب اُن کی بیٹی نے ٹویٹ کی کہ اُن کے والد کو 'قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں' نے اغوا کیا۔ کراچی یونین آف جرنلسٹس اور پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے رضا کو گرفتار کیے جانے کی مذمت کی اور ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ اُن کی رہائی کے دو دِن کے بعد صحافی یونین نے سپریم کورٹ، کراچی رجسٹری کے باہر مظاہرہ کیا، رضا نے خود بھی اس مظاہرے میں شرکت کی۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ ایک مقامی صحافی، غلام قادر شر پر وحشیانہ حملے کا ہوا، وہ ٹائم نیوز اور پاھنجی اخبار کے لیے کام کرتے ہیں، مبینہ طور پر ضلع سانگھڑ میں ان پر یہ حملہ پی پی پی کے رہنما کمال الدین شر کے پروردہ غنڈوں نے کیا۔ شر نے انہی دِنوں میں ایک جرگہ (دو فریقین کے مابین تنازعات کے خاتمے کے لیے لوگوں کا اجتماع) کے بارے میں رپورٹنگ کی تھی، اِن جرگوں کو سندھ ہائی کورٹ نے 2004ء سے غیر قانونی قرار دے رکھا ہے، اس معاملے میں یہ جرگہ سیاستدانوں نے بلایا تھا۔ اگرچہ پولیس نے اس حملے کا مقدمہ درج کرلیا تاہم پولیس نے حملہ آوروں کو گرفتار نہیں کیا۔ اس واقعے کی انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس نے بھی مذمت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ذمہ داران سے جواب دہی کرے، صحافیوں کی سلامتی کو یقینی بنائے اور پریس کی آزادی کو برقرار رکھے۔

جولائی میں شکارپور پولیس نے اب تک نیوز کے رپورٹر سلطان رِند کو گرفتار کرلیا، رِند شکارپور پریس کلب کے سابق صدر ہیں، ان کے ساتھ ٹائم نیوز کے وحید بروہی اور ڈیلی سوبھ کے جاوید راہو کو بھی دھرلیا گیا، ان کے خلاف یہ کارروائی وزیرتوانائی امتیاز شیخ کے ذاتی معاون جاوید شیخ کی شکایت پر کی گئی۔ ان تینوں صحافیوں نے مبینہ طور پر سرکاری منصوبوں میں گھٹیا مٹیریل استعمال کیے جانے کے معاملے کو اُجاگر کیا تھا۔ صحافی برادری اور سول سوسائٹی کے احتجاج کے بعد پولیس نے جولائی میں رِند کو رہا کردیا۔

فروری میں سندھ اور سندھیوں کے خلاف ٹی وی اینکر ارشاد بھٹی نے اپنے ٹی وی پروگرام خبرناک میں کچھ ریمارکس دیے۔ ٹی وی چینل کی جانب سے وضاحت جاری کیے جانے کے باوجود مظاہرین نے جیو نیوز اور جنگ میڈیا گروپ کی کراچی میں عمارت کے داخلی راستے پر نصب واک تھرو گیٹ توڑ ڈالا اور میڈیا ہاؤس کے ملازمین کو زدوکوب کیا۔ پولیس نے 13 مشتبہ لوگوں کو حراست میں لے لیا، اگلے روز ان لوگوں کو مقامی انسدادِ دہشت گردی عدالت میں پیش کیا گیا جس نے اس حملے میں ان کے مبینہ طور پر ملوث ہونے پر ان کا ریمانڈ دے دیا۔

اجتماع کی آزادی

دسمبر میں کراچی پریس کلب کے باہر پولیس نے شعبۂ طب سے تعلق رکھنے والوں پر لاٹھی چارج کیا اور خواتین سمیت ان میں سے 23 لوگوں کو گرفتار کرلیا۔ ان لوگوں کو وزیراعلیٰ ہاؤس کی جانب مارچ سے روکنے کے لیے یہ گرفتاریاں کی گئیں۔ ینگ ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکس، جنہیں صوبائی حکومت نے کووڈ-19 وبا سے نپٹنے کے لیے تعینات کیا تھا، اپنی نوکریوں کو ریگولرائز یا باقاعدہ کیے جانے کے لیے احتجاج کررہے تھے۔

دسمبر میں کراچی بچاؤ تحریک اور حقوق کی متعدد دیگر تنظیموں نے مل کر پیپلز کلائمیٹ مارچ کا انعقاد کیا اور خاص طور پر میگا پراجیکٹس کی وجہ سے سامنے آنے والی ماحولیاتی تباہی کے تناظر میں ماحولیاتی انصاف کا مطالبہ کیا۔ مارچ کے شُرکاء کو پولیس اور پیراملٹری فورسز نے بلاول ہاؤس کی جانب بڑھنے سے روک دیا۔ اس کے بعد شُرکا نے بلاول چورنگی کے نزدیک پولیس ایکشن کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے دھرنا دیا۔

نومبر میں پولیس اور رینجرز نے کراچی کے نسلا ٹاور کے باہر رہائشیوں کے احتجاج پر لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس برسائی، یہ لوگ سپریم کورٹ کے حکم پر ٹاور گرائے جانے کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔ سپریم کورٹ نے تجاوزات پر تعمیر کی وجہ سے اس ٹاور کو گرانے کا حکم دیا تھا۔ دی ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈویلپرز آف پاکستان نے اس عمارت کے مالکان کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے اس مظاہرے کا انتظام کیا تھا۔

ایک اور قابلِ ذکر احتجاج کراچی پریس کلب کے باہر اکتوبر میں ہونے والی بنگالی برادری کا تھا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ انھیں کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ، نوکریوں تک رسائی اور دیگر سرکاری سہولتیں دی جائیں، انھیں ہراسانی سے بچایا جائے،

سندھ

انھیں مردم شماری میں گِنا جائے اور اُن کے National Alien Registration Authority کے جاری کردہ کارڈ منسوخ کیے جائیں۔

انجمن سازی کی آزادی

نومبر میں پولیس نے جامشورو میں سندھ یونیورسٹی کے 21 طلبہ سمیت درجن بھر مزید اشخاص کے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج کیا۔ یونیورسٹی انتظامیہ نے طلبہ کو نوٹس جاری کیا کہ انھوں نے طے شدہ کوڈ آف کنڈکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سندھ کلچر ڈے منایا، یہ پروگرام ایک ہفتہ قبل، 18 نومبر کو منعقد کیا گیا تھا۔ مشتبہ اشخاص نے مبینہ طور پر کالعدم تنظیم جیسے سندھ متحدہ محاذ (جے ایس ایم ایم) کے رہنما شفیع برفت کے اُکسانے پر ریاست مخالف نعرے لگائے تھے۔

نومبر 2021ء کو پروگریسو سٹوڈنٹس کلیکٹو نے کراچی میں سٹوڈنٹ سالیڈیریٹی مارچ کا انعقاد کیا۔ ان کے مطالبات تھے کہ طلبہ یونین بحال کی جائیں، فیصلہ سازی میں طلبہ کو شامل کیا جائے، سرکاری اداروں کی فیسوں میں ہونے والے حالیہ اضافے کے خلاف ایکشن لیا جائے اور تعلیمی بجٹ کو جی ڈی پی کے کم از کم پانچ فیصد کے مساوی کیا جائے۔

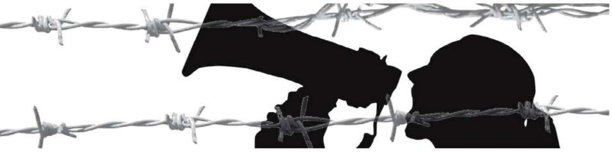

جمہوری پیش رفت

سیاسی شرکت

صوبے کی قوم پرست جماعتوں اور کارکنان کے اتحاد، سندھ ایکشن کمیٹی نے 6 جون کو بحریہ ٹاؤن، کراچی کے باہر ایک دھرنے کا انتظام کیا، یہ لوگ اس ہاؤسنگ سکیم کے پھیلاؤ کی خاطر مقامی لوگوں کو بے دخل کرنے اور ان کے گھروں کو گرائے جانے پر احتجاج کر رہے تھے۔ احتجاج کا آغاز پرامن طریقے سے ہوا، اس کے بعد چند شرپسند غارت گری پر اُتر آئے اور ہاؤسنگ سکیم کے مرکزی دروازے کو آگ لگا دی، اس سے خوف پھیلا اور پھر پولیس نے مظاہرہ کرنے والے کارکنان کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ بحریہ ٹاؤن کے سیکورٹی مینیجر نے اس واقعے کی جو ایف آئی آر درج کرائی اُس میں اندازاً 10,000 افراد کو نامزد کیا گیا، بیان کیا گیا کہ مظاہرین کمرشل ایریا میں داخل ہو گئے اور دو دُکانوں، تین اے ٹی ایم مشینوں پر ہلا بولا، پیسہ لُوٹا اور توحید پلازہ میں پانچ ریستورانوں کو آگ لگا دی۔ سندھ انڈیجینس رائٹس الائنس (Sindh Indigenous Rights Alliance) کے رہنما حفیظ بلوچ نے اسے مظاہرے کو سبوتاژ کرنے کی سازش بتایا۔

ملیر پولیس نے بھی سندھ یونائیٹڈ پارٹی، جیے سندھ محاذ، جیے سندھ اور عوامی تحریک سے تعلق رکھنے والے 140 سیاسی کارکنان کو گرفتار کر لیا، اس کے علاوہ ہزاروں دیگر افراد کے خلاف مقدمات درج کر لیے گئے، اٹھائیس مختلف ایف آئی

جب پولیس نے بحریہ ٹاؤن کراچی میں احتجاجی کارکنان کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کے گولے برسائے تو پرتشدد مظاہرین نے بحریہ ٹاؤن کا مرکزی گیٹ توڑ کر اسے آگ لگا دی جس سے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا

سندھ

آرز کاٹی گئیں، جن میں سے کچھ انسدادِ دہشت گردی ایکٹ کے تحت تھیں۔

کالعدم قوم پرست جماعتوں مثلاً جے ایس ایم اور جیے سندھ قومی محاذ-اریسر کے تقریباً 70 کارکنان نے اپنی سیاسی وابستگیوں کو ترک کرتے ہوئے اعلان کیا کہ یہ لوگ قومی سیاست میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔

مقامی حکومت

اگست 2020ء میں سندھ میں مقامی حکومتوں کی چار سالہ مدت مکمل ہونے کے بعد سے صوبائی حکومت نئی مقامی حکومتوں کے قیام کے لیے نئے انتخابات کا اعلان کرنے سے قاصر رہی۔ سیاسی اشخاص اور بیوروکریسی میں سے ایڈمنسٹریٹر تعینات کر کے کام چلایا جاتا رہا۔ کراچی میں کمشنر کو کے ایم سی کا چارج دیا گیا، اس کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کے نمایاں رہنما مُرتضیٰ وہاب کو ایڈمنسٹریٹر تعینات کر دیا گیا۔

اس عرصے میں سپریم کورٹ کے سخت احکامات کے نتیجے میں صوبائی حکومت نے سندھ لوکل گورنمنٹ قانون میں 12 دسمبر 2021ء کو ترمیم کی، اس کے نتیجے میں ایک نئے تنازع نے جنم لے لیا اور حزب اختلاف کی جماعتوں نے اس قانون کی مخالفت کی۔

ایم کیو ایم-پاکستان، پی ٹی آئی، گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس جیسی پارلیمانی جماعتوں کے علاوہ، ایسی کلیدی سیاسی جماعتیں جو پارلیمان میں نہیں، مثلاً جماعت اسلامی اور پاک سرزمین پارٹی (پی ایس پی) نے بھی نئے بلدیاتی قانون کے خلاف کراچی کی سڑکوں پر مظاہرے کیے، ان کا کہنا تھا کہ یہ قانون مقامی حکومتوں کے اختیارات کے خلاف ہے۔ انھوں نے صوبائی حکومت پر الزام عائد کیا کہ وہ تعلیم اور صحت جیسے معاملات میں مقامی حکومتوں کے اختیارات سلب کر رہی ہے۔ پی ایس پی نے اس قانون کے خلاف ایک استدعا سندھ ہائی کورٹ میں داخل کرائی۔

مقامی حکومتوں کے نئے قانون کے تحت صحت کے بڑے مراکز مثلاً کراچی میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج، عباسی شہید ہسپتال، سوبھراج ہسپتال، لیپروسی سنٹر اور سرفراز رفیقی سنٹر کے ایم سی کا حصہ نہیں رہیں گے۔ اس کی بجائے یہ اسپتال سندھ حکومت کے ماتحت ہو جائیں گے۔ اسی طرح کراچی، حیدرآباد اور سکھر کی میونسپل کارپوریشنوں کے تحت چلنے والے سکول بھی نئے قانون کے مطابق صوبائی حکومت کے تحت آجائیں گے۔

سندھ حکومت بلدیاتی حکومتوں کے بہت سے افعال اپنے ہاتھ میں لے چکی ہے، ان میں سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بورڈ (جس کا نیا نام سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ ہے) اور کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی شامل ہیں، یہ ادارے اس سے قبل، جنرل پرویز مشرف کے دور میں، کراچی سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے ماتحت تھے۔ مقامی حکومتوں کے نئے قانون سے جنرل مشرف دور کا گورننس نظام بحال ہوا، ڈسٹرکٹ میونسپل کارپوریشنوں اور ڈسٹرکٹ کاؤنسلوں کی جگہ اٹھارہ ٹاؤنوں نے لے لی۔ مقامی حکومتوں کے کچھ اور اہم اختیارات مثلاً پیدائش اور موت کے رجسٹریشن سٹیفکیٹ جاری کرنے کا

اختیار بھی اس نئے قانون کے تحت صوبائی حکومت نے حاصل کر لیا۔

جماعت اسلامی، جو سندھ کی مقامی حکومتوں سے 2006ء سے باہر ہے، نے شدت سے اس نئے قانون کی مخالفت کی۔ان کے مطالبات اس حد تک پہنچ گئے کہ انھوں نے مقامی حکومتوں کے کام کرنے اور انتخابات کے لیے آئین میں ترمیم کر کے اس حوالے سے اس میں ایک نیا باب شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ جماعت نے نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کی ضلع کی سطح تک منتقلی کا مطالبہ بھی کیا۔

اگر چہ سندھ میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کے لیے ابھی کسی تاریخ کا اعلان نہیں کیا گیا تاہم الیکشن کمیشن مقامی حکومتوں کی حد بندیوں کا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔

سول سوسائٹی کی انجمنوں کے لیے سکڑتا میدان

اگر چہ صوبائی اسمبلی نے سندھ چیریٹی رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ 2019ء کی منظوری دی تاہم حکومت فلاحی تنظیموں کو کمیشن کے دائرہ کار میں لانے میں ناکام رہی۔رجسٹریشن کا دورانیہ جو اس برس 11 فروری کو ختم ہو رہا تھا اس میں پہلے 10 اپریل، پھر 10 جون اور آخر 10 ستمبر تک توسیع کر دی گئی۔

سول سوسائٹی کی انجمنوں کی طرف سے اس نئی قانون سازی کی مزاحمت دیکھنے میں آئی۔اس کا جواز ان انجمنوں نے یہ دِیا کہ وہ پہلے ہی صوبائی محکمہ سوشل ویلفیئر یا رجسٹرار سوسائٹیز (سوسائٹیز ایکٹ کے تحت) کے پاس یا وفاقی سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کے پاس غیر نفع بخش کمپنیوں کے طور پر رجسٹرڈ ہیں۔ٹرسٹ ایکٹ 1882ء بھی انھیں رجسٹر کرتا ہے۔ان تنظیموں کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ حکومت اس نئی قانون سازی کے ذریعے ان کے کام میں رُکاوٹ ڈالنا چاہتی ہے۔

غیر ملکی امداد لینے والی غیر حکومتی تنظیموں (این جی اوز) سے این جی اوز پالیسی 2013ء کے تحت وفاقی اکنامک افیئرز ڈویژن کے ساتھ ایک میمورنڈم آف انڈرسٹینڈنگ پر دستخط کرنے کے لیے کہا گیا۔نومبر میں سماجی بہبود کی وزارت نے صوبائی اسمبلی کو بتایا کہ 12,000 رجسٹرڈ غیر حکومتی تنظیموں میں سے تقریباً 7,000 کی رجسٹریشن منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ یہ تنظیمیں اس حوالے سے متعین کردہ حکومتی معیار پر پورا نہیں اُتر سکیں۔

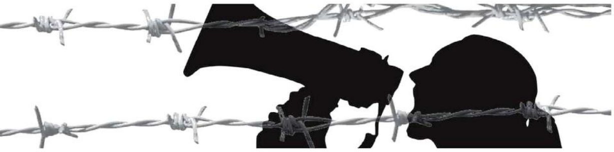

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

گھریلو تشدد 2021ء میں بھی بے روک ٹوک جاری رہا۔ جولائی میں حیدرآباد میں چار بچوں کی ماں قرۃ العین بلوچ کو اس کے خاوند عمر خالد نے گھنٹوں تک تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا۔ اسی مہینے فوزیہ بُرادی کو مبینہ طور پر اس کے دیور حکیم برادی نے قتل کر دیا۔ اس کی لاش کو جرم چھپانے کے لیے دفن کر دیا گیا۔ اس کے خاوند نے وقوعے کی شکایت درج کرائی اور ملزم کو گرفتار کر لیا گیا؛ بعدازاں اُس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔

اکتوبر میں ضلع خیر پور کے علاقے رانی پور میں این جی او کی کارکن روشن محبوب کو مبینہ طور پر پاکستان مسلم لیگ (فنکشنل) کے پیر معشوق شاہ نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے سوتیلے بیٹے، عاقل محبوب نے جو ایف آئی آر درج کرائی اُس میں سات اور مشکوک افراد کو بھی نامزد کیا گیا۔ عاقل کا کہنا تھا کہ اُس کی ماں کو زمین کے اُس ٹکڑے کے لیے مارا گیا جو اس کی این جی او، روشن سہارا فاؤنڈیشن کے لیے موسیٰ راجپر گاؤں میں عطیہ کیا گیا تھا۔

ایچ آر سی پی کے میڈیا مانیٹرنگ نے سندھ میں خواتین کے خلاف ہراسانی کے تین، عصمت دری کے 42 اور گینگ ریپ کے 11 کیس ریکارڈ کیے (اس کے علاوہ مردوں کے خلاف عصمت دری کے 43 اور گینگ ریپ کے 21 کیس ریکارڈ کیے گئے)۔

خواجہ سرا

پاکستانی سماج میں خواجہ سرا برادری سماجی اور معاشی ہر دو اعتبار سے پس ماندہ ہے اور اب انھیں اضافی آن لائن ہراسانی کا بھی سامنا ہے۔ جینڈر انٹریکٹو الائنس کے مطابق صرف کراچی ہی میں 200 سے زائد دھمکی آمیز آڈیو ویڈیو پیغامات موصول ہوئے، ان کی وجہ سے شہر کے خواجہ سرا اشخاص میں عدم تحفظ اور خوف کا احساس پیدا ہوا۔

مارچ میں کراچی کے عزیز بھٹی کے علاقے میں ایک خواجہ سرا پر اُس کے گھر میں حملہ کیا گیا اور اُسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اگرچہ اس واقعے کی ایف آئی آر اُسی روز درج کرا دی گئی تھی تاہم پولیس ملزم کو ساڑھے تین ماہ کے بعد گرفتار کر سکی۔

دسمبر میں خواجہ سراؤں کے حقوق کے لیے سرگرم، رعنا نے، سول سوسائٹی انجمنوں کے دیگر نمائندگان کے ہمراہ کراچی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس کی، اس میں انھوں نے خواجہ سرا برادری کے خلاف تشدد کے بڑھتے رُجحان اور اس کی وجہ سے برادری میں پھیلنے والے خوف کے مسئلے کو اُجاگر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ کراچی میں ایک مہینے کے اندر اندر کم از کم چار خواجہ سرا حضرات اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، انھوں نے ہر واقعے کی تفصیلات بھی مہیا کیں۔ انھوں نے بتایا کہ دو کو قتل کیا گیا جب کہ باقی دو طبی عملے کے خواجہ سراؤں کے لیے تعصب کا شکار ہوئے۔ ان میں 19 برس کا ٹوفی

بھی شامل تھا، وہ ایچ آئی وی کا مریض تھا اور اس کا علاج کرنے سے انکار کر دیا گیا، اسی سبب وہ اپنی جان سے گیا۔

حقوق کے لیے سرگرم کارکنان نے اس برادری کے خلاف منظّم تشدد اور امتیازی سلوک روا رکھے جانے کی مذمت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ٹرانس جینڈر پرسنز (پروٹیکشن آف رائٹس) ایکٹ 2018ء کے تحت پناہ گاہیں اور محفوظ گھر قائم کرنے سمیت اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کرے۔ انھوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ خواجہ سرا برادری کی جانب سے پیش کیا گیا بل بغیر کسی مزید تاخیر کے سندھ اسمبلی سے منظور کرایا جائے۔

نومبر میں کم از کم 25 خواجہ سراؤں نے پاکستان پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ پارٹی کے سینئر رہنما بشمول نثار کھوڑو اور سعید غنی اس پریس کانفرنس میں موجود تھے جس کا بندوبست برادری نے یہ اعلان کرنے کے لیے کیا تھا۔

سندھ سروسز ایکٹ 1973ء میں ایک ترمیم کے بعد یہ برادری اب ملازمتوں میں 0.5 فیصد کوٹے کی حق دار ہوگی۔ کابینہ سے منظور شدہ مسودہ اسمبلی میں پیش کیے جانے کے لیے تیار ہے۔ سندھ حکومت کے مختلف محکموں میں خالی 41,000 اسامیوں میں سے تقریباً 206 ان کے لیے مخصوص ہوں گی۔ ایک اہم قدم اٹھاتے ہوئے، صوبائی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ خواجہ سرا اور معذوری کے ساتھ جیتے اشخاص کے لیے صوبے کی ہر مقامی حکومت میں ایک سیٹ مخصوص کرے گی۔

بچے

اپریل میں سندھ اسمبلی نے چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی امینڈمنٹ ایکٹ 2021ء منظور کیا اور پی پی پی کی صوبائی اسمبلی کی رکن شمیم ممتاز کو اتھارٹی کی قائم مقام چیئر پرسن نامزد کیا گیا۔ تازہ ترین ترمیم کے بعد پولیس کو یہ اختیار ہے کہ وہ مختلف نوع کے تشدد کے شکار بچوں کے تحفظ کے لیے ایف آئی آر کا اندراج کر سکتی ہے، ایسا نہ کرنے والے پولیس افسران کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ ایچ آر سی پی کے میڈیا مانیٹرنگ نے سندھ میں کم عمری کی شادی کے کم از کم دو واقعات ریکارڈ کیے۔

محنت کش

2020ء میں نہ تو صوبائی اور نہ ہی وفاقی حکومت نے غیر ہنر مند محنت کشوں کی اُجرت میں اضافے کے لیے کوئی کوشش کی۔ تاہم جون 2021ء میں سندھ اسمبلی میں بجٹ پیش کیے جانے سے چند گھنٹے قبل سندھ حکومت نے حکومتی ملازمین کی تنخواہوں میں 20 فیصد اضافے اور غیر ہنر مند کارکنان کی ماہانہ اُجرت 17,500 سے بڑھا کر 25000 ماہانہ کرنے کا اعلان کیا۔ یہ سندھ حکومت کی جانب سے آج تک کیا جانے والا سب سے بڑا اضافہ تھا، حتیٰ کہ یہ اضافہ دیگر صوبوں کے مقابلے میں بھی سب سے زیادہ تھا۔ سندھ میں محنت کشوں کے رہنما اُجرتوں میں اضافے کا مطالبہ کر رہے تھے کیونکہ مہنگائی اور اشیائے خورونوش کی قیمتوں میں بڑا اضافہ ہو چکا تھا۔

کراچی میں قائم ایمپلائرز فیڈریشن آف پاکستان نے اس نوٹیفکیشن کو سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا، تاہم عدالت

کراچی کے علاقے مہران ٹاؤن میں بی ایم لگیج کے صنعتی یونٹ میں آتشزدگی کے باعث 16 مزدور جان سے گئے

نے حکومت کا فیصلہ برقرار رکھا۔ ایمپلائز فیڈریشن اس معاملے کو سپریم کورٹ میں لے گئی جس نے اس وقت صوبائی حکومت کے نوٹیفکیشن کو معطل کر دیا۔

کام کی جگہوں پر حادثات جاری رہے کیوں کہ کام کی جگہوں پر صحت اور تحفظ سہولیات کی فراہمی کے قوانین اور ضوابط کی خلاف ورزیاں جاری تھیں۔ اگست میں کراچی کے مہران ٹاؤن میں BM Luggage کے صنعتی یونٹ میں لگنے والی آگ کے نتیجے میں 16 مزدور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، یہ صنعتی یونٹ کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی جانب سے پاکستانی تارکین وطن کے لیے قائم کی جانے والی ایک رہائشی کالونی میں کام کر رہا تھا۔ فیکٹری اور زمین مالکان کے علاوہ پولیس نے مختلف سرکاری محکموں مثلاً سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی، کے ڈی اے، کے ایم سی، سول اور ڈیفنس ڈپارٹمنٹ کے خلاف بھی مقدمہ درج کیا۔

اگرچہ صوبائی اسمبلی نے سندھ ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ 2018ء کی منظوری دی تاہم اس قانون پر عمل درآمد کے لیے کوئی اقدامات نہ اُٹھائے گئے۔ نومبر میں صوبائی محکمہ محنت و انسانی وسائل نے ہوم بیسڈ ورکرز فیڈریشن کے ساتھ مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے جس کے تحت سندھ میں ہوم بیسڈ کارکنان کو رجسٹرڈ کیا جانا تھا تاکہ انہیں سماجی بہبود کے فوائد حاصل ہوسکیں، شادی اور موت کی صورت میں ورکرز ویلفیئر فنڈ سے امداد مل سکے اور حقوق کے لیے اجتماعی آواز اٹھانے کے لیے یونین بنا سکیں۔

زرعی شعبے میں کام کرنے والوں کی صورت حال بھی کچھ بہتر نہ رہی اگرچہ ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا کہ پیپلز ہاری کارڈ کے اجرا کے بعد چھوٹے کسانوں کو مالی سال 2021/22 کے دوران کھاد پر 3 ارب روپے کی سب سڈی فراہم کی جائے گی۔ موسم سرما میں ملک بھر میں کھاد کی شدید قلت کے باوجود کسانوں کو مخصوص ڈیلروں کے ذریعے کھاد کی دستیابی جاری رہی۔

ہاری ویلفیئر آرگنائزیشن کے مطابق زرعی اور بھٹا مزدوروں کو ماہانہ 6000 سے لے کر 7000 تک ہی اُجرت مل رہی تھی۔ انھوں نے یہ بھی رپورٹ کیا کہ جنوری سے ستمبر 2021 کے درمیانی عرصے میں 1,451 کارکنان کو سندھ

کے مختلف اضلاع میں عدالتی احکامات کے بعد کھیتوں میں جبری مشقت سے نجات دلائی گئی۔ رہا کرائے جانے والوں میں 318 مرد، 436 خواتین اور 617 بچے شامل تھے۔

جبری مشقت کے خلاف قانون، سندھ بانڈڈ لیبر سسٹم (ابولیشن) ایکٹ 2015ء، کی منظوری کے بعد پہلی بار، اس ایکٹ کے تحت صوبائی حکومت کو ہر ضلع میں نگران کمیٹیاں تشکیل دینا تھیں، آخر کار 30 میں سے 14 اِضلاع میں صوبائی حکومت نے یہ کمیٹیاں 2021ء میں بنا دیں۔

سمندری حدود عبور کر جانے والے ماہی گیروں کی بھارتی جیلوں میں قید کا سلسلہ جاری ہے۔ سندھ گورنمنٹ کی فشر مین کواپریٹو سوسائٹی نے بیان کیا کہ 2021ء میں وہ اس مسئلے کے حل کے لیے اقدامات اٹھا رہی ہے، اگرچہ انڈیا کی حدود میں پکڑے جانے والے ماہی گیروں کی پاکستانی شہریت ثابت کرنے میں برسہا برس لگ جاتے ہیں اور اس کی وجہ وزارت خارجہ اور پاکستانی ہائی کمیشن، نئی دہلی کی سُست روی ہے، اس کے برعکس جن بھارتی ماہی گیروں کو پاکستانی میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی گرفتار کرتی ہے اُن کے لیے بھارتی ہائی کمیشن کا ردِعمل سرعت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

بزرگ

اگرچہ سندھ پاکستان کا پہلا صوبہ تھا جس نے 2014ء میں سینئیر سیٹیزنز ویلفئیر ایکٹ منظور کیا تھا تاہم اس کا نفاذ 2021ء تک التوا میں رہا، آخر کار حکومت نے اس کے نفاذ کے ضوابط تشکیل دِیے۔ تاہم بار بار یاد دہانیوں کے باوجود حکومت نے اب تک 60 سال سے زائد عمر شہریوں کے لیے سینئیر سٹیزن آزادی کارڈ جاری نہیں کیا حالانکہ اس کا

مسلسل یاد دہانیوں کے باوجود حکومت سینئیر سٹیزن آزادی کارڈ جس کا بارہا اعلان کیا گیا تھا، جاری کرنے میں ناکام رہی

سندھ

ڈھول بہت پیٹا گیا تھا۔

یہ قانون پابند کرتا ہے کہ بزرگ شہریوں کے لیے ویلفیئر کمیٹیاں اور ضلعی سطح پر اولڈ ایج ہومز قائم کیے جائیں۔ کارڈ رکھنے والوں کو نجی ہسپتالوں میں صحت کی سہولیات پر پچیس فیصد رعایت دی جائے گی جب کہ ان کے لیے ریلوں اور بسوں کا کرایہ بھی رعایتی ہوگا۔ تاہم اب یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ صرف ایسے بزرگ شہری ان سہولیات سے مستفیض ہو سکیں گے جو پنشن نہیں لیتے۔ صوبائی حکومت نے ان کی فلاح کے لیے 500 ملین روپے کا ایک فنڈ بھی مختص کیا ہے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے قانون، سندھ امپاورمنٹ آف پرسنز وِدڈس ایبلیٹیز ایکٹ 2018ء کی منظوری کے بعد ڈپارٹمنٹ آف امپاورمنٹ آف پرسنز وِدڈس ایبلیٹیز کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔ یہ قانون سندھ ڈفرنٹلی ایبلڈ پرسنز ایکٹ 2014ء میں ترمیم ہے، جس کا مقصد ان لوگوں کے لیے ملازمتوں کے کوٹے میں 2 فیصد کی بجائے 5 فیصد کا اضافہ ہے۔

اپنی ذمہ داریوں کے مطابق، محکمہ صوبے میں پی ایل ڈبلیو ڈیز کی کل تعداد جاننے کے لیے ڈیٹا جمع کر رہا ہے (245,000 اشخاص رجسٹرڈ ہو چکے ہیں)۔ اب تک محکمہ 46 پی ایل ڈبلیو ڈیز کو نوکریاں مہیا کر چکا ہے جب کہ سجاول میں ان کے لیے ایک بحالی مرکز بھی قائم کیا جا چکا ہے۔ اب تک پی ایل ڈبلیو ڈیز کے لیے اٹھارہ بحالی مرکز کھولے جا چکے ہیں جب کہ منظور شدہ 274 اسامیوں میں سے 247 کو پر کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ 2021ء میں سندھ بھر میں موجود 64 سپیشل ایجوکیشن سنٹرز پر نابیناؤں اور بہروں کے لیے 27 تربیتی پروگرام کی پیش کش کی جا رہی ہے۔ ان میں بُنائی، موسیقی، کال سنٹر ٹریننگ، سیلز مین شپ، پی اے بی ایک بورڈ آپریشن، پیکنگ، سلائی، موم بتی بنانے، ویلڈنگ، ٹیلرنگ، آٹو میکنک، بجلی اور کڑھائی کا کام سکھایا جا رہا ہے۔ ان کے بچوں کو مفت پک اینڈ ڈراپ، یونیفارم، جوتے، کتابیں اور ہر بچے کو 2000 روپے وظیفہ دیا جا رہا ہے۔

Connect Hear نامی ایک سٹارٹ اپ کو ایسے لوگ چلاتے ہیں جو پاکستان میں اشاروں کی زبان اور بہروں کی شمولیت کے لیے کوشاں ہیں، انھوں نے اشاروں کی زبان کی تفہیم کی ایک ایپ، معذوری کے ساتھ جیتے لوگوں کے عالمی دن، 3 دسمبر کو جاری کی۔ اس روز محکمہ امپاورمنٹ آف پرسنز وِدڈس ایبلیٹیز نے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ایک تقریب کا انعقاد کیا تھا، جہاں شُرکا کو آگاہ کیا گیا کہ 3000 لوگ پہلے ہی اس ایپ کو استعمال کر رہے ہیں۔

مہاجرین

15 اگست کو کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد پاکستان میں افغان مہاجرین کی ایک نئی لہر آنے کا امکان تھا۔ سندھ میں کم

سندھ

وبیش 63,000 رجسٹرڈ افغان مہاجرین موجود ہیں، جن کی اکثریت سہراب گوٹھ اوراس سے ملحقہ علاقوں میں آباد ہے۔قانون سازوں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا کہ اگر مزید افغان مہاجرین سندھ کا رُخ کرتے ہیں تو صوبائی حکومت پولیواور کورونا جیسی وباؤں کے پھیلاؤ کو کیسے روک سکے گی۔اس کے برعکس حزب مخالف کے قانون ساز اس بارے میں سوالات اُٹھارہے تھے کہ ان مہاجرین کو کیمپوں میں کس طرح سے رکھا جا سکے گا۔

وزیراعلیٰ کی جگہ پر جواب دیتے ہوئے وزیر توانائی امتیاز شیخ نے کہا کہ نئے آنے والے مہاجرین کو سندھ کے سرحدی علاقوں میں قائم کیمپوں میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر پناہ دی جائے گی اور وہیں سے انھیں ان کے ملک واپس بھجوادیا جائے گا۔

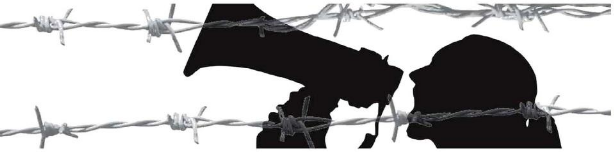

سماجی اور معاشی حقوق

صحت

2021ء میں تھرپارکر میں 115 لوگوں کی چونکا دینے والی تعداد نے خودکشی کر لی، ان میں سے 68 خواتین تھیں۔ سب سے زیادہ تعداد، 32 نگرپارکر سے رپورٹ ہوئی۔ اس کے بعد اسلام کوٹ میں 26، چھاچھرو میں 21، مٹھی میں 19، ڈہیلی میں 8، ڈپلو میں سات اور کلوئی میں دو خودکشیوں کی اطلاعات ملیں۔ ان کی کل تعداد میں سے 99 کا تعلق ہندو برادری سے تھا۔

سندھ مینٹل ہیلتھ اتھارٹی کی 2021ء میں ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ خودکشی کرنے والوں میں سے 24 فیصد پہلے ہی سے کسی ذہنی بیماری کا شکار تھے۔ اس نے سندھ حکومت پر زور دیا کہ وہ خودکشی کی روک تھام کا ایکٹ پیش کرے اور سفارش کی کہ خودکشی کو مجرمانہ افعال کی فہرست میں سے خارج کرنے کے لیے پاکستان پینل کوڈ سے دفعہ 325 کو نکال دیا جائے۔

نومبر میں میڈیکل کے چوتھے برس کی طالبہ، نوشین کاظمی لاڑکانہ میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو میڈیکل یونیورسٹی (ایس ایم بی بی ایم یو) کے ہاسٹل کے اپنے کمرے میں مُردہ پائی گئی۔ ابتدائی پولیس تفتیش میں اسے خودکشی قرار دیا گیا لیکن اہل خانہ اور دیگر سرگرم طلبہ نے اس دعوے کو مسترد کر دِیا کہ اس کی موت کے حالات 2019ء میں ہوئی میڈیکل کی طالبہ نمرتا کماری سے مشکوک حد تک ملتے جلتے تھے۔ اس کے بعد سندھ کے وزیر صحت نے اس طالبہ کی موت کی مزید تفتیش کا حکم دیا۔

سندھ حکومت نے اگلے مالی سال کے لیے صحت کے لیے مختص بجٹ میں 29.49 فیصد اضافے کا اعلان کرتے ہوئے اسے 132.884 بلین روپوں سے بڑھا کر 172 بلین روپے کر دیا۔ اس میں پی پی ایچ آئی سندھ، ایس آئی یو ٹی اور انڈس ہسپتال کراچی کے لیے جاری مالی مدد کو شامل کیا گیا۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ کراچی کے تین بڑے ہسپتالوں کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے سندھ حکومت اور وفاقی حکومت کے مابین لڑائی جاری رہی۔ سال کی ابتدا میں وفاقی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ کراچی کے تین مرکزی ہسپتالوں جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سنٹر، نیشنل انسٹیٹیوٹ آف کارڈیو ویسکولر ڈیزیز اور نیشنل انسٹیٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ کا کنٹرول سنبھالنے کا عمل شروع کر چکی ہے اور ایک آزاد بورڈ آف گورنرز میڈیکل ٹیچنگ آرڈیننس کے تحت تشکیل دیا جائے گا۔ سال کے اختتام تک صحت کے یہ تینوں ادارے سندھ حکومت کے کنٹرول میں تھے۔

سندھ میں نظام صحت کا شعبہ پیرا میڈیکس کی شدید قلت سے متاثر ہوتا رہا، حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب اسے ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے معیار، ہر 10,000 کی آبادی کے لیے 50 نرسوں کی فراہمی،

کے مطابق، سندھ کی ساڑھے پانچ کروڑ آبادی کے اعتبار سے نظامِ صحت میں نرسوں کی کم از کم مثالی تعداد 260,000 ہونی چاہیے۔ تاہم سندھ کے اسپتالوں کے لیے درکار 10,000 نرسوں میں سے، ینگ نرسز ایسوسی ایشن، سندھ کے مطابق، صرف 4000 اسامیاں پر کی گئیں حالانکہ سندھ میں نرسنگ کے 19 کالج ہیں۔ سندھ کے محکمہ صحت کی فوکل پرسن برائے نرسنگ، خیر النسا خان کے مطابق اس وقت سرکاری ہسپتالوں میں 8,960 جنرل نرسوں کی فوری طور پر اشد ضرورت ہے، انتہائی نگہداشت یونٹوں میں دو ہزار، جبکہ ہائی ڈیپنڈنسی یونٹوں میں 100 نرسیں درکار ہیں۔

اکتوبر میں سندھ اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے صحت نے سندھ ٹیلی میڈیسن اینڈ ٹیلی ہیلتھ بل 2021ء کے ڈرافٹ کی منظوری دی۔ منظور ہو جانے پر رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنرز صحت کی خدمات دُور بیٹھے بھی مہیا کر سکیں گے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے خواتین ڈاکٹروں کو فائدہ ہوگا جو ذاتی وجوہات کی بِنا پر دوبدو پریکٹس کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔

سندھ واحد صوبہ تھا جس نے صحت کے بیمہ پروگرام سے باہر رہنے کا فیصلہ کیا، بہت سے لوگوں کے خیال میں، اس کی بڑی وجہ صحت کی سہولیات کی مفت فراہمی کے تصور سے انکار نہیں بلکہ سیاسی تھی۔

اندازہ ہے کہ پاکستان بھر میں ایچ آئی وی اور ایڈز کے تقریباً 200,000 مریض موجود ہیں جن میں سے صرف سندھ ہی میں 86,000 مریض ہیں۔ خطرناک بات یہ ہے کہ ان میں سے 39,000 مریض ایسے ہیں جو نادانستہ طور پر اپنے اہل خانہ اور آس پاس موجود دوسرے لوگوں کی لاعلمی میں اس متعدی مرض کو منتقل کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ ماہرینِ صحت کہتے ہیں کہ ان مریضوں کو اس مسئلے کی سنگینی کا بہت کم اِدراک ہے۔

تعلیم

سندھ میں پانچ سے 16 برس کی عمر کے 6.5 ملین بچے سکولوں سے باہر ہیں۔ 2021ء تو سکول جانے والے بچوں کے لیے بھی مایوس کن سال تھا۔ پورا تعلیمی سال صرف 98 دن پر محیط رہا، اور اس کی سب سے بڑی وجہ کووِڈ-19 کی وبا تھی۔ اس پر مستزاد، دو برس کے بعد بھی، کراچی یونی ورسٹی کے مستقل وائس چانسلر کا تقرر نہیں کیا جا سکا۔ اس کے علاوہ سکول ایجوکیشن اور لٹریسی کے شعبے اور ساتوں تعلیمی بورڈوں میں کئی کلیدی عہدے خالی پڑے ہیں۔

جہاں سندھ حکومت نے 4,901 غیر فائدہ مند سکول بند کیے وہیں اس نے صوبے بھر میں 46,549 اساتذہ کی بھرتیوں کا بڑا عمل بھی شروع کیا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ محکمہ نے صوبے میں تعلیمی منصوبوں کے لیے جو 26 بلین روپے مختص کیے تھے اُن میں سے صرف 7.59 بلین روپے جاری کیے گئے اور اُن میں سے بھی صرف 3.24 بلین روپے سال 2021 کے دوران خرچ کیے گئے۔

حکومت نے یکساں تعلیمی نصاب اپنانے سے بھی یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد یہ صوبائی معاملہ ہے

سندھ

اور یہ کہ وہ پہلے ہی اپنا نصاب تشکیل دے چکی ہے۔

سندھ حکومت اور وفاق کے مابین اختلافات پاکستان میڈیکل کمیشن پالیسی کے حوالے سے بھی سامنے آئے، جب اول الذکر نے فیصلہ کیا کہ وہ میڈیکل اور ڈینٹل کالج داخلہ امتحان 2021ء میں 2021/22 کے سیشن میں داخلوں کی اہلیت کے لیے درکار نمبروں کی شرح 65 فیصد سے کم کر کے پچاس فیصد کر دے گی۔ سندھ کے وزیرِ صحت کے مطابق 2020ء میں پاس ہونے کے لیے درکار شرح 60 فیصد کے ساتھ سندھ میں اہل طالب علموں کی مجموعی تعداد 8,287 تھی۔ ان میں سے 2900 کو سرکاری اداروں میں داخلہ مِلا جب کہ 800 نے نجی اداروں میں داخلہ لیا۔ 4,587 طالب علم میڈیکل کالجوں میں داخل نہ ہو سکے کیونکہ وہ فیس ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے، اس وجہ سے 1800 نشستیں خالی رہ گئیں۔

ایک مثبت کام یہ ہوا کہ محکمہ صحت نے نویں سے بارھویں جماعت کے 1.4 ملین طالب علموں کو کووڈ-19 سے بچاؤ کی ویکسین لگائی۔

رہائش اور شہری سہولیات

انسدادِ تجاوزات کی مہم کا نتیجہ برساتی پانی کے نکاس کے تین بڑے نالوں، منظور کالونی نالا، گجر نالا اور اورنگی نالا، پر قائم سینکڑوں گھروں کی مسماری کی شکل میں نکلا۔ اس مہم کا آغاز سپریم کورٹ کے حکم پر کیا گیا اور 2021ء میں اس نے زور پکڑ لیا، اس سے مدنیت کے بہت سے ماہرین کی اس رائے کو تقویت ملتی دکھائی دی کہ ایسے فیصلوں سے غریب مخالف تعصب کی بو آتی ہے۔

این ای ڈی کے انفراسٹرکچر اینڈ اربن ڈپارٹمنٹ کے ایک سروے کے مطابق 5,000 سے زائد کنکریٹ کے سٹرکچر، شہر سے بارشی پانی کے نکاس کے ان نالوں پر بنائے گئے اور اس کے لیے لیز شہری حکومت نے دی۔ حکومت نے اس دوران ممکنہ طور پر گھروں سے بے دخل ہو جانے والے خاندانوں کی دوبارہ آبادکاری کے لیے سکیم 42 اور تیسر ٹاؤن میں کم قیمت گھروں کا اعلان کیا۔

گرائے جانے والے گھروں کے متاثرین کی تحریک، کراچی بچاؤ تحریک، نے ڈرون کے ذریعے کیے جانے والے حکومتی سروے کو مسترد کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ سروے اس تباہی کی انسانی قیمت کا تخمینہ نہیں لگا سکتے۔ مزید برآں، لوگوں کو ابھی اُن کے گرائے جانے والے گھروں کے بدلے میں معاوضہ بھی ادا نہیں کیا گیا۔ اس پر مستزاد کہ تقریباً 70,000 گھر گرائے گئے جب کہ حکومتی اعداد و شمار صرف 435 کی تعداد ظاہر کرتے ہیں۔

انسدادِ تجاوزات مہم کے دوران عدالت عظمیٰ نے کراچی کی دو بڑی کثیر المنزلہ رہائشی عمارتیں، نسلا ٹاور اور زیرِ تعمیر تجوری ہائٹس، گرانے کا حکم بھی دیا۔ عدالت کے اس حکم پر بھی عمل کیا گیا۔ اس کے بعد ایسے احکامات کا مقابلہ کرنے کے لیے

خیبر پختونخوا

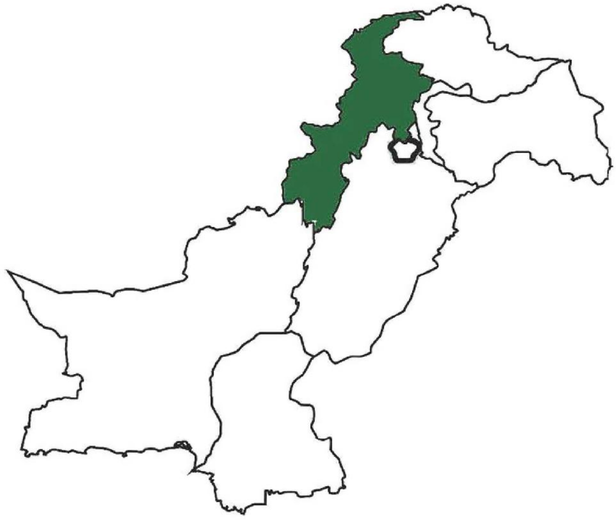

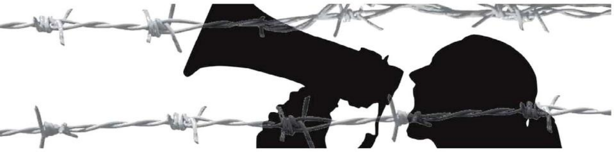

کلیدی رجحانات

- خیبر پختونخوا (کے پی) نے آخر کار 19 دسمبر 2021ء کو 17 اضلاع کی 63 تحصیلوں میں 14,000 سے زائد جنرل اور مخصوص نشستوں کے علاوہ چار شہروں کے میئر اور 63 تحصیل چیئر پرسنز کے چناؤ کے لیے مقامی حکومتوں کے اُن انتخابات کا انعقاد کروا ہی دیا جن کے لیے بہت انتظار کیا جا رہا تھا۔
- سال 2021ء کے دوران 181,402 لوگ خیبر پختونخوا میں کووڈ-19 مثبت آئے جب کہ 2020ء میں ان کی کل تعداد 58,708 رہی تھی۔ ان میں سے 5,930 لوگ فوت ہوئے جبکہ 2020ء میں ہلاک شدگان کی تعداد 1,649 رہی تھی۔ 2021ء کے دوران صوبے بھر میں وائرس سے متاثر کل 174,897 اشخاص صحت یاب ہوئے جبکہ 2020ء میں صحت یاب ہونے والوں کی تعداد 53,708 رہی تھی۔
- کے پی اسمبلی نے 2021ء میں کل 39 قوانین منظور کیے (2020ء میں منظور کیے جانے والے قوانین کی تعداد 50 تھی) ان میں سے کم از کم 5 قوانین براہِ راست انسانی حقوق سے متعلق تھے۔ یہ قوانین خواتین کو گھریلو تشدد سے محفوظ رکھنے، گواہان کے تحفظ، گھریلو ملازمین کے استحصال کے خلاف تحفظ، ملزمان اور پیرول پر رہائی پانے والوں کے لیے حالات میں بہتری اور ریٹائر سرکاری ملازمین کی عمر اور پنشن کی اہلیت میں بہتری کے لیے تھے۔
- 30 نومبر 2021 تک پشاور ہائی کورٹ میں کل 44,496 مقدمات زیرِ التوا تھے۔ یکم جنوری 2021 کو ان کی تعداد 41,041 تھی۔ 21,884 نئے مقدمات آئے جب کہ 18,432 مقدمات نپٹائے گئے۔ کے پی کی ضلعی عدالتوں میں 257,206 مقدمات 30 نومبر 2021 تک زیرِ التوا تھے۔ یکم جنوری 2021ء کو ان مقدمات کی تعداد 230,869 تھی۔
- 100 سے زائد لوگ ٹارگٹ کلنگ، فوجی آپریشنوں اور بلند سطحی تشدد کے دیگر واقعات میں ہلاک ہوئے۔ ہلاک شدگان میں شہری، خواتین اور مذہبی اقلیت سے تعلق رکھنے والے، سیاست دان، سیکیورٹی ایجنسیوں کے اہل کار اور عسکریت پسند شامل تھے۔

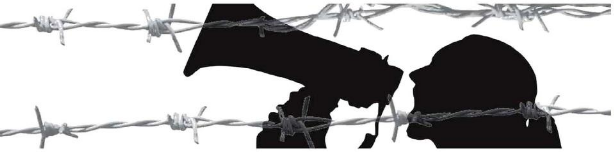

عمومی جائزہ

تعارف

خیبر پختونخوا کے لیے 2021ء میں نمایاں ترین امر یہ تھا کہ اس نے شمولیتی سیاست کی راہ پر قدم بڑھائے اور صوبے کے 35 میں سے 17 اضلاع میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کا انعقاد ہوا۔ منفی ترین بات کرونا وبا کے وہ ہیبت ناک اثرات تھے جو صوبے کے شہریوں پر مرتب ہوئے۔ 2021ء میں گزشتہ برس کی نسبت صوبے میں تین گُنا زیادہ لوگ اس وبا سے متاثر ہوئے اور اموات بھی تین گُنا زیادہ ریکارڈ کی گئیں۔ صحت کے علاوہ اِس وبا نے صوبے میں تعلیم اور معیشت کے شعبوں پر بھی منفی اثرات مرتب کیے، اور اس کی وجہ سے گورننس پر دباؤ رہا۔

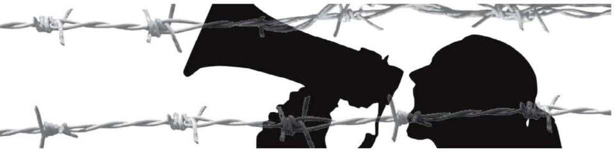

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

خیبر پختونخوا حکومت نے 2021ء کے دوران کے پی اسمبلی سے 39 قوانین منظور کرائے جن میں سے کم از کم پانچ قوانین کا براہِ راست تعلق انسانی حقوق سے تھا، یہ قوانین خواتین کو گھریلو تشدد سے محفوظ رکھنے، گواہان کے تحفظ، گھریلو ملازمین کے استحصال کے خلاف تحفظ، ملزمان اور پیرول پر رہائی پانے والوں کے لیے حالات میں بہتری اور ریٹائر ہونے والے سرکاری ملازمین کی عمر اور پنشن کی اہلیت میں بہتری کے لیے تھے۔ حقوقِ انسانی سے براہِ راست تعلق رکھنے والی قانون سازی مندرجہ ذیل تھی:

- دی خیبر پختونخوا وِٹنس پروٹیکشن ایکٹ 2021ء

  (The Khyber Pakhtunkhwa Witness Protection Act 2021)

- دی خیبر پختونخوا ہوم بیسڈ ورکرز (ویلفیئر اینڈ پروٹیکشن) ایکٹ 2021ء

  (The Khyber Pakhtunkhwa Home Based Workers (Welfare and Protection) Act 2021)

- دی خیبر پختونخوا پروبیشن اینڈ پیرول ایکٹ 2021ء

  (The Khyber Pakhtunkhwa Probation and Parole Act 2021)

- دی خیبر پختونخوا ڈومیسٹک وائلنس اگینسٹ ویمن (پریونشن اینڈ پروٹیکشن) ایکٹ 2021ء

  (The Khyber Pakhtunkhwa Domestic Violence Against Women (Prevention and Protection) Act 2021)

- دی خیبر پختونخوا سول سرونٹس (امینڈمینٹ) ایکٹ 2021ء

  (The Khyber Pakhtunkhwa Civil Servants (Amendment) Act 2021)

اپریل میں منظور کیے جانے والے ''وِٹنس پروٹیکشن ایکٹ'' کا مقصد دہشت گردی اور سنگین جرائم کی دفعات کے تحت درج ہونے والے مقدمات سمیت فوجداری مقدمات میں گواہان کو تحفظ فراہم کرنا تھا۔ اس قانون کے تحت حکومت ایک وِٹنس پروٹیکشن بورڈ قائم کرے گی اور گواہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی مرضی سے حفاظت کا حق طلب کرتے ہوئے مکمل رازداری اور آن لائن جرح کا سامنا کر سکے۔

جنوری میں خواتین کی حفاظت کے لیے منظور کیے جانے والے ''پروٹیکشن آف ویمن اگینسٹ ڈومیسٹک وائلنس'' نے افرادِ خانہ کی جانب سے خواتین کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی کو قابلِ سزا جرم بنا دیا جس کے لیے پانچ سال قید اور

جرمانہ کی سزا سنائی جا سکے گی۔ اس قانون کا مقصد خواتین کے خلاف ہونے والے گھریلو تشدد کو، جس میں جسمانی، نفسیاتی اور معاشی بدسلوکی شامل ہے، جرائم کے طور پر دیکھنا ہے۔ یہ قانون ہر ضلع میں ایک ضلعی تحفظ کمیٹی کے قیام کا تقاضا کرتا ہے۔

سرکاری ملازمین سے متعلق اپریل میں منظور کیے جانے والے قانون سے صوبائی حکومت کے ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر کی حد میں اس سے قبل کیے جانے والا تین برس کا اضافہ منسوخ ہو گیا۔ 2020ء میں ریٹائرمنٹ کی عمر کی حد 63 برس مقرر کر دی گئی تھی تاکہ پنشن کی مد میں ہونے والے اخراجات میں سالانہ 20 بلین روپے کی بچت کی جا سکے۔ پشاور ہائی کورٹ (پی ایچ سی) نے اس حکم کو غیر آئینی قرار دے دیا۔ جب صوبائی حکومت نے اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا تو سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کا فیصلہ برقرار رکھا۔

انصاف کی فراہمی

گزشتہ برسوں کی طرح 2021ء کے دوران بھی کے پی کی عدالتوں میں زیرِ التوا مقدمات کی تعداد بلند سطح پر رہی۔ 30 نومبر 2021ء تک کل 44,496 مقدمات پشاور ہائی کورٹ میں زیرِ التوا تھے۔ یکم جنوری 2021ء کو ایسے مقدمات کی تعداد 41,041 تھی۔ 21,884 نئے کیس جنوری سے نومبر 2021ء کے عرصے میں پشاور ہائی کورٹ میں داخل کرائے گئے جب کہ 18,432 مقدمات کا اسی دورانیے میں فیصلہ ہوا۔ کے پی کی ضلعی عدالتوں میں 30 نومبر 2021ء تک زیرِ التوا مقدمات کی تعداد 257,206 تھی۔ یکم جنوری 2021ء کو یہ تعداد 230,869 تھی۔ جنوری سے نومبر 2021 تک کے عرصے میں ضلعی عدالتوں نے 439,689 مقدمات نپٹائے جب کہ اسی عرصے میں 463,806 نئے کیس ان عدالتوں میں آئے۔

اپریل میں پشاور ہائی کورٹ نے ایک پانچ سالہ پالیسی جاری کی تاکہ تیز رفتاری کے ساتھ مقدمات نپٹا کر گزشتہ برسوں کا بوجھ ہلکا کیا جا سکے۔ ڈسٹرکٹ جیوڈیشری پرفارمنس مانیٹرنگ اینڈ ایویلوایشن پالیسی 25-2020 بنائی گئی کہ ہر برس بتدریج زیرِ التوا مقدمات کی تعداد کو کم کرتے کرتے 2025ء تک عملاً انہیں ختم کیا جا سکے۔

سارا سال کے پی میں زیرِ التوا مقدمات کے بڑھتے ہوئے انبار سے نپٹنے کے لیے خالی اسامیوں پر ججوں کے تقرر کا مسئلہ لٹکا رہا۔ مئی میں جوڈیشل کمیشن آف پاکستان کا ایک اجلاس، چیف جسٹس آف پاکستان کی زیرِ صدارت ہوا جس میں پشاور ہائی کورٹ میں پانچ ایڈیشنل ججوں کی تعیناتی کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا۔ یہ صورت حال اُس وقت پیدا ہوئی جب پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے ترقی کے لیے پیش کیے جانے والے، ضلعی عدالتوں سے تعلق رکھنے والے پانچ ججوں کے، اپنے تجویز کردہ نام واپس لے لیے، جوڈیشل کمیشن آف پاکستان کے کچھ ممبران کی جانب سے ان ناموں پر اعتراض کے بعد انھوں نے یہ قدم اٹھایا۔ اس وقت، پشاور ہائی کورٹ کے لیے منظور شدہ 20 ججوں کی اسامیوں میں سے 14 پر جج کام کر رہے ہیں۔ ضلعی عدالتوں میں 83 سول جج۔ جیوڈیشل مجسٹریٹ کم ہیں جبکہ

24 ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کی اسامیاں خالی پڑی ہیں۔

ملٹری عدالتوں، سرگرم کارکنان کی ضمانتوں اور ترقی میں مساوات کے کئی کلیدی مقدمات سال 2021ء کے دوران خیبر پختونخوا میں انصاف کی فراہمی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ان میں سے چند نمایاں مقدمات کی تفصیل یہاں دی جا رہی ہے:

ادریس خٹک کا مقدمہ۔ دسمبر میں ایک فوجی عدالت نے حقوق کے لیے سرگرم سیاسی کارکن ادریس خٹک کو مبینہ جاسوسی کے الزام میں 14 برس قیدِ سخت کی سزا سنائی۔ فیلڈ جنرل کورٹ مارشل نے فیصلہ کیا کہ خٹک جاسوسی کے مُرتکب پائے گئے اور انھوں نے حساس معلومات بیرون ملک سے تعلق رکھنے والی ایک خفیہ ایجنسی کے ساتھ سانجھی کیں۔ان پر مقدمہ پاکستان آرمی ایکٹ اور آفیشل سیکرٹس ایکٹ 1923ء کے تحت چلایا گیا۔خٹک سابقہ قبائلی علاقے اور بلوچستان میں ہونے والی جبری گمشدگیوں کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے۔ 13 نومبر 2019 کے روز وہ اسلام آباد سے پشاور آئے تھے کہ خفیہ اداروں کے اہلکاروں نے انھیں اپنی تحویل میں لے لیا۔جنوری میں پشاور ہائی کورٹ نے ادریس خٹک کے بھائی کی طرف سے دائر کردہ وہ اِستدعا مسترد کر دی جو انھوں نے فوجی عدالت میں مقدمہ چلائے جانے کے خلاف دائر کی تھی۔

توہین مذہب کے مقدمات میں سزائے موت۔ایک سینئیر وکیل کی درخواست کے جواب میں پشاور ہائی کورٹ نے ستمبر میں وفاقی اور کے پی کی صوبائی حکومت کو ہدایات دیں کہ وہ پاکستان پینل کوڈ میں ترمیم کے لیے اپنی اُن کوششوں سے آگاہ کریں جو توہین مذہب کے مقدمات میں سزائے موت کے لیے انھوں نے، وفاقی شرعی عدالت کے 1990 میں دِیے گئے ایک فیصلے کی روشنی میں کی تھیں۔اس فیصلے میں توہین رسالت کے مقدمات میں عمر قید کی سزا کو غیر اسلامی قرار دیا گیا تھا۔

انصاف کے متلاشی بارودی سرنگوں کے متاثرین۔اکتوبر میں پشاور ہائی کورٹ نے وہ درخواست نپٹا دی جو کے پی میں شامل کیے گئے سابقہ قبائلی اضلاع سے بارودی سرنگیں ہٹانے اور حکام کو علاقے کے رہائشیوں کے تحفظات دور کرنے کی ہدایت کے لیے دائر کی گئی تھی۔سینئیر وُکلا کے ایک گروپ کی اس درخواست میں بیان کیا گیا تھا کہ 2019/20 کے دوران بارودی سرنگوں کے کم از کم 178 دھماکے صرف جنوبی وزیرستان میں ہوئے، جن میں 800 رہائشیوں کی موت واقع ہوگئی، 250 لوگ مفلوج اور 77 اپنی بینائی کھو بیٹھے۔

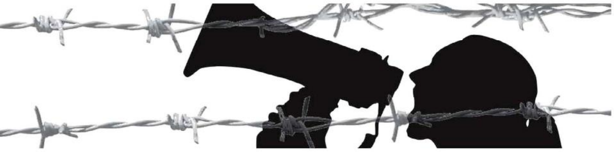

قانون کا نفاذ

امن عامہ

2021ء کے دوران خیبر پختونخوا میں مختلف واقعات میں درجنوں شہری، سیاست دان، قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہل کار اور عسکریت پسند مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ مندرجہ ذیل جدول میں 2021ء کے دوران درج ہونے والے جرائم کی مکمل تفصیل مہیا کی جا رہی ہے:

جرم کی نوعیت	کل کیس
عصمت دری	390
اجتماعی عصمت دری	0
قتل	303
بچوں کی عصمت دری	270
غیرت کے نام پر قتل	119
تیزاب گردی	3
توہین مذہب	33
پولیس مقابلے	109

ماخذ: کے پی پولیس، ایچ آر سی پی کی طرف سے معلومات کے حصول کے لیے دی گئی درخواست کے جواب میں

پولیس اہل کار: 2021ء کے اختتام تک کے پی محکمہ پولیس میں اہل کاروں کی کل تعداد 123,578 تھی۔

پولیس اہل کاران کی ہلاکت: کم از کم 19 پولیس اہل کار 2021ء کے دوران خیبر پختونخوا کے مختلف اضلاع میں فرائض کی انجام دہی کے دوران ہلاک ہوئے۔ ان میں سے کم از کم دس کو حملہ آوروں نے ٹارگٹ کر کے ہلاک کیا، ان میں وہ چھ پولیس اہل کار بھی شامل ہیں جو پولیو ورکروں کی حفاظت پر مامور تھے--- ان میں سے دو مردان میں جبکہ کرک، ڈیرہ اسماعیل خان، پشاور اور کوہاٹ میں ایک ایک اہل کار ہلاک ہوا۔ پانچ پولیس اہل کار پشاور اور لکی مروت میں ہونے والے دو الگ الگ حملوں میں ہلاک ہوئے جب ان کی گاڑیوں پر نامعلوم حملہ آوروں نے بندوقوں اور بموں سے حملہ کر دیا۔ دو پولیس اہل کار باجوڑ میں آئی ای ڈی دھماکے میں ہلاک ہوئے جبکہ ایک اہل کار پشاور میں ٹریفک ڈیوٹی کے دوران ہلاک ہوا۔ ایک اشتہاری کو گرفتار کرنے کے لیے شہر میں ایک گھر پر چھاپے کے دوران دو اہل

کار ہلاک ہوگئے۔ ان سب واقعات میں حملہ آور ہونے والوں میں سے نہ تو کسی کی شناخت کی جاسکی اور نہ ہی ان میں سے کسی کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔

فوجی اہل کاروں کی ہلاکت: 2021ء کے دوران کے پی کے مختلف اضلاع میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران 19 فوجی اہل کار بشمول پندرہ آرمی اہل کار اور چار فرنٹیر کانسٹیبلری (ایف سی) اہل کار ہلاک ہوئے۔ ستمبر میں دہشت گردوں کے خلاف جنوبی وزیرستان میں ہونے والے ایک آپریشن کے دوران سات فوجی اہل کار ہلاک ہو گئے۔ پانچ اہل کار شمالی وزیرستان میں ہلاک ہوئے ان میں سے ایک اہل کار دہشت گردوں کے خلاف ہونے والے آپریشن میں نشانہ بنا، دو اہل کار آئی ای ڈی دھماکے میں جبکہ دو اہل کار شمالی وزیرستان میں فوجی چیک پوسٹ پر دہشت گرد حملے میں ہلاک ہوئے۔ اگست میں باجوڑ بارڈر پر آرمی کے دو جوان افغانستان کے اندر سے ہونے والی فائرنگ کا نشانہ بنے۔ اکتوبر میں باجوڑ ہی میں ہونے والے آئی ای ڈی دھماکے کے نتیجے میں دو ایف سی اہل کار ہلاک ہوئے۔

سیاست دانوں کی ہلاکت، زخمی اور ہراساں کیے جانے کے واقعات: ماہِ جون میں باجوڑ کے علاقے میں نامعلوم موٹر سائیکل سوار مسلح افراد نے عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کے مقامی رہنما عبدالغنی خان کو ہلاک اور دیگر دو لوگوں کو زخمی کر دیا، زخمی ہونے والوں میں عبدالغنی خان کا بیٹا بھی تھا۔ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی)، بنوں کے ضلعی صدر ملک اشفاق خان کو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے اکتوبر میں اُس وقت گولیاں ماردیں جب وہ ایک دوست کے ساتھ ایک دُکان پر بیٹھے تھے۔ نامعلوم قاتلوں نے جمیعت علمائے اسلام (فضل، جے یو آئی-ایف) کے رہنما اور مقامی حکومتوں کے انتخابات میں ڈیرہ اسماعیل خان سے نامزد اُمیدوار، محمد الیاس کو نومبر میں قتل کر دیا۔

جنوری میں اے این پی سے تعلق رکھنے والے قانون ساز شکیل عمرزئی پشاور کے نزدیک ایک قاتلانہ حملے سے اس وقت بال بال بچے جب نامعلوم حملہ آوروں نے اُن کی کار پر گولیاں برسادیں تاہم اُن کا ڈرائیور اس حملے سے جانبر نہ ہوسکا۔ جماعت اسلامی (جے آئی) کے رہنما خلیل اللہ جان اور ان کے بیٹے کو جون کے مہینے میں باجوڑ میں ایک نامعلوم شخص نے گولیاں ماردیں تاہم وہ اس حملے میں صرف زخمی ہوئے۔ جنوری میں مانسہرہ میں پولیس نے جے یو آئی-ایف کے مقامی رہنما مفتی کفایت اللہ کے گھر پر چھاپہ مارا، پولیس اُنھیں فوج پر تنقید کے الزام میں گرفتار کرنا چاہتی تھی، تاہم مفتی کفایت گھر پر نہ تھے۔ جولائی میں کے پی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ 29 سیاست دانوں کو دی گئی سیکیورٹی واپس لے رہی ہے، ان میں ایسے سابق وُزرائے اعلیٰ، وُزراء اور دیگر سیاست دان بھی شامل تھے جن کو خطرات کا سامنا تھا۔

عسکریت پسند / دہشت گردوں کی ہلاکت: کے پی میں 2021ء کے دوران سیکیورٹی فورسز کے مختلف چھاپوں یا حملوں میں کم از کم چالیس ایسے لوگ مارے گئے جنھیں حکام نے 'عسکریت پسند' یا 'دہشت گرد' قرار دیا۔ ان میں سے 37 کو فوجی اہل کاروں نے مارا اور تین کو پولیس نے۔ تمام کے تمام 16 آپریشنوں کے بارے میں کہا گیا کہ یہ خفیہ اطلاع پر کیے گئے۔ ہلاک شُدگان میں سے 16 کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کا تعلق تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) سے تھا، ان میں ایک نورِستان عرف حسن بابا نامی ایک 'ہائی ویلیو ٹارگٹ' بھی تھا جو مبینہ طور پر گزشتہ برسوں میں

پچاس سے زائد سپاہیوں کو ہلاک کرنے میں ملوث تھا۔ اس کے علاوہ مارے جانے والوں میں صفی اللہ بھی تھا جو کہ مبینہ طور پر این جی او سے تعلق رکھنے والی تین خواتین کارکنان اور دو حکومتی انجنیئر وں کے قتل میں ملوث تھا۔ کم از کم بیس عسکریت پسند شمالی وزیرستان ضلع میں مارے گئے، آٹھ جنوبی وزیرستان میں، چھ ڈیرہ اسماعیل خان، دو باجوڑ، ایک لکی مروت اور ایک ضلع بُنیر میں مارا گیا۔

شہریوں اور حکام کے خلاف تشدد اور قتل: کم از کم 19 پیشہ ور اور شہری خیبر پختونخوا میں ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے، ان میں سوات کی انسدادِ دہشت گردی عدالت کا ایک جج اور اس کی بیوی، پوتا اور بہو نشانہ بنے۔ ایک احمدی اور ایک سکھ ہومیو پیتھ کو پشاور میں مارا گیا، چار خواتین امدادی کارکنان شمالی وزیرستان میں، ایک نوجوان ڈاکٹر شمالی وزیرستان میں، مہمند کی امن کمیٹی کا سابق سربراہ، ایک اُستانی لوئر دیر میں، ایک نوجوان اور آٹھویں جماعت کا ایک طالب علم پشاور میں، وہیل چیئر پر ایک شخص چارسدہ میں، سماجی بہبود کے کاموں میں سرگرم ایک کارکن مالاکنڈ اور ایک اشتہاری کوہاٹ میں مارے گئے۔

تین کم عمر بچے پشاور کے مضافات میں بارودی مواد سے کھیلتے ہوئے جان کی بازی ہار گئے۔ ایک گرنیڈ شمالی وزیرستان میں لڑکیوں کے سکول میں پھٹا لیکن اس سے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ تقریباً درجن بھر لوگوں کا ایک گروہ اوگی سول ہسپتال، مانسہرہ میں گھس گیا، اسپتال کی کھڑکیاں اور دروازے توڑ ڈالے اور ڈاکٹروں اور دیگر عملے کو نقصان پہنچایا۔ اس ہنگامہ آرائی کی وجہ یہ تھی کہ عملے نے خودکشی کرنے والے ایک لڑکے کا پوسٹ مارٹم، خاندان سے رضامندی حاصل کیے بغیر، کیا تھا۔ نومبر میں ایک ہجوم نے چارسدہ میں ایک پولیس تھانے کو اُس وقت آگ لگا دی جب حکام نے مبینہ طور پر قرآنی اوراق جلانے کے الزام میں گرفتار ایک شخص کو ہجوم کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ پولیس نے اگست میں افغانستان کا یومِ آزادی منانے والے کم از کم 194 افغان باشندوں کو پشاور سے گرفتار کیا اور ان پر ہنگامہ خیزی، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے اور پاکستان کے خلاف نعرے بازی کرنے کے الزامات عائد کیے۔

قید خانے اور قیدی

2021ء میں بھی خیبر پختونخوا کی جیلوں میں قید لوگوں کی قابلِ رحم حالت اور سہولیات میں کوئی بہتری دِکھائی نہ دی۔ مندرجہ ذیل جدول میں 2021ء کے لیے کے پی کی جیلوں کے اعداد و شمار دِیے جا رہے ہیں:

شماریات	اعداد و شمار
کل جیلیں	38
منظور شدہ گنجائش	12,326

سزا یافتہ قیدی	2,655
سزائے موت کے قیدی	347
زیرِ التوا مقدمات کے قیدی	10,161
مرد قیدی	12,837
خواتین قیدی	172
کم عمر قیدی	154

ماخذ: محکمہ داخلہ وقبائلی امور، کے پی اور محکمہ جیل خانہ جات، خیبر پختونخوا۔۔۔معلومات کے لیے ایچ آر سی پی کی درخواست کے جواب میں

گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی جیلیں: ستمبر میں کے پی اسمبلی کو آگاہ کیا گیا کہ 2021ء کے دوران، خیبر پختونخوا کی 14 سنٹرل ضلعی جیلوں میں سے کم از کم آٹھ ایسی تھیں جہاں ان کی منظور شدہ گنجائش سے زیادہ قیدی رکھے گئے تھے۔گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی جیلوں میں پشاور (2,820 کی منظور شدہ گنجائش کے مقابلے میں 3,139 قیدی)، ڈیرہ اسماعیل خان (350 کی بجائے 446)، بنوں (690 کی بجائے 999)، مردان (1998 کی جگہ 2,101)، کوہاٹ (170 کی بجائے 665)، تیمر گرہ (300 کی جگہ 429)، لکی مروت (96 کی بجائے 283) اور سوات (273 کی جگہ 562) قیدی موجود تھے۔

خواتین کے لیے علیحدہ جیلیں: جیل خانہ جات کے لیے وزیرِاعلیٰ کے معاونِ خصوصی نے ستمبر میں بتایا کہ صوبے کی جیلوں میں 160 سے زائد خواتین قیدی ہیں جن میں سے 35 کو سزا ہو چکی ہے اور باقی کے مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ ان خواتین قیدیوں کے لیے سہولیات ناکافی ہیں، انھوں نے کہا کہ حکومت جیل اصلاحات کے اپنے پروگرام کے تحت خواتین کے لیے علیحدہ جیلیں قائم کرے گی۔

قیدیوں کے لیے ڈاکٹروں کی سہولت: پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے جولائی میں حکم دیا کہ حکومت صوبے کی تمام جیلوں میں ڈاکٹروں کی خالی آسامیاں پُر کرے اور جیلوں میں چھوٹے سرجیکل یونٹ بھی قائم کرے جہاں طبی ایمرجنسی سے نپٹا جا سکے۔

آٹھ برس کے بعد ضمانت: جولائی میں پشاور ہائی کورٹ نے ایک مسیحی قیدی، شکیل مسیح کو ضمانت دی۔ وہ آٹھ برس سے جیل میں تھا اور اس کا مقدمہ نہیں چل سکا تھا کیوں کہ اُس کے جرم اور گرفتاری کا ریکارڈ خیبر سے غائب ہو گیا تھا۔ مسیح کو 2013ء میں قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔

جبری گمشدگیاں

2021ء میں بھی کے پی میں لاپتا افراد کے مسئلے کی گونج سنائی دیتی رہی۔ ستمبر میں شمالی وزیرستان سے تعلق رکھنے والے صوبائی اسمبلی کے ایک رُکن نے اس مسئلے کو اسمبلی میں اُٹھایا، انھوں نے بتایا کہ 2021ء میں کے پی سے 40 لوگ لاپتا ہو چکے ہیں لیکن حیران کُن طور پر حکومت ان گمشدگیوں کی تفتیش میں دل چسپی لیتی دِکھائی نہیں دیتی۔

فروری میں پشاور میں لاپتا افراد کے لواحقین نے ایک پریس کانفرنس میں اپنے افرادِ خانہ کی گمشدگی کے بڑھتے ہوئے دورانیے پر تحفظات کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ انہیں مقدمات چلانے کے لیے عدالتوں میں پیش کیا جائے۔ سوات سے تعلق رکھنے والی کچھ عورتوں اور بچوں نے الزام عائد کیا کہ ان کے رشتہ داروں کو 2019ء میں گھروں یا ان کے کام کی جگہوں سے اُٹھایا گیا لیکن انھیں ابھی تک کسی عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ اُنھوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ عدالتوں نے 270 لاپتا افراد کی رہائی کے احکامات دِیے لیکن ان میں سے زیادہ تر اب بھی آزاد نہیں ہوئے۔

جولائی میں ڈیفنس آف ہیومن رائٹس نامی ایک وکالتی گروپ کے زیرِ اہتمام پشاور میں گمشدہ افراد کے لواحقین، سیاست دانوں، وُکلاء اور انسانی حقوق کے محافظوں کے ساتھ ایک عوامی مشاورت کا انعقاد کیا گیا، اس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ لاپتا افراد کی بازیابی کو ترجیح دے اور اگر اُن پر کوئی الزام ہو تو انھیں عدالتوں میں پیش کیا جائے۔ اجلاس نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے سامنے موجود کے پی حکومت کی اپیل اب تک نپٹائی نہیں گئی جس میں پشاور ہائی کورٹ کے اُس حکم کو چیلنج کیا گیا تھا جو اس نے حراستی مراکز میں مطلوبہ افراد کو بغیر کسی مقدمہ رکھنے کے عمل کو غیر قانونی قرار دے کر ایسے مراکز بند کرنے کا حکم دیا تھا۔

فروری میں اے این پی نے صوبہ بھر میں ہونے والی جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاجی جلوس نکالے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ان لوگوں کی محفوظ واپسی کے اِقدامات کرے۔ جلوس پشاور، مردان، چارسدہ، بُنیر اور نوشہرہ میں نکالے گئے۔

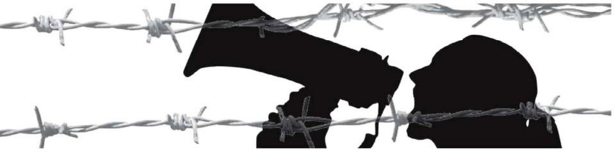

بنیادی آزادیاں

نقل و حرکت کی آزادی

کووِڈ-19 وبا 2021ء کے دوران کے پی کے مختلف علاقوں میں مختلف دورانیوں میں نقل و حرکت کی آزادی پر روک کی کلیدی وجہ بنی رہی، اس وبا نے لاکھوں لوگوں کو متاثر کیا۔

مارچ میں حکام نے باجوڑ کے مختلف علاقوں میں کووِڈ-19 کے کیسوں میں تیزی پر 'سمارٹ لاک ڈاؤن' نافذ کیا۔ مارچ ہی میں پشاور کے چار علاقوں میں مثبت کیسوں کی شرح بڑھنے پر 'سمارٹ لاک ڈاؤن' لگایا گیا۔ اپریل میں حکومت نے صوبے کے شہروں کے مابین چلنے والی ٹرانسپورٹ پر ہفتے میں دو دِن (ہفتہ اور اتوار) کے لیے پابندی عائد کردی تاکہ وبا کے پھیلاؤ کو روکا جاسکے۔ اپریل میں حکام نے مردان میں ایک ہفتے کے لیے مکمل لاک ڈاؤن، ماسوائے لازمی خدمات کے، عائد کردیا۔ یہ فیصلہ ضلع میں سینکڑوں مثبت کیس سامنے آنے کے بعد کیا گیا۔ اپریل ہی میں پولیس اور فوج نے پشاور میں مشترکہ گشت شروع کردیا تاکہ ایس او پیز پر عملدرآمد کرایا جاسکے، اس میں وائرس کی منتقلی روکنے کے لیے غیرضروری نقل و حرکت پر پابندی بھی شامل تھی۔ ایس او پیز کی خلاف ورزی کرنے پر 300 لوگ گرفتار اور 100 دُکانیں مہر بند (سیل) کردی گئیں۔ مئی کے مہینے میں وائرس کا پھیلاؤ روکنے کے لیے سارے خیبرپختونخوا میں 8 سے 16 تاریخ تک تمام کاروباری سرگرمیوں اور سفر پر مکمل پابندی عائد کردی گئی، ان دِنوں میں عید کی چھٹیاں بھی شامل تھیں۔

مئی میں طورخم بارڈر سے افغانستان سے ہونے والی تجارت اُس وقت تین دن کے لیے بندرہی جب پاکستان کی طرف

اپریل میں ایس او پیز پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لیے مشترکہ گشت کا آغاز کیا گیا

خوگا خیل قبیلے نے بارڈر کو جانے والی مرکزی سڑک بند کر دی، ان لوگوں کا مطالبہ تھا کہ ان کے قبیلے کے لوگوں کو نوکریاں اور کسٹم ٹرمینل سے ہونے والی آمدنی میں سے نفع دِیا جائے، یہ ٹرمینل اُس زمین پر بنایا گیا تھا جو اُن لوگوں نے بیچی تھی۔ مئی میں پاکستانی حکومت نے طورخم بارڈر پر افغانستان سے تمام پیدل آمد و رفت پر پابندی عائد کر دی یہ اقدام افغانستان میں اشرف غنی حکومت کی طرف سے اُٹھائے جانے والے ایسے ہی اقدام کا جواب تھا۔ یہ پابندی پانچ ماہ تک جاری رہی اور اکتوبر تک اس پابندی نے ہزار ہا لوگوں کو سرحد کی دونوں جانب متاثر کیا، صرف پاکستان کی جانب ہی 8,000 دہاڑی دار (یومیہ اُجرت پر کام کرنے والے) اور 3,000 ڈرائیور اپنی نوکریوں سے محروم ہوئے۔ سرحد کی دونوں جانب اس پابندی کے خلاف متعدد مظاہرے کیے گئے۔ اگست میں طالبان کی طرف سے افغانستان کا کنٹرول سنبھال لینے کے بعد، کابل کی نئی انتظامیہ نے پاکستان کے ساتھ سرحدیں بند کر دیں اور سرحد کے دونوں جانب ہزاروں لوگ بے یار و مددگار ہو گئے۔ یہ پابندی چند ہفتوں کے بعد ہٹالی گئی۔

فروری میں انتظامیہ نے جنوبی وزیرستان کے علاقے وانا میں سکیورٹی فورسز پر حملے کے ذمہ داران کی تلاش کے لیے کرفیو لگا دیا، اس حملے میں پانچ سپاہی ہلاک ہو گئے تھے۔ کرفیو دو دِن تک جاری رہا۔ جون میں متعدد علما کے آس پاس کے علاقوں سے خیبر ضلع میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی تا کہ فرقہ وارانہ نفرت انگیز تقاریر اور سماجی خلفشار کو روکا جا سکے۔

فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی

2021ء کے دوران کے پی میں مذہب اور عقائد کی آزادیوں، توہینِ مذہب، جبری تبدیلی مذہب اور ایک مندر پر حملے کے خلاف عدالتی ایکشن کے سنجیدہ معاملات سامنے آئے۔

ہندو مندر پر حملہ: 2021ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے ضلع کرک میں ہندو عبادت گاہ پر 2020ء کے آخری دِن ہونے والے حملے پر لیے جانے والے اَز خود نوٹس میں قابلِ ذکر پیش رفت دیکھنے میں آئی۔ جنوری میں حکومت نے حملے میں ملوث سینکڑوں لوگوں کے ہجوم کو اُکسانے کے الزام میں تقریباً 50 افراد کو گرفتار کر لیا اور ان کے خلاف مختلف دفعات کے تحت مقدمات درج کیے گئے۔ عدالت کے حکم کے مطابق حکومت نے 33 ملین روپے کی لاگت سے عبادت گاہ کو دوبارہ تعمیر اور بحال کر دیا۔ اکتوبر میں سپریم کورٹ نے حکومت کو حکم دِیا کہ وہ یہ رقم عبادت گاہ پر حملہ کرنے والوں سے وصول کرے۔ گرفتار شُدگان کے خلاف عبادت گاہ کی بے حُرمتی، مذہبی جذبات مجروح کرنے، لوٹ مار، آتش زنی، فساد، حملہ اور دہشت گردی کے مقدمات درج کیے گئے۔

توہین مذہب کے مقدمات: 2021ء کے دوران کے پی میں کم از کم پانچ افراد پر توہین مذہب کے مقدمات قائم کیے گئے اور ان میں سے دو کا نتیجہ ہجوم کی طرف سے پُرتشدد کارروائیوں کی شکل میں نکلا۔ نومبر میں ایک ہجوم نے چارسدہ میں ایک پولیس سٹیشن پر حملہ کر کے اُسے نذرِ آتش کر دیا، ہجوم کا مطالبہ تھا کہ مبینہ طور پر قرآن کی بے حرمتی کرنے والے

گرفتار شخص کو ان کے حوالے کیا جائے۔ اِنکار پر ہجوم تشدد پر اُتر آیا اور اس نے سٹیشن میں توڑ پھوڑ کی۔ پولیس کسی نہ کسی طرح ملزم کو وہاں سے کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کرنے میں کامیاب رہی، ملزم کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ذہنی بیمار تھا۔

اگست میں پولیس نے ایبٹ آباد سے دو بھائیوں کو حراست میں لیا جن پر الزام تھا کہ انھوں نے مبینہ طور پر قرآن کی بے حرمتی کی۔ پولیس نے ان کے خلاف 295-B کی دفعات کے تحت فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کر لی، ایک ہجوم تھانے کے باہر جمع ہو گیا اور مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو اُن کے حوالے کیا جائے تا کہ انھیں فوری سزا دی جا سکے۔ اسی مہینے ایبٹ آباد میں ایک خواجہ سرا کو بھی قرآن کی بے حرمتی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ جون میں پولیس نے ایک ہجوم کے مطالبے کے بعد ایک افغان شہری کو بُنیر سے توہینِ مذہب کے الزام میں گرفتار کیا، مبینہ طور پر اس نے مقدس شخصیات کے بارے میں بدکلامی کی تھی، ہجوم اسے گرفتار کر کے سزا دینے کا مطالبہ کر رہا تھا۔

جبری تبدیلی مذہب: اگست میں صوابی کے ایک مسیحی خاندان نے الزام عائد کیا کہ اُن کی بیٹی کو اغوا کر کے جبری طور پر اسلام قبول کروایا گیا اور ایک اغوا کنندہ سے اُس کی شادی کرا دی گئی۔ لڑکی کے والدین کا کہنا تھا کہ ان کی 14 برس کی بیٹی نویں جماعت کے امتحان کی تیاری کر رہی تھی جب وہ غائب ہوگئی اور بعدازاں علم ہوا کہ اب وہ مذہب تبدیل کر کے ایک مسلمان کے نکاح میں آچکی ہے۔

اِظہارِ رائے کی آزادی

2021ء کے دوران اِظہار رائے کی آزادی پر قدغن کے جو نمایاں واقعات اور پیش رفتیں سامنے آئیں ان میں ایک صحافی کا قتل اور سماجی رابطوں کی ایک مقبول ایپ پر پابندی شامل ہیں۔

اپریل میں کرک میں ایک مقامی اخبار صدائے لواغر کے جوائنٹ ایڈیٹر وسیم عالم کو قتل کر دیا گیا۔ وہ موٹر سائیکل پر گھر لوٹ رہے تھے جب نامعلوم حملہ آوروں نے ان پر فائر کھول دیا اور فرار ہو گئے۔ مئی میں تین کانسٹیلان نے ٹی وی صحافی ظہیر عباس پر اُس وقت حملہ کر کے مار پیٹ کی جب انھوں نے کچھ لوگوں کے ساتھ اُن کی مار پیٹ کی ویڈیو بنائی۔ عباس بری طرح زخمی ہوئے اور انھیں طبی امداد کی ضرورت پڑ گئی۔ صحافیوں کے احتجاج کے بعد ان پولیس والوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

ستمبر میں ٹی ٹی پی نے ایک تنبیہ جاری کی اور صحافیوں سے کہا گیا کہ وہ انھیں 'دہشت گرد' جماعت کہنے سے اجتناب کریں ورنہ ان کے ساتھ 'دشمنوں' جیسا سلوک کیا جائے گا۔

مارچ میں انٹرنیٹ ریگولیٹر، پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) نے سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ٹک ٹاک پر سارے پاکستان میں پابندی عائد کر دی۔ یہ پابندی پشاور ہائی کورٹ کی طرف سے پشاور کے شہریوں کے ایک

گروپ کی طرف سے مبینہ طور پر سماج کے لیے نقصان دہ مواد کی اس پلیٹ فارم پر گردش کے خلاف کارروائی کی استدعا پر کی گئی تھی۔ پی ٹی اے نے انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر اس ایپ تک رسائی روک دیں جس کے بعد ٹک ٹاک تک رسائی ممکن نہ رہی۔ نومبر میں پی ٹی اے اور ٹک ٹاک کی انتظامیہ کے طویل مذاکرات کے بعد ایک میکنزم تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے جس میں طے کیا گیا کہ ایپ انتظامیہ، حکام کی جانب سے اُٹھائے جانے والے خدشات پر کارروائی کرے گی، اس کے بعد عائد کردہ پابندی ہٹالی گئی۔

نومبر میں حکومت نے کے پی اسمبلی کو بتایا کہ اس کے ڈائریکٹوریٹ آف انفارمیشن نے 2018-20 کے عرصے میں 1.44 بلین روپے کے اشتہارات صوبے سے نکلنے والے 66 مقامی و قومی اخبارات کو جاری کیے۔ ان میں 1.07 بلین روپے 66 اخبارات کو پشاور میں جاری کیے گئے جب کہ 250 ملین روپے اسلام آباد اور راولپنڈی سے شائع ہونے والے 24 روزناموں کو دیے گئے، 100 ملین روپے کے پی کے دوسرے اضلاع سے شائع ہونے والے اخبارات کو دیے گئے۔

اجتماع کی آزادی

2021ء کے دوران کے پی میں والدین، سیاست دانوں، سیاسی کارکنان، قبائلیوں اور کسانوں نے اپنے مختلف تحفظات کا اظہار کرنے کے لیے متعدد عوامی احتجاج منعقد کیے۔

اکتوبر میں آرمی پبلک سکول میں 2014ء میں ہلاک ہونے والے 130 بچوں کے والدین نے پشاور میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا، یہ احتجاج وفاقی حکومت کی جانب سے ٹی ٹی پی کو دی جانے والی مجوزہ معافی کے خلاف تھا، مظاہرین نے تنبیہ کی کہ اگر یہ تجویز واپس نہ لی گئی تو وہ احتجاج کا دائرہ پھیلا دیں گے۔ مظاہرین نے احتجاج کے دوران اپنے ہلاک ہونے والے بچوں کی تصاویر اُٹھا رکھی تھیں اور اُن کا مطالبہ تھا کہ اُن لوگوں کو سزا دی جائے جو اُن کے بچوں کا تحفظ کرنے میں ناکام رہے تھے۔

2021ء کے دوران کے پی میں ضم شُدہ اضلاع میں حکام کی زور زبردستیوں کے خلاف متعدد عوامی احتجاج دیکھنے میں آئے۔ اپریل میں جنوبی وزیرستان کے علاقے مکین کے درجنوں رہائشیوں نے پیراملٹری فورسز کی طرف سے اپنے دو جوانوں کی ہلاکت پر احتجاج کیا، مظاہرین نے ہلاک شُدگان کی نعشیں انسپکٹر جنرل آف ایف سی کے دفتر کے باہر رکھ دیں۔ یہ احتجاج اُس وقت ختم ہوا جب انسپکٹر جنرل ایف سی نے دونوں ہلاک شُدگان کے وُرثاء کو فی کس بیس لاکھ روپے تاوان اور وُرثا میں سے نوکری کے قابل لوگوں کو نوکری دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ ایف سی قبائلیوں کے رہائشی علاقوں سے نکل جائے گی اور ان جوانوں کو ہلاک کرنے والوں کے خلاف ایف آئی آر درج کی جائے گی۔ اس کے علاوہ ڈرون کیمروں کے غیر ضروری استعمال کو بھی محدود کیا جائے گا۔

اکتوبر میں 2014 میں آرمی پبلک سکول پر حملے کے دوران دہشت گردوں کے ہاتھوں جاں بحق ہونے والے 130 سے زائد طلبا کے والدین نے پشاور میں مظاہرہ کیا

مئی میں کُرم کے علاقے سدہ میں سیکیورٹی فورسز کی جانب سے ہراساں کیے جانے کے خلاف ایک مظاہرہ پُرتشدد ہوگیا اور آٹھ لوگ زخمی ہوگئے۔ ایف سی کے اہل کاروں نے ایک چیک پوسٹ پر مظاہرین پر فائر کھول دیا جس کے بعد مظاہرین نے ضلعی انتظامیہ کے دفاتر پر حملے کیے۔ کرفیو لگا کر علاقے میں ٹیلی کام کی سہولیات معطل کردی گئیں۔ اسی مہینے گیارہ لوگ اُس وقت زخمی ہوگئے جب پولیس اور طورخم بارڈر کو جانے والی مرکزی شاہراہ بند کرنے والے خوگاخیل قبیلے کے لوگوں کے مابین جھڑپیں ہوئیں، یہ مظاہرین اپنے قبیلے کے 40 سے زائد لوگوں کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔ مظاہرین طورخم میں اپنی زمینوں پر ایک کسٹم ٹرمینل کی تعمیر کے بدلے میں معاوضہ طلب کررہے تھے۔ جولائی میں مقامی قبائلی بزرگوں نے باجوڑ میں خود کو حاصل سیکیورٹی واپس لیے جانے کے خلاف ضلعی کمشنر کے دفتر کے باہر ایک مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے حکام کو متنبہ کیا کہ اگر قبائلی بزرگوں، قانون سازوں، سیاسی رہنماؤں اور تاجروں کے درپیش خطرات کے جواب میں دی گئی سیکیورٹی بحال نہ کی گئی تو وہ انتظامیہ کے ساتھ تعاون ختم کردیں گے۔

اگست میں دو پولیس اہل کار اور ایک سویلین اُس وقت زخمی ہوئے جب پولیس نے باجوڑ سے حکمران جماعت کے مقامی رُکن قومی اسمبلی کی رہائش گاہ کے باہر سڑک بند کرنے والے مظاہرین کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ اگست میں مظاہرین نے پشاور طورخم کی مصروف شاہراہ کئی گھنٹوں تک بند رکھی، یہ لوگ خیبر کے ضخاخیل علاقے میں سیکیورٹی فورسز کے جبری تلاشی آپریشن کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔ نومبر میں درجنوں مظاہرین اور روزانہ اُجرت پر کام کرنے والوں نے خیبر میں طورخم بارڈر کے علاقے میں احتجاج کیا، یہ لوگ پابندیوں اور بارڈر کے آر پار جانے کے لیے ویزے کی شرط کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔

مقتولین پر ہونے والا احتجاج: مارچ میں بنوں کے جانی خیل علاقے کے قبائلیوں نے تین ہفتے پر محیط دھرنا دیا، یہ لوگ اپنے چار جوانوں کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کر رہے تھے، مظاہرین نے مقتولین کی لاشیں مقامی پولیس سٹیشن کے باہر رکھ کر احتجاج کیا۔ چاروں مقتولین سیر کے لیے نکلے اور تین ہفتے کے بعد ان کی نعشیں ملیں۔ بعد ازاں اِس دھرنے کی قیادت کرنے والے ایک نمایاں قبائلی رہنما ملک نصیب خان کو بھی قتل کر دیا گیا۔ قبائلیوں نے کوشش کی کہ وہ لاشوں کو ایک جلوس کی شکل میں اسلام آباد لے جائیں تاہم پولیس نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کی مدد سے اِن مظاہرین کو منتشر کر دیا۔

سیاسی جماعتوں کی طرف سے احتجاج: 2021ء کے دوران کے پی میں مختلف سیاسی جماعتوں نے حقوق کی خلاف ورزیوں پر اور سیاسی آزادیوں کے لیے احتجاج کیا۔ فروری میں اے این پی نے کے پی کے کئی شہروں بشمول پشاور، مردان اور چارسدہ میں مختلف اضلاع میں ہونے والی جبری گُمشدگیوں کے خلاف احتجاج کیا۔

فروری ہی میں پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ نے مالاکنڈ کے علاقہ بٹ خیلہ میں ایک جلسہ کیا جس سے جے یو آئی-ایف کے مولانا فضل الرحمٰن، پی پی پی کے بلاول بھٹو زرداری، پشتون خوا میپ کے محمود اچکزئی اور اے این پی کے حیدر ہوتی نے خطاب کیا۔ انھوں نے، بقول اُن کے، ملک میں سکڑتی ہوئی سیاسی آزادیوں اور بدتر ہوتی ہوئی معاشی صورت حال کی مذمت کی۔

فروری میں پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) نے پشاور کے مضافات میں ایک جلسہ کیا جس سے اس کے رہنما منظور پشتین اور محسن داوڑ نے خطاب کیا۔ انھوں نے ضم کیے جانے والے اِضلاع کے باسیوں کو درپیش سماجی معاشی چیلنجز سے نپٹنے اور اپنے ساتھی علی وزیر کی جیل سے رہائی کا مطالبہ کیا۔ نومبر میں پی ایم ایل-این، جے یو آئی-ایف اور قومی وطن پارٹی نے پشاور میں 'بڑھتی ہوئی مہنگائی' اور 'قیمتوں میں کمر توڑ دینے والے اضافے' کے خلاف پشاور میں متعدد مظاہرے کیے۔ نومبر میں جے یو آئی-ایف نے، بقول اس کے، سیاست میں اسٹیبلشمنٹ کے بڑھتے ہوئے کردار کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا۔

انجمن سازی کی آزادی

2021ء کے دوران بھی کے پی میں مختلف طبقات کے تحفظ کے لیے سرگرم مختلف انجمنیں اپنے حقوق پر زور دینے کے لیے سرگرم رہیں۔

مئی میں پولیس نے پشاور میں یونی ورسٹی اساتذہ پر لاٹھی چارج کیا، یہ لوگ حکومت کی جانب سے اعلان کردہ مختلف اقدامات کے خلاف احتجاج کر رہے تھے، ان اقدامات میں الاؤنسوں میں کمی بھی شامل تھی۔ بہت سے اساتذہ زخمی ہوگئے اور کم از کم آٹھ کو ٹریفک میں خلل ڈالنے اور رہائشیوں کے لیے مشکلات کھڑی کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا

گیا۔ اگست میں پشاور پولیس نے مختصر دورانیے کے لیے نجی سکولوں کے 20 مالکان اور پرنسپل حضرات کو حراست میں لے لیا، یہ لوگ حکومت کی طرف سے 2014ء میں لاگو کی جانے والی واؤچر سکیم پر عمل درآمد نہ کرنے کے خلاف احتجاج کر رہے تھے، اس سکیم کے تحت سکول نہ جانے والے ہر بچے کو سکول داخل کرنے پر حکومت اس ہر نئے داخلے کے لیے 500 روپیہ ماہانہ ٹیوشن فیس کی ادائیگی کرتی تھی۔

نومبر میں پشاور کے مختلف اداروں کے طلبہ نے مل کر ایک جلوس نکالا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ وفاقی حکومت طلبہ یونینوں پر طویل عرصہ سے عائد پابندی ہٹائے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ ان یونینوں کو بحال کیا جائے تا کہ وہ ان کے حقوق کی آواز منظّم طور پر بلند کر سکیں۔

اپریل میں پشاور میں کووِڈ ریپڈ ریسپانس (Covid rapid response) ٹیموں کی شکل میں کام کرنے والوں نے دھمکی دی کہ اگر اُن کی خدمات کو ریگولرائز نہ کیا گیا تو وہ ہڑتال پر چلے جائیں گے۔ کے پی کی کنٹریکٹ ڈاکٹر ایسوسی ایشن نے بتایا کہ ریپڈ ریسپانس ٹیموں میں کام کرنے والے ڈاکٹر کنٹریکٹ کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ اپریل 2021ء میں کے پی میں 57 ڈاکٹروں سمیت 90 سے زائد ہیلتھ ورکر مریضوں سے منتقل ہونے والے وائرس کی وجہ سے جان کی بازی ہار گئے، انھوں نے ہلاک ہونے والے طبی عملے کے ہر فرد کے لواحقین کے لیے سات ملین روپوں کی امداد کا مطالبہ کیا۔

جولائی میں پشاور پولیس، کے پی حکومت کے 34 ڈائریکٹوریٹس اور ان سے منسلک محکموں کے افسران کے احتجاجی جلوس پر آنسو گیس اور واٹر کینن سے لیس ہو کر ٹوٹ پڑی اور 16 مظاہرین کو گرفتار کر لیا۔ Attached Departments Officers Associations کا مطالبہ تھا کہ پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس، پولیس سروس آف پاکستان اور پروانشل مینجمنٹ سروس کے افسران کی طرح انھیں بھی ایگزیکٹو الاؤنس ادا کیا جائے۔

مارچ میں خواجہ سراؤں اور حقوق کے لیے سرگرم کارکنان نے مطالبہ کیا کہ صوبائی حکومت کے محکموں اور ضلعی حکومتوں میں خواجہ سراؤں کے لیے پانچ فیصد کوٹا مختص کیا جائے اور معذوری کے ساتھ جیتے اشخاص کے لیے بھی خواتین کی مخصوص نشستوں کے نمونے پر نشستیں مخصوص کی جائیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اسمبلیوں اور سینٹ میں نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے خواجہ سرا برادری اور معذوروں کو سنجیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اکتوبر میں وُکلا نے کے پی کے مختلف شہروں میں عدالتوں کا بائیکاٹ کیا اور ملک میں پٹرولیم مصنوعات اور روزمرہ استعمال کی چیزوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے خلاف جلوس نکالے۔

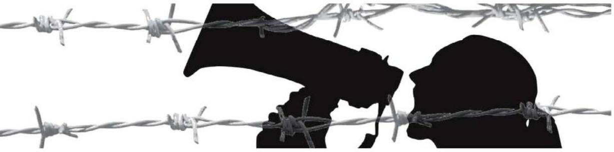

جمہوری پیش رفت

سیاسی شمولیت

2021ء کے دوران کے پی اسمبلی میں سیاسی شمولیت، اس کی ویب سائٹ پر موجود ڈیٹا کے مطابق، توانائی سے بھرپور رہی۔ گورنر نے کم از کم چھ بار اسمبلی کا اجلاس طلب کیا۔ 2021ء کے دوران کے پی اسمبلی میں 52 مسودۂ قانون متعارف کرائے گئے جن میں سے 39 منظور اور دستخط ہو کر قوانین میں ڈھلے۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے ممبرانِ صوبائی اسمبلی نے 71 قرار دادیں، 14 تحاریک استحقاق اور کم از کم 60 توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرائے۔

ستمبر میں شمالی وزیرستان سے رُکن قومی اسمبلی محسن داوڑ نے، جن کا پی ٹی ایم سے بھی تعلق ہے، بہت سے قومیت پرست رہنماؤں کی معیت میں، نیشنل ڈیموکریٹک موومنٹ، نامی ایک نئی سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کیا۔ پارٹی نے اعلان کیا کہ وہ 'ملک میں سیکولر وفاقی جمہوری پارلیمانی نظام کو فروغ دینے کے لیے کوشش کرے گی۔' دسمبر میں الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے پارٹی کو ایک آزاد پارٹی کے طور پر رجسٹرڈ کر لیا جو مقامی، صوبائی اور قومی انتخابات میں حصہ لینے کی اہل تھی۔ اطلاعات کے مطابق منظور پشتین اور بہت سے دوسرے لوگوں نے پی ٹی ایم کو سیاسی جماعت میں ڈھالنے کے خیال کی مخالفت کی۔

جولائی میں پشاور ہائی کورٹ میں ایک آئینی درخواست داخل کی گئی کہ وفاقی حکومت کی طرف سے نئے ضم شُدہ اضلاع کی ترقی کے لیے 100 بلین روپے اور نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ میں تین فیصد حصے کو وعدہ پورا کرایا جائے۔

مقامی حکومت

2021ء میں آخر کار کے پی حکومت نے بلدیاتی انتخابات کرا ہی دیے، یہ انتخاب دراصل 2020ء میں ہونا تھے لیکن کووڈ-19 سے متعلقہ وجوہات اور کے پی لوکل گورنمنٹ (ترمیمی ایکٹ) 2019ء کو قانونی بنیادوں پر چیلنج کیے جانے کی وجہ سے ان میں تاخیر ہوتی گئی۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان کے مطابق، جس نے ان انتخابات کا اِنعقاد کرایا، انتخابات کے پہلے مرحلے میں 19 دسمبر 2021ء کو 17 اضلاع کی 63 تحصیلوں میں انتخابات ہوئے، یہ اضلاع ہیں باجوڑ، بنوں، بُنیر، چارسدہ، ڈیرہ اسماعیل خان، ہنگو، ہری پور، کرک، خیبر، کوہاٹ، لکی مروت، مردان، مہمند، نوشہرہ، پشاور، صوابی اور ٹانک۔ 14,000 جنرل اور مخصوص نشستوں پر امیدواروں اور چار شہروں کے میئر اور 63 تحصیل چیئر کا انتخاب بھی ہوا۔

ڈان کے مطابق الیکشن کمیشن آف پاکستان نے 63 میں سے 47 تحصیلوں کے نتائج کا اعلان کیا۔ 16 تحصیلوں میں متعدد پولنگ سٹیشنوں پر مختلف قِسم کی بے قاعدگیوں کی وجہ سے دوبارہ پولنگ کے احکامات جاری کیے گئے۔ اُن تحصیلوں

میں جہاں نتائج کا اعلان کیا گیا، جے یو آئی-ایف نے میئر/چیئر پرسن کی 17 نشستوں پر کامیابی حاصل کی جب کہ پی ٹی آئی 12 نشستوں کے ساتھ دوسرے نمبر پر رہی۔ تیسرا نمبر آزاد اُمیدواروں کا رہا جنہوں نے 7 نشستوں پر کامیابی سمیٹی، اس کے بعد اے این پی تھی جس نے 6، پی ایم ایل این نے 3 اور جماعت اسلامی، پی پی پی اور تحریک اصلاح پاکستان نے ایک ایک نشست حاصل کی۔

ایک جائزہ رپورٹ میں، دی فری اینڈ فیئر الیکشن نیٹ ورک (فافن) نے انتخابات کو 'منظّم، قانونی اور شفاف لیکن طریقہ کار کے تقاضوں کی مکمل تکمیل سے محروم' قرار دِیا۔ کے پی میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کا دوسرا مرحلہ 27 مارچ 2022ء کو منعقد کرانے کا اعلان کیا گیا۔

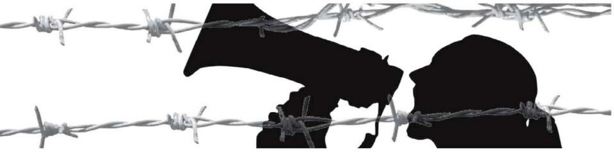

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

2021ء کے دوران کے پی میں خواتین کے حقوق سے متعلق کچھ مثبت پیش قدمی دکھائی دی لیکن بہت کچھ ایسا بھی ہوا جو ان کے خلاف ہوتا آیا ہے۔

جنوری میں کے پی اسمبلی نے اُس وقت ایک سنگ میل عبور کیا جب اس نے کے پی وائلنس اگینسٹ ویمن (پریونشن اینڈ پروٹیکشن) بل 2021ء منظور کیا۔ اس قانون نے خواتین کے خلاف افرادِ خانہ کی زیادتیوں کو جرم قرار دیا جس کے لیے پانچ برس قید اور جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد خواتین کے خلاف ہونے والے جسمانی، نفسیاتی اور معاشی اِقسام کے گھریلو تشدد کی روک تھام ہے۔ قانون خواتین کی سرکردگی میں ضلعی پروٹیکشن کمیٹیوں کے قیام کا کہتا ہے۔

نومبر میں پشاور ہائیکورٹ نے کسی بھی حالت میں مرد پولیس اہل کاروں کی جانب سے خواتین کی جسمانی تلاشی کو غیر قانونی قرار دیا۔ ایک خاتون قیدی کی جانب سے دائر کردہ ضمانت کی درخواست پر عدالت نے حکم دِیا کہ خواتین گرفتار شُدگان کی تلاشی صرف خواتین اہل کار ہی لے سکتی ہیں۔

ستمبر میں کے پی حکومت نے فیصلہ کیا کہ وہ خواتین کے لیے علیحدہ جیلیں قائم کرے گی۔ وزیر اعلیٰ کے معاونِ خصوصی برائے جیل خانہ جات نے بتایا کہ یہ منصوبہ کے پی کی جیلوں میں قید 160 خواتین قیدیوں کے لیے اصلاح کے پروگرام کا حصہ ہے، ان خواتین قیدیوں میں سے 35 سزا یافتہ ہیں اور 125 کے مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔

ستمبر میں کے پی اسمبلی پاکستان میں پہلی اسمبلی بنی جہاں قانون ساز خواتین کے بچوں کے لیے دودھ پلانے اور دیکھ

بشکریہ: ٹویٹر

ستمبر میں کے پی اسمبلی کو پاکستان میں پہلی مرتبہ خواتین قانون سازوں کی سہولت کے لیے بے بی فیڈنگ اینڈ ڈے کیئر سنٹر کے قیام کا اعزاز حاصل ہوا

بھال کے لیے ڈے کیئر سنٹر کی سہولت مہیا کی گئی۔ سپیکر نے اس سنٹر کا افتتاح ویمن پارلیمنٹری کاکس، یونیسف اور حکومت کے صحت اور ترقی اور منصوبہ بندی محکموں کے حکام کی موجودگی میں کیا۔

اسلام آباد میں 8 مارچ کو خواتین کے عالمی دن کے موقع پر منعقد ہونے والے عورت مارچ کے جلوس کے دو ہفتے بعد پشاور کی ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن عدالت نے پانچ مرد وُکلا کے ایک گروپ کی استدعا منظور کرتے ہوئے جلوس کی انتظامیہ کے خلاف مبینہ توہینِ مذہب کا مقدمہ درج کرنے کا حکم جاری کیا۔ عدالت نے پولیس کو حکم دیا کہ وہ ملزمان کے خلاف ایف آئی آر درج کرے۔ جون میں پشاور ہائی کورٹ نے انسانی حقوق کے کارکُنان کی ایک درخواست مسترد کر دی جس میں ایف آئی آر کے اندراج کے حکم کو چیلنج کیا گیا تھا، یہ درخواست ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سینئیر ممبر نسرین اظہر کی جانب سے داخل کی گئی تھی۔ بنچ نے اس بنیاد پر درخواست رد کی کہ روبہ عمل ہونے کی کوئی وجہ ہی پیدا نہیں ہوئی کیونکہ عورت مارچ کے منتظمین کے خلاف پولیس نے کوئی حقیقی کارروائی کی ہی نہیں۔

2021ء کے دوران کے پی میں خواتین کے خلاف تشدد کے مختلف النوع واقعات سامنے آئے۔

قتل: فروری میں چار خواتین امدادی کارکنان کو شمالی وزیرستان کے علاقے میر علی میں گولیاں مار دی گئیں۔ ان کارکُنان پر دو بندوق برداروں نے اُس وقت فائرنگ کی جب وہ اپنی گاڑی میں ایک گاؤں سے گزر رہی تھیں۔ فروری میں ایک شخص نے اپنی خاتون رشتہ دار کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اپنی بیوی اور ساس کو زخمی کر دیا۔ مئی میں ایک جوڑے کو مانسہرہ میں عورت کے شوہر نے غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ جون میں ایک نئے شادی شدہ جوڑے کو ڈیرہ اسماعیل خان میں لڑکی کے خاندان کے ایک مرد رشتہ دار نے 'غیرت' کے نام پر قتل کر دیا۔ جون ہی میں پشاور میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن عدالت نے عاصمہ رانی قتل کے ملزم کو سزائے موت سُنائی، 2019ء میں میڈیکل کی طالبہ، عاصمہ، کو شادی سے انکار کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا۔ جولائی میں لڑکی کے باپ کے ایک رشتہ دار نے ایک جوڑے کو محبت کی شادی کرنے پر 'غیرت' کے نام پر پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اگست میں بٹگرام میں ایک جوڑا 'غیرت' کے نام پر قتل کیا گیا۔ نومبر میں چارسدہ میں ایک نوجوان لڑکی کو ایک لڑکے نے شادی سے انکار پر قتل کر دیا۔

عصمت دری / ریپ: جنوری میں مردان میں ایک شادی شدہ عورت کو گھر لوٹتے ہوئے اغوا کر کے پانچ لوگوں نے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ ستمبر میں تین لوگوں نے ہری پور میں ایک نوجوان لڑکی کو اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا، لڑکی اپنے گھر والوں سے جھگڑ کر گھر سے نکلی تھی۔ نومبر میں ایک سینئیر سول جج کو ایک خاتون مدعیہ کے ان دعوؤں کے بعد حراست میں لے لیا گیا کہ اُس کی لوئر دیر میں اُس جج کے گھر پر عصمت دری کی گئی تھی۔

تشدد: سیدو شریف پولیس سٹیشن کے پانچ اہل کاروں کو معطل کرنے کے بعد گرفتار کر لیا گیا۔ اُن پر الزام تھا کہ انھوں نے مبینہ طور پر چوری میں ملوث گرفتار خواتین کے ساتھ مار پیٹ کی تھی۔ یہ کارروائی اُس وقت عمل میں آئی جب اس مار پیٹ کی ویڈیو سوشل میڈیا پر عام ہو گئی اور اس کے نتیجے میں احتجاج ہونے لگا۔ اکتوبر میں صوابی میں پولیس نے ایک

ایسی خاتون کو بازیاب کرایا جسے اُس کے گھر والوں نے تین برسوں سے زنجیروں میں باندھ کر رکھا ہوا تھا۔ خاتون کے باپ اور دو بھائیوں کو برسوں تک اس خاتون کو تشدد کا نشانہ بنانے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا، یہ خاتون بارہ برس قبل طلاق لے کر اپنے گھر آئی تھی۔

اغوا: جون میں پولیس نے شانگلہ میں تین لوگوں کو، ایک خاتون کو دو بچوں سمیت اغوا کرنے اور بیچ دینے کے الزام میں، حراست میں لیا۔ خاتون کو شانگلہ سے اغوا کر کے زیارت پہنچا دیا گیا جہاں اُسے 400,000 کے بدلے میں بیچ دیا گیا۔ 'خریدار' بھی گرفتار شدگان میں شامل تھا۔

ہراسانی: اپریل میں سرکاری تحقیقات مکمل ہونے کے بعد، کام کی جگہوں پر عورتوں کی ہراسانی کے خلاف کے پی کی محتسب نے اسلامیہ کالج یونی ورسٹی کے شعبۂ سیاسیات کے چیئر مین کو نوکری سے برخاست کرنے کی سفارش کی، اس پر ایک طالبہ کو ہراساں کرنے کا الزام تھا۔ اگست میں پولیس نے بٹگرام ایجوکیشن آفس کے ایک مرد کلرک کے خلاف ایف آئی آر درج کی، اس پر الزام تھا کہ اُس نے دو خواتین اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسران کو ہراساں کیا تھا۔

خواجہ سرا

2021ء کے دوران بھی کے پی میں آباد خواجہ سراؤں کی جانب ریاست اور سماج نے لاتعلقی کا رویہ اختیار کیے رکھا۔ فروری میں ایک گروہ نے ایک خواجہ سرا کو اُس وقت اغوا کرلیا جب وہ شادی کی ایک دعوت میں اپنے فن کا مظاہرہ کرکے لوٹ رہا تھا۔ انھوں نے اسے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا، فلم بندی کی اور اُسے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا۔ مارچ میں پولیس نے ہری پور سے دو لوگوں کو گرفتار کیا جنھوں نے مبینہ طور پر ایک خواجہ سرا کا سر مونڈھ دیا اور اُس پر جنسی حملہ کیا۔ اپریل میں پشاور میں پولیس نے چار لوگوں کو ایک خواجہ سرا پر جنسی حملہ کرنے کے الزام میں گرفتار کیا۔ ان لوگوں نے اپنے اس حملے کی فلم بندی بھی کی تھی۔

اکتوبر میں پشاور میں خواجہ سرا حضرات نے اُن لوگوں کے خلاف ایف آئی درج کرنے کا مطالبہ کیا جو اُن کے خلاف تشدد کے متعدد واقعات میں ملوث تھے اور انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ انھیں تحفظ فراہم کیا جائے۔ ایک پریس کانفرنس میں، انھوں نے بتایا کہ ان کے خلاف کے پی میں تشدد کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے شکایت کی کہ پولیس اکثر اوقات ملزمان کے خلاف اُن کی ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر دیتی ہے جس سے ان لوگوں کو شہ ملتی ہے اور نتیجتاً ان پر جور و ستم جاری رہتا ہے۔

بچے

کے پی میں 2021ء بچوں کے لیے ایک اور سخت برس ثابت ہوا اور ان کے خلاف تشدد کے متعدد واقعات رپورٹ

ہوئے۔

کم عمر بچوں کے خلاف جنسی حملے کی متعدد اطلاعات سامنے آئیں۔ ایسے ہی ایک واقعے میں کوہاٹ سے ایک شخص کو گرفتار کیا گیا جس نے گرفتاری سے قبل چار برس تک اپنی بیٹی کی عصمت دری کی۔ کوہاٹ ہی سے سات لوگوں کو ایک 13 برس کے بچے کے ساتھ اجتماعی زیادتی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ فروری میں ہری پور سے ایک شخص کو سات برس کے ایک بچے کے ساتھ زیادتی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ مارچ میں صوابی سے ایک شخص کو پانچ برس کے ایک بچے پر جنسی حملہ کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ مارچ میں چار برس کی ایک بچی کی لاش ملی جس کی عصمت دری کے بعد اسے گلا گھونٹ کر مار دیا گیا تھا۔ مئی میں ڈیرہ اسماعیل خان میں 14 برس کے ایک بچے کو اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ ملزمان نے اس حملے کی فلم بندی کی جو بعدازاں وائرل ہوگئی۔ شانگلہ میں جولائی میں ایک شخص کو تیرہ برس کی ایک جسمانی معذور بچی پر حملہ کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ ایک شخص نے اکتوبر میں ہری پور میں فرار ہونے سے قبل ایک نو برس کی بچی پر حملہ کیا۔ نومبر میں ایک اور آدمی کو ہری پور سے گرفتار کیا گیا، اس نے سات برس کی ایک ذہنی معذور لڑکی پر جنسی حملہ کیا تھا۔

مارچ میں ساتویں جماعت کا ایک طالب علم پراسرار حالات میں پشاور پولیس کی حراست میں مارا گیا، اس پر الزام تھا کہ اُس نے گن کی مدد سے ایک دُکان دار کو دھمکانے کی کوشش کی تھی۔ اپریل میں بالاکوٹ سے ایک عورت کو گرفتار کیا گیا جس نے مبینہ طور پر اپنے خاوند کے ساتھ چپقلش کے بعد اپنے دو بچوں کو دریائے کنہار میں پھینک دیا۔ مارچ میں شمالی و جنوبی وزیرستان میں دو بچے بارودی سرنگوں کے دو الگ الگ دھماکوں میں مارے گئے۔

ستمبر میں پولیس نے شانگلہ سے سات رُکنی ایک جرگے کو گرفتار کرلیا، اِن میں ایک مسجد کا امام بھی شامل تھا، ان پر الزام تھا

اکتوبر میں چوتھی جماعت کی ایک طالبہ نے پشاور ہائی کورٹ سے رجوع کیا جسے استاد کی جانب سے جسمانی سزا کا نشانہ بنائے جانے کے خلاف احتجاج کرنے پر سکول سے نکال دیا گیا تھا

کہ انھوں نے ایک ممنوع رسم سوارا کی اجازت دی تھی جس کے تحت لڑکیوں کو سماجی تنازعات نپٹانے کے لیے بطور تاوان دِیا جاتا ہے۔ جرگہ نے 19 برس کے ایک لڑکے کو محبت کی شادی کرنے کی اجازت دی لیکن اُسے مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی 12 برس کی بہن کی شادی اُس لڑکی کے بھائی سے کرے جس سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا۔

مارچ میں ڈان میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق پشاور اور ایبٹ آباد کے علاوہ کے پی کے کسی ضلع میں سرکاری سطح پر چلنے والے مراکزِ صحت میں نرسری وارڈ نہیں ہے جہاں نوزائیدہ بچوں کے لیے علاج کی خصوصی سہولت دستیاب ہو، خاص طور پر پیدائش کے بعد کے اٹھائیس اہم دِنوں میں کہ ان کی شرح اموات میں کمی ہو سکے۔ پشاور کے تین ہسپتالوں میں نرسری وارڈ موجود ہیں۔ پاکستان نوزائیدگان کی شرح اموات کے حوالے سے دُنیا میں دوسرے نمبر پر ہے، یہاں 1,000 جنم لینے والے بچوں میں اموات کی اوسط 42 ہے۔

اپریل میں حکومت نے کے پی اسمبلی میں اپوزیشن کی جانب سے پیش کردہ ایک قرارداد کی حمایت کی جس میں کہا گیا تھا کہ صوبے میں بچوں کو گود لینے کے لیے مخصوص قوانین اور ضوابط مقرر کیے جائیں۔ اکتوبر میں اپوزیشن کے ایک ممبر نے کے پی پروہبشن آف کارپورل پنشمنٹ بل 2021ء اسمبلی سیکرٹیریٹ میں جمع کرایا، اس کا مقصد صوبے کے تمام تعلیمی اداروں اور کام کی جگہوں پر بچوں کے خلاف تشدد کی تمام اشکال کو باضابطہ طور پر غیر قانونی قرار دینا تھا۔ اکتوبر میں چوتھے گریڈ کی ایک بچی نے مردان کے ایک نجی سکول سے اپنے اخراج کے خلاف پشاور ہائی کورٹ سے رجوع کیا، مبینہ طور پر اُسے استاد کی طرف سے جسمانی سزا اور تذلیل کیے جانے کے خلاف احتجاج پر نکال دیا گیا تھا۔

اکتوبر میں کے پی کے مذہبی رہنماؤں نے عہد کیا کہ وہ لڑکیوں کے حقوق کو فروغ دیں گے۔ کم عمری کی شادی کی روک تھام کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل، ویمن پارلیمنٹری کاکس اور چائلڈ ویلفیئر اینڈ پروٹیکشن کمیشن کے مشترکہ بندوبست سے ہونے والے ایک مذاکرے کے بعد جاری ہونے والے بیان کے مطابق لڑکیوں کو سکول بھیجنا کم عمری کی شادیاں روکنے کا بہترین طریقہ ہے۔

محنت کش

کافی زیادہ تنقید اور دباؤ کے بعد مارچ 2021ء میں کے پی حکومت نے اپنے 2019ء کے اُس غیر مقبول فیصلے کو واپس لے لیا جس کے تحت ریٹائرمنٹ کی عمر کی حد 60 برس سے بڑھا کر 63 برس کر دی گئی تھی۔ فروری 2020ء میں پشاور ہائی کورٹ نے اس فیصلے کو غیر قانونی قرار دے دیا لیکن کے پی حکومت نے اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا جس نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ اپریل میں کے پی اسمبلی نے سول سرونٹس (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کی منظوری دی تا کہ اپنے فیصلے کو واپس لے سکے۔ جنوری میں صوبائی وزیر خزانہ نے کہا کہ ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر کی حد بڑھانے سے حکومت کو دس برسوں میں 140 بلین روپوں کی بچت ہو سکتی تھی۔

جنوری میں کے پی ہائر ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ نے صوبے کی تمام گورنمنٹ یونی ورسٹیوں کو ہدایت دی کہ وہ مستقبل میں ملازمین کے لیے پنشن ختم کر دیں۔

مئی میں کے پی کے وزیر اعلیٰ نے صوبائی حکومت کے ملازمین کی تنخواہوں میں یکم جون سے 25 فیصد اضافے کا اعلان کیا۔ انھوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ یومیہ اُجرت پر کام کرنے والوں کی اجرت میں 4000 اضافہ کے بعد اب ان کی کم از کم اُجرت 17000 ماہانہ سے بڑھا کر 21000 کر دی گئی ہے۔

مارچ میں حکومت نے اعلان کیا کہ اُس نے 68 بلین روپے سے ایک معاشی ترقی کا منصوبہ بنایا ہے تا کہ کے پی میں نئے ضم ہونے والے اضلاع میں روزگار کے مواقع پیدا کیے جا سکیں۔ اس منصوبے کا مقصد کاروباروں کو استحکام دینا، کان کنی اور معدنیات، چھوٹے اور متوسط کاروبار، پیشہ ورانہ ترقی، سیاحت، زرعی کاروبار اور سبز معیشت کے شعبوں میں قبائلی اضلاع میں نوکریاں پیدا کرنا ہے۔

جون میں کے پی کابینہ نے 2500 سابق فوجیوں کی پولیس ڈپارٹمنٹ میں کنٹریکٹ ملازمتوں کو ریگولرائز کر دیا، ان لوگوں کو 2009ء میں عسکریت پسندی کا مقابلہ کرنے کے لیے بھرتی کیا گیا تھا۔ ستمبر میں حکومت نے کہا کہ وہ مزید 3,000 کنٹریکٹ پر کام کرنے والے ملازمین کو ریگولرائز کرنے کے لیے قانون سازی کرے گی، ان ملازمین کو انضمام سے قبل 120 منصوبوں کے لیے بھرتی کیا گیا تھا۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد (PLWDs)

کے پی میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد 2021ء میں بھی اپنی حالت زار اور خود سے کیے گئے وعدوں کے تحت اپنے لیے ریلیف مانگتے دکھائی دیے۔ نومبر میں حکومت نے اعلان کیا کہ وہ کے پی امپاورمنٹ آف پرسنز وِد ڈس ایبلیٹیز ایکٹ 2021ء لا رہی ہے تا کہ پی ایل ڈبلیو ڈیز کو مکمل طبی سہولیات، معاشرے میں اُن کی شمولیت، حکومتی ملازمتوں میں چار فیصد کوٹا، ان کے لیے تعلیمی اداروں کی سہولیات اور صوبے میں عمارتوں کو اُن کے لیے قابلِ رسائی بنانے جیسے اقدامات یقینی بنائے جا سکیں۔

اگست میں پشاور میں ہونے والے ایک سیمینار میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ معذوری کے ساتھ جیتے اشخاص کو خصوصی ترجیح دے کیونکہ کووڈ-19 وبا کے دوران ان کی طبی ضروریات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ شُرکا نے کہا کہ کے پی میں موجودہ سہولیات معذور اشخاص کی بحالی کے لیے ناکافی ہیں اور یہ کہ کووِڈ-19 سے بچاؤ میں انھیں نظر انداز کیا گیا۔

نومبر میں پی ایل ڈبلیو ڈیز کا ایک بڑا گروپ پشاور میں جمع ہوا، وہ صوبائی ملازمتوں میں مخصوص کوٹے کے نفاذ اور خصوصی افراد کے سکولوں میں ہنرمند اساتذہ کی تقرری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ انھوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ ضلعی سہولت مراکز

میں فوکل پرسن تعینات کیے جائیں تا کہ وہ حکومتی محکموں کے ساتھ بہتر ابلاغ کر سکیں۔

اکتوبر میں سماجی اور انسانی حقوق کے کارکنان کا ایک کنونشن سوات میں ہوا جس نے مطالبہ کیا کہ معذوری کے ساتھ جیتے اشخاص کو وفاقی، صوبائی اور ضلعی حکومتوں میں نمائندگی دی جائے۔ ان کے اس مطالبے کی حمایت پی ٹی آئی، اے این پی، جے یو آئی-ایف، پی پی پی، پی ایم ایل-این اور پی کے میپ کے نمائندوں نے بھی کی۔

مہاجرین اور آئی ڈی پیز

اگست میں طالبان نے اقتدار سنبھالا تو عالمی برادری افراتفری کے عالم میں کابل سے نکلی اور امیر اور غریب افغان بھی وہاں سے نکلنے لگے۔ ہزاروں مہاجرین پاکستان کے ذریعے نکلے، ان میں سے امیر ترین لوگ جہازوں کے ذریعے اسلام آباد پہنچے اور پھر کسی تیسرے ملک کا رُخ کیا۔ 2021ء کے آخری چند مہینوں میں ہزاروں مہاجرین پشاور کے ذریعے پورے کے پی میں پھیل گئے۔ حکام نے بظاہر اس ٹرانزٹ کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے انھیں ملک میں آمد پر ویزہ جاری کیا۔

ستمبر میں وفاقی وزیر داخلہ نے ان اطلاعات کی تردید کی کہ پاکستان افغان سرحد کے ساتھ مہاجر کیمپ قائم کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ طالبان کے اقتدار میں آنے کے تین ہفتوں میں تقریباً 4,000 افغان جائز سفری دستاویزات پر پاکستان میں داخل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں افغان اپنے وطن کو بھی لوٹے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر 10,000 عالمی اور افغان شہریوں کی کابل سے انخلا میں مدد فراہم کی اور پیش کش کی کہ جو کوئی بھی کسی دوسرے ملک جانا چاہتا ہے پاکستان اُسے اپنے ہاں 30 دِن کا ٹرانزٹ ویزا دینے کو تیار ہے۔

اگست میں ڈان میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ طالبان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد گھر واپسی کے خواہاں بہت سے افغانوں کو امیگریشن کے عمل میں کئی مراحل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، طورخم بارڈر پر کم از کم تین محکمے، فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی، نادرا اور نیشنل لاجسٹکس سیل، مختلف درجوں پر کام کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ واپس لوٹنے والوں کو فوری راستہ مہیا کرنے کے لیے اُن سے رشوت طلب کی جاتی ہے جو 5,000-30,000 تک ہوتی ہے۔ اکتوبر میں گوہاٹی اور گندف مہاجر کیمپوں کے حوالے سے ایک اور میڈیا رپورٹ میں بتایا گیا کہ یہاں موجود لوگوں کا اُس وقت تک افغانستان لوٹنے کا کوئی ارادہ نہیں جب تک وہاں امن بحال نہیں ہو جاتا۔ طالبان کے کنٹرول سنبھالنے سے پہلے ان دونوں کیمپوں میں موجود افغانوں کی تعداد 60,000 تھی لیکن ان کے رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کی آمد کے بعد ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔

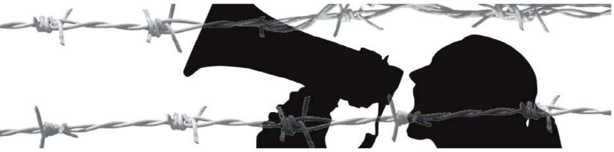

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

کووڈ-19 وبا نے 2021ء کے دوران بھی کے پی کے تعلیمی نظام پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ سال کے آغاز میں، 18 جنوری تک تمام تعلیمی ادارے بند رہے۔ وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے سارے پشاور میں تعلیمی ادارے مارچ اور اپریل کے مہینوں میں چار ہفتے کے لیے بند کر دیے گئے جبکہ دیگر ایسے اضلاع جہاں مثبت کیسوں کی شرح 15 فیصد سے زائد تھی وہاں بھی تعلیمی اداروں کو بند کر دیا گیا، ان اضلاع میں مردان، چارسدہ، صوابی، کوہاٹ، مالاکنڈ، سوات، لوئر دیر، نوشہرہ اور بُنیر شامل تھے۔ حکومت کی جانب سے تعلیمی ادارے بند کرائے جانے کے بعد نجی سکولوں نے بھی مارچ اپریل میں لیے جانے والے سالانہ امتحانات میں تاخیر کر دی۔

سکول سے باہر بچے: اکتوبر میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) کا ایک سروے جاری کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ سکول نہ جانے والے 16-5 برس کی عمر کے 11.7 ملین بچوں کا 39 فیصد حصہ کے پی میں ہے۔ ان میں سے ایک ملین کے قریب بچے نئے ضم ہونے والے اضلاع سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایلیمنٹری اور سکینڈری سکول اساتذہ کی مدد سے کیے جانے والا یہ سروے بی آئی ایس پی کے قومی سماجی واقتصادی رجسٹری مردم شماری کا حصہ ہے، اس کے مطابق کے پی میں سکول نہ جانے والے بچوں کی کل تعداد 4.7 ملین ہے۔ کے پی کے آباد (نئے ضم شدہ اضلاع کے علاوہ) اضلاع میں ایسے بچوں کی تعداد 2018ء میں 2.1 ملین تھی جو اب بڑھ کر 2021ء میں 3.7 ملین تک پہنچ چکی ہے حالانکہ اس عرصے میں 632 بلین روپے کے تعلیمی اخراجات کیے گئے۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ کے پی میں 16-5 برس کی عمر میں سکول نہ جانے والی بچیوں کی تعداد 2.9 ملین یا کل تعداد، 5.4 ملین کا 53 فیصد ہے۔ اس عمر کے لڑکوں کی کل تعداد 6.2 ملین ہے جن میں سے 1.7 ملین سکولوں سے باہر ہیں۔

نئے ضم شدہ اضلاع میں ناخواندگی: کے پی میں نئے ضم ہونے والے اضلاع کی تقریباً پانچ ملین سے زائد آبادی میں سے 52 فیصد حصہ ناخواندہ ہے، جبکہ خواندہ آبادی میں سے 22 فیصد نے پرائمری کی سطح تک، 10 فیصد نے مڈل درجے تک جبکہ صرف 7 فیصد نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے۔ یہ نتائج اگست میں اُس سروے کے بعد جاری کیے گئے جو محکمۂ منصوبہ بندی وترقی، ضم شدہ علاقوں کے گورننس پروگرام اور یو این ڈی پی نے مشترکہ طور پر کرایا تھا۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف 3.5 فیصد لوگ انٹرمیڈیٹ کے درجے تک، 2 فیصد سے بھی کم بیچلر ڈگری تک، 1.1 فیصد ماسٹرز تک اور بہ مشکل 0.1 فیصد لوگ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح تک پہنچتے ہیں۔ جنوبی وزیرستان میں ناخواندگی کی شرح سب سے زیادہ 61.2 فیصد ہے جب کہ شمالی وزیرستان میں 55.5 فیصد، اورکزئی میں 55.2 فیصد، مہمند میں 54.2 فیصد، باجوڑ 54 فیصد، خیبر 50.8 فیصد اور کرم میں 37.7 فیصد ہے۔ نئے ضم شدہ اضلاع میں

4,952 سرکاری پرائمری سکول ہیں جن میں سے لڑکیوں کے لیے 2,116 سکول ہیں۔ مڈل سکولوں کی تعداد صرف 551 ہے جن میں سے 213 لڑکیوں کے لیے ہیں۔ ان اضلاع میں ہائی سکولوں کی تعداد صرف 363 ہے۔

قبائلی علاقوں کے طلبہ کے لیے نشستوں کی کمی: کے پی میں ضم ہونے والے اضلاع کی جغرافیائی حدود کے اندر ایک بھی یونی ورسٹی موجود نہیں ہے۔ 2018ء میں ان اضلاع کے کے پی میں انضمام کے بعد فاٹا ریفارمز کمیٹی کو کام سونپا گیا کہ وہ فاٹا ڈومیسائل رکھنے والے طلبہ کے لیے پنجاب کی پانچ اور سندھ کی ایک یونی ورسٹی میں مخصوص کردہ نشستوں پر وظائف کا کوٹا بڑھا کر دُگنا کر دے۔ اس پر 2019ء میں عمل ہوا۔ 2021ء کے آغاز میں بہاء الدین ذکریا یونی ورسٹی اور یونیورسٹی آف بہاولپور نے قبائلی علاقوں کے طلبہ کے لیے مختص نشستوں کی تعداد میں کمی کر دی، جس پر قبائلی علاقے کے طلبہ نے لاہور کے گورنر ہاؤس کے باہر ایک ہفتہ تک احتجاج کیا۔

مذاکرات کے بعد گورنر نے ان کے مطالبات تسلیم کر لیے، ان میں ضم شدہ اضلاع کے طالبعلموں کے لیے پنجاب میں سکالرشپ سکیم 2027ء تک جاری رکھنے پر اتفاق ہوا، ان سکالرشپس کا نصف خرچ یونیورسٹی اور باقی نصف پنجاب اور کے پی کی حکومتیں 25,25 فیصد برداشت کریں گی۔ اس بات پر بھی اتفاق ہوا کہ مختص شدہ 1000 وظائف میں سے 200 طالبات کے لیے ہوں گے جبکہ یونی ورسٹی آف دی پنجاب ضم شدہ اضلاع میں اپنے سب کیمپس بھی کھولے گی۔

جون میں ایلیمنٹری اینڈ سکینڈری ایجوکیشن کے وزیر نے کے پی اسمبلی کو بتایا کہ صوبے میں پرائمری جماعتوں کے لیے یکساں نصاب تعلیم تیار ہو چکا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ مڈل کلاسوں کے لیے یکساں نصاب کی تیاری جاری ہے جبکہ ہائر سکینڈری جماعتوں کے لیے 2022ء میں تیار کیا جائے گا۔

اگست میں، محکمہ ایلیمنٹری اینڈ سکینڈری ایجوکیشن نے فیصلہ کیا کہ وہ والدین اساتذہ کونسلوں کے ذریعے عارضی بنیادوں پر اساتذہ بھرتی کر کے کے پی میں ان کی کمی دور کرے گا۔ پہلے مرحلے میں 1300 اساتذہ کی بھرتی کا فیصلہ کیا گیا، ان اساتذہ کو گورنمنٹ کے پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں کے لیے ایک سال کے کنٹریکٹ پر بھرتی کیا جانا تھا۔ 400 ملین روپے اس کام کے لیے مختص کیے گئے۔

اکتوبر میں حکومت نے کے پی میں سرکاری کالجوں کی نجکاری کا منصوبہ اُس وقت منسوخ کر دیا جب اس کے خلاف متعدد کالجوں کے اساتذہ اور طلبہ نے مشترکہ طور پر احتجاج کیا، یہ احتجاج کئی دن تک جاری رہا۔

صحت

کووِڈ کی وبا نے گزشتہ برسوں کی طرح 2021ء میں بھی کے پی کو متاثر کیے رکھا تاہم اس برس شرح اموات زیادہ رہی۔ لیکن 2020ء کے تناسب سے 2021ء میں صحت یاب ہونے والوں کی شرح بہت بہتر تھی۔ حکومت کوشاں رہی کہ وہ لوگوں کو قائل کرے کہ وہ ویکسین لگوائیں کیونکہ ویکسین کی سپلائی میں 2021ء میں ڈرامائی بہتری دیکھی گئی۔

کرونا وائرس کی جینیاتی تبدیلی کے بعد سامنے آنے والی نئی اشکال خصوصاً موسم گرما میں ڈیلٹا اور موسم سرما میں اومی کرون ویرئینٹ نے اس سے نپٹنے کے چیلنج کو مزید مشکل کر دیا۔

نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر کے مطابق کل 181,402 لوگ کے پی میں 2021ء کے دوران کرونا مثبت پائے گئے جب کہ 2020ء میں ان کی تعداد 58,701 تھی۔ صوبے بھر میں ان میں سے 5,930 لوگ موت کا شکار ہوئے جب کہ 2020ء میں ان کی تعداد 1,649 تھی۔ 2021ء میں وبا سے متاثر ہونے والے 174,897 لوگ صحت یاب ہوئے جب کہ 2020ء میں صحت یاب ہونے والوں کی تعداد 53,708 تھی۔ 2021ء کے اختتام تک کے پی میں کووڈ-19 کے فعال کیسوں کی تعداد صرف 2,786 تھی۔

فروری کے اختتام تک، حکومت نے 65,000 ہیلتھ ورکرز کو کے پی کے اضلاع میں ویکسینیشن کی خدمات مہیا کرنے کے لیے رجسٹرڈ کیا۔ مارچ میں کے پی میں ویکسینیشن سنٹروں کی تعداد 500 کی حد عبور کر گئی۔ اپریل میں حکومت نے سارے کے پی میں تین ماہ کے لیے پبلک ہیلتھ ایمرجنسی نافذ کر دی، جولائی میں اس میں مزید تین ماہ کا اضافہ کر دیا گیا۔ مارچ اور اپریل میں اُن تمام اضلاع میں دو ہفتے کا لاک ڈاؤن لاگو کر دیا گیا جہاں مثبت کیسوں کی شرح 10 فیصد سے زیادہ تھی۔ پشاور اور مردان میں مثبت کیسوں کی شرح 25 فیصد سے زیادہ تھی۔ اپریل میں پشاور اور سوات کے تمام نجی ہسپتالوں نے اعلان کیا کہ وہ صحت سہولت پروگرام کے تحت کووڈ مریضوں کو مفت علاج کی سہولت فراہم کرنے کا آغاز کر رہے ہیں ان سہولیات میں ہسپتالوں میں داخلہ، وینٹی لیٹر، طبی آکسیجن، تشخیص اور دوائیں شامل تھیں۔

خیبر پختونخوا میں مئی کے مہینے میں، انڈیا سے جنم لینے والے کووڈ کے ڈیلٹا ویرئینٹ کا پہلا مریض پشاور سے سامنے آیا اور جون میں جنوبی افریقی ڈیلٹا ویرئینٹ کا کیس سامنے آیا۔ جولائی میں حکومت نے گھر گھر جا کر لوگوں کو ویکسین لگانے کی مہم شروع کی جس سے ویکسینیشن کی شرح میں اضافہ ہوا۔ نومبر کے آخر تک، کے پی کی 24.2 ملین آبادی کے ہدف میں سے 12 ملین (52 فیصد) بالغ لوگوں کو ویکسین کی پہلی ڈوز لگائی جا چکی تھی جبکہ 7 ملین لوگوں کو (38 فیصد) کو دوسری ڈوز لگ چکی تھی۔

سکیم کے تحت پورے کے پی کی کوریج: جنوری میں کے پی حکومت نے صحت سہولت پروگرام (ایس ایس پی) کے تیسرے مرحلے کا آغاز کیا تا کہ صحت پروگرام کا دائرہ کار صوبے کے باقی رہ جانے والے چھ اضلاع تک بھی پھیلا دیا جائے، اس سکیم کے تحت رہائشیوں کو مفت علاج کی سہولیات فہرست میں شامل سرکاری اور نجی ہسپتالوں میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ فی خاندان دس لاکھ روپے کی صحت سہولیات مہیا کرنے والے اس منصوبے پر سالانہ 18 بلین روپے خرچ ہوں گے۔ مئی میں محکمہ صحت نے بتایا کہ وہ جگر کی پیوند کاری کو بھی اس منصوبے میں شامل کر رہے ہیں۔ جون میں شائع ہونے والی ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق، کے پی میں نجی اسپتالوں نے 8 بلین روپے جب کہ اس کے مقابلے میں سرکاری صحت سہولیات مراکز نے 2 بلین روپے گزشتہ پانچ برسوں میں ایس ایس پی کے تحت مریضوں کے مفت علاج کی مد میں کمائے۔

اس عرصے میں کے پی حکومت نے 10.5 بلین روپے 423,525 مریضوں کے مفت علاج پرصَرف کیے۔ نجی اسپتالوں کواس رقم کا 78 فیصد ملا جب کہ سرکاری صحت سہولیات مراکز کو 22 فیصد۔ جولائی میں محکمہ صحت نے کے پی میں ایس ایس پی کے تحت مفت تبدیلی جگر کے لیے 2 بلین روپوں کے فنڈ جاری کیے۔ اکتوبر میں محکمے نے اعلان کیا کہ وہ ڈینگی سیلان خون بخار (dengue haemorrhagic fever) کو بھی اس پروگرام میں شامل کیا جا رہا ہے۔ 2021ء کے دوران ایس ایس پی کے تحت کے پی میں نجی اسپتالوں نے 71 فیصد جب کہ سرکاری ہسپتالوں نے 29 فیصد مریضوں کا علاج کیا۔

2021ء کے دوران کے پی میں پولیو کا صرف ایک کیس سامنے آیا، جبکہ 2020ء میں ایسے کیسوں کی تعداد 84 تھی، یہ پولیو وائرس کی روک تھام کے لیے ہونے والی نہایت قابلِ ذکر پیش رفت تھی۔

نومبر میں حکومت نے کامیابی کے ساتھ چھ ماہ سے پندرہ برس کی عمر کی 15.6 ملین آبادی کو خسرہ اور روبیلا سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے لگانے کا ہدف حاصل کر لیا، سال کے شروع میں ان بیماریوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا تھا۔ ستمبر میں کے پی میں ڈینگی وبا پھوٹ پڑنے کے بعد محکمہ صحت نے 26,000 مشتبہ لوگوں کی سکریننگ کی جن میں سے 8,000 لوگوں کے نتائج مثبت آئے۔

ہاؤسنگ اور عوامی سہولیات

ستمبر میں صوبائی اسمبلی کو بتایا گیا کہ 2021ء میں کے پی کو تقریباً ایک ملین گھروں کی کمی کا سامنا تھا باوجود اس کے کہ حکومت نے کچھ ہاؤسنگ سکیموں کا آغاز بھی کیا تھا۔ وزیر ہاؤسنگ نے بتایا کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے انھوں نے ڈپٹی کمشنر حضرات کو حکم دیا ہے کہ وہ کے پی کے تمام اضلاع میں ریاست کی خالی پڑی ہوئی جگہوں کی نشان دہی کریں تاکہ وہاں ہاؤسنگ سکیموں کے منصوبوں کا جائزہ لیا جا سکے۔

اکتوبر میں صوبائی کابینہ نے کے پی لینڈ یوز اینڈ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی ایکٹ 2021ء کی منظوری دی تاکہ صوبے میں بغیر کسی منصوبہ بندی کے بڑھتی ہوئی شہری آبادی کو کنٹرول کیا جا سکے اور زرعی زمینوں پر غیر قانونی طور پر ہونے والی تعمیراتی سرگرمیوں کی روک تھام ہو سکے۔ کابینہ نے کے پی کے چھ سب سے بڑے شہروں کے ماسٹر پلان کے متعلق تازہ ترین صورت حال پیش کرنے کا حکم بھی دیا، اس کے علاوہ 20 اضلاع کے بنائے جانے والے ماسٹر پلان بھی 2022ء کے آخر تک طلب کیے۔

جنوری میں پشاور کی ڈسٹرکٹ انتظامیہ نے 181 نجی ہاؤسنگ سوسائٹیوں پر پابندی عائد کر کے زمین کی منتقلی کو روک دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سوسائٹیاں پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے مجوزہ ضوابط کی خلاف ورزیاں کر رہی تھیں۔ ان 181 ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں سے 123 شاہ عالم تحصیل میں تھیں، 25 سٹی تحصیل میں، 24 صدر تحصیل میں اور 9 متنی

تحصیل میں تھیں۔

ستمبر میں کے پی بورڈ آف ریونیو نے بتایا کہ اُس نے 60 بلین مالیت کی 4,100 کنال حکومتی زمین صوبے کے 30 مختلف اضلاع میں حکام کی مدد سے قبضہ گیروں سے واگزار کرائی ہے۔

ماحولیات

2021ء کے دوران کے پی میں مون سون بارشوں اور فلیش فلڈز کے نتیجے میں آٹھ بچوں، تین خواتین اور چودہ مردوں سمیت 25 لوگ جان کی بازی ہار گئے۔ زیادہ تر اموات گھروں کی چھتیں اور دیواریں گرنے سے خیبر، ایبٹ آباد، مانسہرہ، کرک اور مردان میں ہوئیں۔ شدید بارش اور ہوا کے طوفان نے فلیش فلڈ اور لینڈ سلائیڈ کی راہ ہموار کی جس کے سبب وسیع پیمانے پر جائیدادوں اور گاڑیوں وغیرہ کو نقصان پہنچا اور سڑکیں بند ہو گئیں۔

جنوری میں پشاور میں حکام نے کریک ڈاؤن کے دوران 8,000 کلوگرام پولی تھین بیگ پکڑے اور 32 دُکانیں مہر بند کر دی گئیں۔ آپریشن کے دوران مزاحمت کرنے والے آٹھ دُکانداروں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

کے پی حکومت نے دعویٰ کیا کہ صوبے میں درختوں سے ڈھکے علاقے میں 2021ء کے دوران 6 فیصد اضافہ ہوا، تاہم یہ اضافہ Billion Trees Tsunami Afforestation Programme کی تکمیل کے بعد جنگلات کے ممکنہ رقبے میں ہونے والے اضافے سے متناسب نہیں تھا۔ محکمہ ماحولیات کے مطابق، مارچ میں اس پروگرام کے نفاذ کے بعد صرف درختوں سے ڈھکے رقبے میں اضافہ ہوا جب کہ جنگلات کے لیے مخصوص علاقے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ جنگلات اُگانے کی اس کوشش کے تحت 160 ملین درخت 286,309 ہیکٹر رقبے پر لگائے جانا تھے۔

بلوچستان

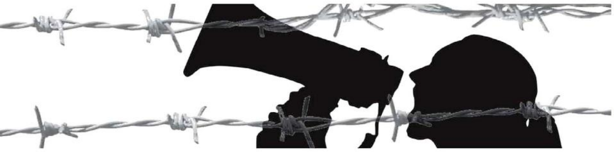

کلیدی رجحانات

- اطلاعات، میڈیا اور امن کے حوالے سے کام کرنے والی سول سوسائٹی انجمنوں کے دباؤ پر بلوچستان اسمبلی نے، معلومات تک رسائی کے قانون سمیت، متعدد قوانین کی منظوری دی، لیکن اِن قوانین کے مؤثر نفاذ کے لیے ضوابط کی تشکیل میں تاخیر نے ایسی کوششوں کو بے اثر کر دیا۔
- صوبے میں سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر صحافیوں کو ہراساں، اغوا اور قتل کیا گیا اور حکومت کی طرف سے ذمہ داران کے احتساب کے لیے کوئی ٹھوس اقدامات دیکھنے میں نہیں آئے۔
- کوئٹہ میں لوگ ایگل سکواڈ سے بدستور خوف زدہ رہے، حالانکہ یہ سکواڈ اُنہی کے تحفظ کے لیے قائم کیا گیا تھا، خصوصاً فیضان جتک کی ماورائے عدالت ہلاکت کے بعد۔
- بلوچستان میں جبری گمشدگی کے کیسوں میں اِضافہ دیکھنے میں آیا، اس کے ساتھ ساتھ ایسی گمشدگیوں کے خلاف احتجاجوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔
- بلوچستان کے ساحلی شہر، گوادر اور اس سے ملحقہ علاقوں کے رہائشیوں کی طرف سے غیر معمولی احتجاج دیکھنے میں آیا، یہ لوگ پینے کے پانی سمیت بنیادی سہولیات کی فراہمی اور ٹرالر مافیا کی طرف سے مچھلی کے غیر قانونی شکار کو روکنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ احتجاج کی وجہ سے ساحلی شہر کو جانے والے راستے بند رہے اور یہ علاقہ باقی ملک سے کٹ کر رہ گیا۔
- جون میں سابق سینیٹر عثمان کاکڑ کو کوئٹہ میں ان کی رہائش گاہ میں سر پر پُراسرار چوٹ آئی جس کے چند دِن بعد وہ کراچی کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ پختونخوا ملی عوامی پارٹی نے اسے قتل قرار دیا۔ اُن کی نمازِ جنازہ میں دسیوں ہزار لوگوں نے شرکت کی۔
- ایک ڈرامائی اقدام کے تحت جام کمال خان حکومت کو اکتوبر میں تحریک عدم اعتماد کے ذریعے ہٹا دیا گیا۔
- عسکریت پسند گروہوں نے صوبے میں 81 حملے کیے، ان میں 136 لوگ ہلاک اور 345 زخمی ہوئے۔
- اپریل میں کوئٹہ میں چینی سفیر بم دھماکے کے ذریعے ہونے والے ایک قاتلانہ حملے میں بال بال بچے۔
- طلبہ احتجاج کے ردِعمل میں بلوچستان کے گورنر نے نومبر میں ترمیم شدہ بلوچستان فوجداری قانون لاگو کر دیا، جس کے تحت صوبے میں احتجاج اور دھرنوں کو ممنوع قرار دے دیا گیا اور خلاف ورزی کرنے والوں کو بغیر کسی وارنٹ کے تین سے چھ ماہ تک حراست میں رکھا جا سکتا تھا۔
- نومبر میں صوبائی حکومت نے منظور پشتین، علی وزیر اور محسن داوڑ کے بلوچستان داخلے پر پابندی عائد کر دی۔
- حکومت نے صنفی امتیاز کے خاتمے اور خواتین کے کام کرنے کے لیے بہتر ماحول پیدا کرنے کی غرض سے صنفی

مساوات اور خواتین کو بااختیار بنانے کی پالیسی 2020-24 کا اعلان کیا۔

- وزیراعلیٰ عبدالقدوس بزنجو نے دفتر سنبھالنے کے بعد بلوچستان ایجوکیشن سپورٹ پروگرام کے دوسرے مرحلے کا آغاز کیا۔
- دو طالب علموں کے اغوا کے نتیجے میں پھیلی عوامی بے چینی کے پیشِ نظر بلوچستان یونیورسٹی کو بند کر دیا گیا۔

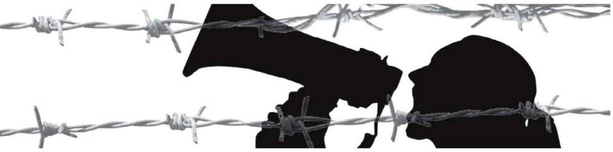

عمومی جائزہ

بلوچستان میں سال 2021ء کا اختتام بھی انسانی حقوق کی صورت حال میں کسی بہتری کے بغیر ہوا۔ بہتری تو کُجا اس برس تشدد، خاص طور پر سیکیورٹی فورسز کے تشدد، میں اضافہ دیکھا گیا۔ بہت سے حملوں کے پیچھے بلوچ علیحدگی پسندوں اور اسلامی عسکریت پسندوں کا بھی ہاتھ تھا۔

مئی میں کوئٹہ پولیس کے صوبے میں دہشت گردی سے نپٹنے کے لیے فوج سے تربیت پانے والے ایگل سکواڈ کے ہاتھوں ایک طالب علم فیضان جتک کے ماورائے عدالت قتل پر احتجاج ہوا اور میڈیا نے توجہ مرکوز کی۔ بعد ازاں، اکتوبر میں ضلع کیچ میں دو بچے ایک مارٹر شیل گرنے سے ہلاک ہو گئے، مبینہ طور پر یہ مارٹر فرنٹیئر کانسٹبلری (ایف سی) کے ایک اہل کار نے چلایا تھا۔

یہ دو واقعات صوبے بھر میں وسیع پیمانے پر عوامی احتجاج کا باعث بنے اور حکومت مجبور ہوئی کہ وہ سیکیورٹی اہل کاروں کے خلاف کارروائی کرے۔ بلوچستان ہائی کورٹ (بی ایچ سی) نے ایف سی اہل کار کے خلاف فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کرنے کا حکم دیا اور ضلعی انتظامیہ کے حکام کو ان کی بے عملی پر معطل کر دیا۔ تاہم یہ اقدامات عارضی نوعیت کے تھے، جن کا بڑا مقصد اس وقت ہونے والے احتجاج کی شدت کم کرنا تھا نہ کہ ان سے بنیادی مسئلے یعنی سیکیورٹی فورسز کی زیادتیوں کی تلافی مقصود تھی۔

سال بھر کوئٹہ سے لے کر گوادر تک سارے صوبے میں بڑے بڑے احتجاجی مظاہرے ہوتے رہے۔ ان میں سے ایک مظاہرے کی قیادت میڈیکل کالجوں کے طلبہ نے کی جو پاکستان میڈیکل کمیشن سے مطالبہ کر رہے تھے کہ وہ ان کے تعلیمی اداروں کی تصدیق کرے۔ ینگ ڈاکٹروں نے بھی گاہے بگاہے احتجاج، ہڑتالوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ لوگوں نے ان (ینگ ڈاکٹروں) پر الزام دھرا کہ وہ ذاتی مفادات کے اسیر ہیں، لیکن ڈاکٹروں کا اصرار تھا کہ ان کا احتجاج صوبے میں نظامِ صحت میں بہتری کے لیے ہے۔ دوسری جانب، شہری، آپریشن تھیٹروں میں ڈاکٹروں کی غفلت پر احتجاج کر رہے تھے۔

اہمیت کے حامل وہ احتجاج بھی تھے جو گمشدہ افراد کے اہل خانہ کر رہے تھے، انھوں نے اپنے مسلسل احتجاج کے ذریعے اس معاملے کو نہ صرف صوبے بلکہ ملک بھر میں زندہ رکھا۔ لاپتا افراد کے اہل خانہ کے علاوہ اُن لوگوں کے لواحقین کا احتجاج بھی جاری تھا جن کے پیارے سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

اگست میں گوادر کے لوگوں نے پینے کے پانی اور بجلی کی شدید قِلّت اور گہرے پانیوں میں ٹرالرز کے ذریعے مچھلی کے شکار کی وجہ سے اپنے ذریعہ معاش کو درپیش خطرات کے خلاف وسیع پیمانے پر عوامی احتجاج کا آغاز کیا۔ اِس احتجاج کی جلتی آگ پر تیل اُس خبر نے ڈالا کہ پانچ چینی فشنگ ٹرالروں کو گوادر کے قریب، غیر قانونی شکار کے شبہ میں پکڑا گیا ہے۔ مظاہرین نے احتجاج ختم کرنے پر آمادگی سے قبل کئی دن تک شاہراہیں بند کیے رکھیں۔ ایک مہینے کے بعد، 30 ستمبر سے، ساحلی شہر میں جماعت اسلامی کے مقامی رہنما مولانا ہدایت الرحمٰن کی سرکردگی میں احتجاج کا دوبارہ آغاز

ہوا۔اس بار مظاہرین نے مندرجہ بالا مسائل کے حل کے لیےکوسٹل ہائی وے پر بہت بڑا دھرنا دیا۔ یہ احتجاج بھی لوگوں کے لیےکوئی ریلیف حاصل کیے بغیر ہی ختم ہوا۔

سال کا اختتام ایک تاریخی دھرنے پر ہوا جہاں ہزاروں لوگوں نے حکومت کی طرف سے گوادر کو، چین پاکستان اکنامک کوریڈور (سی پیک) منصوبوں کے تناظر میں، نظرانداز کیے جانے پر احتجاج اور حکومت پر اپنے عدم اعتماد کا مظاہرہ کیا۔ حکومت کی جانب سے مسئلے کی جڑ ختم کرنے کے لیے اس احتجاج پر پالیسی میں تبدیلی ایسا کوئی بامعنی ردِعمل دیکھنے میں نہیں آیا۔

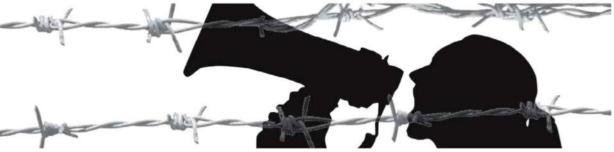

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

2021ء کے دوران بلوچستان میں ہونے والی اہم ترین قانون سازی معلومات تک رسائی کے حق کا قانون، بلوچستان رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ 2021 تھا۔ بلوچستان میں رائٹ ٹو انفارمیشن (آر ٹی آئی) کا کوئی مؤثر قانون نہیں تھا اور سول سوسائٹی کی انجمنیں اس قانون کی منظوری کے لیے کئی سال سے مہم چلا رہی تھیں۔ اس قانون کی منظوری کے طفیل صحافی اور سول سوسائٹی کے ممبران تمام حکومتی محکموں سے معلومات کا تقاضا کر سکتے ہیں، حکومتی معاملات میں شفافیت آ سکتی ہے اور انسانی حقوق کی پامالی کے معاملات اُجاگر ہو سکتے ہیں۔ قانون تو فروری میں منظور ہو گیا تاہم صوبائی حکومت نے اس کے نفاذ کے لیے ضوابط سال کے اختتام تک نہیں بنائے تھے، نہ ہی انفارمیشن کمیشن قائم کیا گیا جو اس قانون کے تحت بنایا جانا تھا۔ سول سوسائٹی اب حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے مہم چلا رہی ہے کہ وہ اِس قانون کے نفاذ کے لیے ضروری اقدامات اُٹھائے۔

دوسری قابلِ ذکر قانون سازی بلوچستان میں کم اَز کم اُجرت کا قانون تھا۔ اس قانون کا تقاضا ہے کہ حکومت کم از کم اُجرت کا بورڈ قائم کرے، جو بلوچستان بھر میں محنت کشوں کو کم از کم اُجرت کی ادائیگی کو یقینی بنائے۔ اس قانون کو استعمال کرتے ہوئے حکومت محنت کی تعریف پر تمام ابہام دور اور آجران کے لیے اپنے ملازمین کو کم اُجرتیں دینا مشکل تر کر سکتی ہے۔ تاہم جیسے آر آئی ٹی کے معاملے میں ہوا حکومت نے قانون کے نفاذ کے لیے ضوابط ہی تشکیل نہیں دِیے۔

اسی طرح کی ایک اور اہم قانون سازی بلوچستان پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ایکٹ 2021 تھی۔ اس قانون کے تحت حکومت کو ایک ایسا فریم ورک تشکیل دینا تھا جو نجی شعبہ کی صوبے میں انفراسٹرکچر کی ترقی میں شمولیت آسان بنائے اور اسے ریگولیٹ کرے۔ دسمبر 2021ء میں ایک پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ پالیسی کا اعلان بھی کیا گیا تاکہ صوبے کی تعمیر و ترقی میں نجی شعبے کی شمولیت یقینی بنائی جا سکے۔

انصاف کی فراہمی

2021ء میں بلوچستان ہائی کورٹ (بی ایچ سی) نے 6,700 مقدمات نپٹائے، جو 2020ء کے مقابلے میں 28 فیصد زیادہ بنتے ہیں۔ 2021ء کے اختتام پر بی ایچ سی میں تقریباً 4,000 مقدمات زیرِ التوا تھے، یہ تعداد گزشتہ برس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ مزید برآں، بلوچستان میں ضلعی عدالتوں نے 54,191 مقدمات 2021ء کے دوران نپٹائے جو 2020ء کے مقابلے میں 9 فیصد زیادہ بنتے ہیں۔ ضلعی عدالتوں میں 2021ء کے اختتام تک زیرِ التوا مقدمات کی تعداد 16,000 ہی رہی، 2020ء میں بھی ان عدالتوں میں زیرِ التوا کیسوں کی تعداد اتنی ہی تھی۔

اگست میں جسٹس نعیم اختر افغان نے بلوچستان ہائی کورٹ کے نئے چیف جسٹس کی حیثیت سے حلف اُٹھایا۔ اُن کے

پیش رو جسٹس جمال مندوخیل ترقی پا کر سپریم کورٹ میں چلے گئے تھے۔ وُکلا اور سول سوسائٹی نے بے عیب اور عمدہ ساکھ رکھنے والے چیف جسٹس کے تقرر پر مسرت کا اظہار کیا۔ چیف جسٹس نے ایف سی کے اُن اہل کاران کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا حکم دیا جو مبینہ طور پر ضلع کیچ میں دو بچوں کی ہلاکت کے معاملے میں ملوث تھے۔ انسانی حقوق کے محافظین نے توقع ظاہر کی کہ مستقبل قریب میں جسٹس افغان انسانی حقوق کے معاملات کو بغیر کوئی دباؤ برداشت کیے اُٹھائیں گے۔

عثمان کاکڑ کی موت کا تحقیقاتی کمیشن

سابق سینیٹر عثمان کاکڑ کراچی میں انتقال کر گئے، انھیں جون کے مہینے میں کوئٹہ میں ان کے گھر میں پُراسرار طور پر سر پر چوٹ لگنے کے بعد وہاں منتقل کیا گیا تھا۔ فوری بعد، پختونخوا ملی عوامی پارٹی نے اس موت کو قتل قرار دیتے ہوئے عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ اس کے نتیجے میں بلوچستان حکومت نے بلوچستان ٹریبونلز آف انکوائری آرڈیننس 1969ء کے تحت ایک عدالتی کمیشن تشکیل دیا، جسے کاکڑ کی موت کی تحقیق کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ 2021ء کے دوران صوبے میں ہونے والی اعلیٰ ترین سطح کی تحقیقات میں سے ایک تھی۔ تاہم، عدالتی کمیشن کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہا کیوں کہ بظاہر کوئی شخص بیان دینے یا گواہی دینے کے لیے پیش نہ ہوا۔ یہ اُن سب لوگوں کے لیے مایوس کن امر تھا جو کاکڑ کی موت کی تفتیش کا مطالبہ کر رہے تھے۔

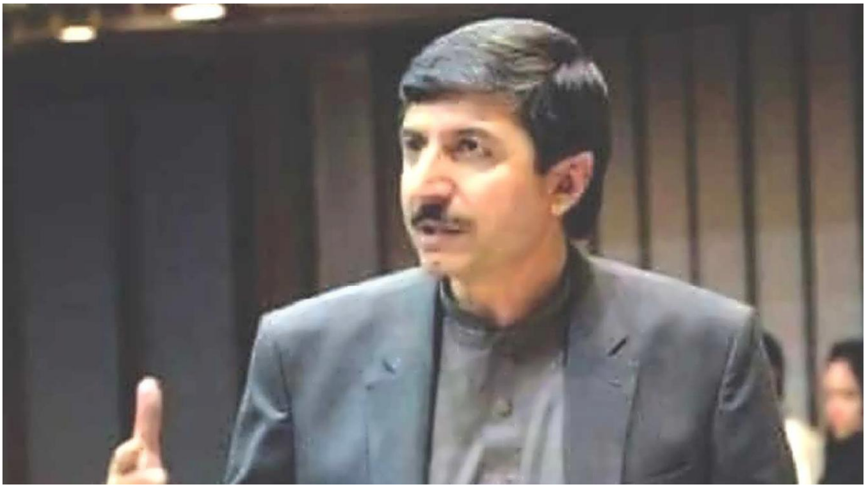

سابق سینیٹر عثمان کاکڑ جون میں کوئٹہ میں اپنے گھر پر سر پر پراسرار چوٹ لگنے کے باعث کراچی میں وفات پا گئے

بلوچستان

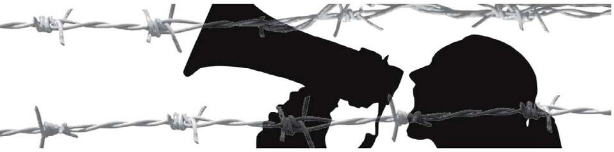

قانون کا نفاذ

امن عامہ

مندرجہ ذیل جدول 2021ء کے دوران درج ہونے والے جرائم کی مکمل تفصیل مہیا کرتا ہے:

جرم کی نوعیت	**2021**ء کے دوران کیسوں کی کل تعداد
قتل	400
عصمت دری	30
اجتماعی زیادتی	1
کم عمروں سے زیادتی	40
غیرت کے نام پر قتل	42
گھریلو تشدد	127
تیزاب گردی	2
توہین مذہب	5
پولیس مقابلے	11

ماخذ: بلوچستان پولیس، ایچ آر سی پی کی طرف سے معلومات کی درخواست کے جواب میں

سال بھر کے دوران صوبے میں مجرمانہ سرگرمیوں میں اِضافہ دیکھا گیا۔ اسلحے کے زور پر موبائل فون اور موٹر سائیکلیں چھینے جانے کے علاوہ گاڑیاں چوری ہونے کے متعدد واقعات سامنے آئے۔ کوئٹہ پولیس کے مطابق 2021ء کے دوران 9,699 جرائم درج ہوئے، 2,552 لوگوں کو حراست میں لیا گیا جو اغوا، قتل، منشیات اور ڈکیتیوں میں ملوث تھے۔

پولیس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ 121 اغوا ہونے والوں کو اغوا کاروں کے چُنگل سے چھڑایا گیا۔ اس برس اغوا کا سب سے ہائی پروفائل کیس، اے این پی کے ملک عبید اللہ کاسی کا تھا۔ انھیں جون میں کچلاک سے اغوا کیا گیا اور ان کی تشدد زدہ لاش پشین سے ملی۔ پولیس انھیں زندہ بازیاب کرانے میں ناکام رہی تاہم اِس اغوا میں ملوث پانچ لوگ ایک مبینہ پولیس 'مقابلے' میں مارے گئے۔

جنوری میں اسلامک سٹیٹ سے منسلک عسکریت پسندوں نے 11 کان کنوں کو اغوا کے بعد قتل کر دیا، تمام مقتولین کا تعلق ہزارہ برادری سے تھا۔ دہشت گردی کا یہ واقعہ بلوچستان کے علاقے مچھ کی پہاڑیوں پر پیش آیا۔ ہزارہ برادری نے اس واقعے کے خلاف کوئٹہ میں کئی روز تک احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ وزیر اعظم عمران خان ان کے احتجاجی کیمپ کا

دورہ کریں۔ تاہم، وزیرِاعظم نے اس مطالبے کو 'بلیک میلنگ' قرار دیتے ہوئے مظاہرین سے ملنے سے انکار کر دِیا۔ بعد ازاں کئی سیکیورٹی اور سویلین حکام کا اس حملے کو روکنے میں کوتاہی پر تبادلہ کر دیا گیا۔

2021ء میں صحافی اور میڈیا نمائندگان ایک بار پھر تشدد کا نشانہ بنے رہے۔ بلوچستان میں صحافیوں کے قتل کے دو واقعات ہوئے۔ پہلا کیس عبدالوحید رئیسانی کا تھا جو روزنامہ آزادی کے سب ایڈیٹر تھے، انھیں اپریل میں بینک کالونی کوئٹہ میں اُن کے گھر کے باہر گولی ماری گئی۔ ابتدا میں اس قتل کو موٹر سائیکل چھیننے کی کوشش میں مزاحمت کا نتیجہ قرار دِیا گیا، جو بعدازاں غلط ثابت ہوا۔ یہ قتل ذاتی دُشمنی کا نتیجہ نکلا لیکن قاتل گرفتار نہ کیے جا سکے۔ دوسرا کیس، حب میں میٹرو نیوز 1 کے لیے کام کرنے والے صحافی شاہد زہری کا تھا جو اکتوبر میں ایک بم دھماکے میں ہلاک ہوئے۔ بلوچستان لبریشن آرمی (بی ایل اے) نے اس دھماکے کی ذمہ داری قبول کی اور الزام لگایا کہ زہری پاکستانی سیکیورٹی ایجنسیوں کے لیے سہولت کار تھے۔

عورت فاؤنڈیشن کے مہیا کردہ اعدادوشمار کے مطابق 2021ء کے دوران بلوچستان میں 57 خواتین ہلاک ہوئیں جب کہ خواتین کے خلاف تشدد کے 129 کیس سامنے آئے۔ مزید برآں، غیرت کے نام پر قتل کے واقعات سارا سال رپورٹ ہوتے رہے۔ رپورٹ ہونے والے ان کیسوں کی بڑی تعداد ضلع نصیر آباد سے سامنے آئی، یہ ضلع اس قسم کے وحشیانہ رُجحانات کے لیے بدنام ہے۔

2021ء کے دوران بچوں کے خلاف تشدد کے تین ہائی پروفائل کیس رپورٹ ہوئے۔ پہلا کیس ہوشاپ میں اپریل میں سامنے آیا، جہاں مقامی لوگوں نے الزام عائد کیا کہ ایف سی کے ایک سپاہی نے دس برس کے ایک بچے سے بدفعلی کی۔ بعدازاں ایف سی کے اس سپاہی کو ضلعی انتظامیہ نے گرفتار کر لیا۔ دوسرا کیس اگست میں گوادر میں پیش آیا۔ گوادر میں چینیوں کی گاڑی پر ایک خودکش حملہ کیا گیا، چینی اس حملے میں محفوظ رہے۔ تاہم قریب ہی کھیل کود میں مصروف دو بچے اس حملے میں ہلاک ہوگئے، اس حملے کی ذمہ داری بی ایل اے نے قبول کی۔

تیسرا واقعہ اکتوبر میں پیش آیا، جب ضلع کیچ کے علاقے ہوشاپ میں ہونے والے دھماکے میں دو بچے ہلاک ہوگئے۔ حکومتی حکام نے دعویٰ کیا کہ بچے اُس وقت ہلاک ہوئے جب انھوں نے حادثاتی طور پر ایک بم کو کھلونا سمجھ کر اُٹھا لیا۔ تاہم مقتولین کے اہل خانہ نے دعویٰ کیا کہ ایف سی اہل کاروں نے اُن پر مارٹر گولہ فائر کیا تھا جو اِن کی موت کا سبب بنا۔ مقتولین کے اہل خانہ نے تربت میں اس سانحے کے خلاف احتجاج کیا اور اس کے بعد یہ لوگ کوئٹہ کے ریڈ زون میں چلے گئے۔ یہ احتجاج چند دِن کے بعد اُس وقت ختم کیا گیا جب بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے اِس واقعے کا نوٹس لیا۔ چیف جسٹس نے ایف سی اہل کاروں کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا حکم دیا اور بے عملی پر حکومتی حکام کو معطل کر دیا۔

سیاسی کارکنان نے ماورائے عدالت قتلوں کا معاملہ اُٹھایا۔ خاص طور پر، یونس انور، جنرل سیکرٹری، گوادر ماہی گیر اتحاد؛ اکبر برکت؛ اور یاسر ظفر، کراچی یونی ورسٹی میں زیرِتعلیم نوجوان جسے اس کے آبائی علاقے بلیدہ، ضلع کیچ میں گولی ماری

گئی۔ان واقعات کا مین سٹریم میڈیا پر کوئی ذکر نہ ہوا اور نہ ہی ان کی کوئی پیروی دیکھنے میں آئی۔

بلوچستان میں شہریوں کے ساتھ پولیس کی زور زبردستی عام سی بات بن چکی ہے۔سارا سال کوئٹہ کے شہری ایگل سکواڈ کے پُرتشدد رویے کی شکایات کرتے دِکھائی دِیے۔مئی میں اطلاعات کے مطابق ایگل سکواڈ نے ایک نوجوان طالب علم، فیضان جنگ کو ہلاک کر دِیا۔جنگ کی گاڑی حادثاتی طور پر گشت کرنے والے سکواڈ کی موٹر سائیکل سے ٹکرا گئی تھی۔ ایگل سکواڈ کے اہل کاروں نے جنگ کا تعاقب کیا اور چند سو میٹر دور جا کر اُسے بالکل قریب سے گولی مار دی۔سوشل میڈیا پر اس قتل نے وسیع احتجاج کو جنم دِیا جس کے نتیجے میں اس واقعے میں ملوث ایگل سکواڈ کے اہل کاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔2021ء کے اختتام تک اس مقدمے میں نہ کوئی پیش رفت دیکھنے میں آئی اور نہ ہی گرفتار پولیس اہل کاروں کے متعلق کسی تازہ صورتِ حال ہی سے آگاہ کیا گیا۔

2021ء میں بلوچستان میں خواتین کے پولیس فورس میں شامل ہونے کی دو کامیاب کہانیاں سامنے آئیں۔پہلی یہ کہ بلوچستان میں خواتین کا پہلا پولیس سٹیشن قائم کیا گیا،اس تھانے میں تمام عملہ خواتین پر مشتمل ہے تاکہ کوئٹہ میں شکایت کنندہ خواتین کو درپیش مسائل حل کیے جا سکیں۔ دوسری کامیابی پری گُل ترین کی تھی، جو پہلی خاتون اسسٹنٹ سُپرنٹنڈنٹ آف پولیس تعینات کی گئیں، وہ بلوچستان پولیس میں فیلڈ کمانڈ پوزیشن پر فائز ہونے والی پہلی خاتون بنیں۔

پری گُل ترین کو بلوچستان پولیس میں فیلڈ کمانڈ کے عہدے پر تعینات ہونے والی پہلی خاتون اسسٹنٹ سپریڈنٹ آف پولیس کا اعزاز حاصل ہوا

بلوچستان

قید خانے اور قیدی

مندرجہ ذیل جدول میں بلوچستان کی جیلوں کے اعداد و شمار دیے جا رہے ہیں:

شماریات	اعداد
بلوچستان میں جیلوں کی کل تعداد	11
بلوچستان میں جیلوں کی منظور شدہ صلاحیت	2,664
جیلوں میں قیدیوں کی کُل تعداد (بشمول مرد، خواتین اور کم عمر قیدی)	2,555
سزائے موت کے کُل قیدی	59
زیرِ سماعت مقدمات کے کُل قیدی	1,369
کُل سزا یافتہ قیدی	1,133

ماخذ: محکمہ جیل خانہ جات، بلوچستان۔ ایچ آر سی پی کی جانب سے معلومات کی درخواست کے جواب میں

2021ء میں بلوچستان حکومت نے ایک ہائی سیکیورٹی جیل تعمیر کرنے کا دعویٰ کیا جس میں سنگین جرائم میں ملوث مجرموں اور دہشت گردوں کے لیے مختلف بیرکیں بنائی گئی، تاہم یہ نہ بتایا کہ یہ جیل کہاں واقع ہے۔ صوبے کی جیلوں میں موجود ساٹھ فیصد قیدی وہ ہیں جن کے مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔

جیلوں کی عمومی صورت حال ابتر تھی، یہ بات چیف جسٹس، نعیم اختر افغان، کے اچانک دورے میں سامنے آئی۔ اگست میں ڈسٹرکٹ جیل کوئٹہ کے دورے کے دوران، چیف جسٹس نے جیل حکام کو حکم دیا کہ وہ قیدیوں کے لیے ماہر قلب کی خدمات حاصل کریں۔ اِس کے علاوہ انھوں نے جیل حکام کو یہ ہدایات بھی دیں کہ سزا یافتہ قیدیوں کو اسپتال سے واپس جیل منتقل کیا جائے۔

2021ء میں بلوچستان حکومت نے دعویٰ کیا کہ اُس نے قیدیوں کے لیے بائیومیٹرک انفارمیشن مینجمنٹ سسٹم کا نفاذ کر دیا ہے؛ اطلاعات کے مطابق یہ نظام کوئٹہ اور کچھ بڑی جیلوں میں تو کام کر رہا ہے تاہم صوبے کی تمام جیلوں میں یہ نظام موجود نہیں ہے۔ حکومت نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ اِنسدادِ منشیات فورس کے تعاون سے صوبے کی پانچ جیلوں میں منشیات بحالی کے مراکز قائم کر رہی ہے۔ مزید برآں، محکمہ صحت نے اعلان کیا کہ وہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (ڈبلیو ایچ او) کے تعاون سے بلوچستان کی جیلوں میں موجود ذہنی مریض قیدیوں کے لیے نفسیاتی ٹیلی میڈیسن مراکز برائے مشاورت و علاج قائم کرے گا۔

اگرچہ انسانی حقوق کے محافظین الزام لگاتے ہیں کہ بلوچستان میں خفیہ حراستی مراکز موجود ہیں لیکن، سرکاری حکام تو دور کی بات کوئی بھی ان کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

جبری گمشدگیاں

صوبے میں انسانی حقوق کی بحث پر جبری گُمشدگیوں کا معاملہ چھایا رہا۔حقوق کی تنظیم، وائس فار بلوچ مِسنگ پرسنز نے سارا سال کوئٹہ اور کراچی میں اپنے کیمپ لگائے رکھے۔ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کے مطابق 31 دسمبر 2021ء تک 1,108 لوگوں کے لاپتا ہونے کی اطلاع موصول ہوئی۔

بلوچستان میں لاپتاافراد کے معاملے پرفروری میں مظاہرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اسلام آباد میں، ایک ہفتے کے لیے، دھرنا دیا۔ یہ احتجاج اُس وقت ختم ہوا جب وزیراعظم نے مظاہرین کے نمائندوں سے ملنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ بعدازاں وزیراعظم نے لاپتا افراد کے خاندانوں کے ایک تین رُکنی وفد سے ملاقات کی۔ وزیراعظم نے اپنے پرنسپل سیکرٹری کومسنگ پرسنز کی صورت حال کی جانچ کا حکم دیا۔تاہم اس حوالے سے کوئی پیش رفت سامنے نہ آئی۔

اُس وقت ایک بار پھر احتجاج پھوٹ پڑے جب یونیورسٹی آف بلوچستان کے دو طالب علموں کو اُن کے ہاسٹل سے اُٹھا کر بزورقوت غائب کر دِیا گیا۔مظاہرین نے 7 نومبر کو بطور احتجاج یونیورسٹی بند کرادی، جو 31 دسمبر تک بند رہی۔ یہ معاملہ صوبائی اسمبلی میں بھی اُٹھایا گیا جہاں اراکین نے طالب علموں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔تاہم دونوں طالب علم تا دمِ تحریر لاپتا ہیں۔

2021ء کے دوران بلوچستان میں جبری طور پر لاپتا کیے جانے کے کئی اور کیس بھی سامنے آئے۔ان میں سے ایک کیس جون میں ڈاکٹر صبیحہ بلوچ کے بھائی کے اغوا کا بھی تھا، وہ بلوچ سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی کی پہلی خاتون چئیر پرسن ہیں۔کوہ پیاؤں کے ایک گروپ سے تعلق رکھنے والے منصور قمبرانی کو جون میں اغوا کرلیا گیا۔انھیں بعد میں رہا کر دیا گیا، ستمبر میں انھیں دوبارہ اغوا کرلیا گیا۔ جون میں قاسم اور بلال نامی دو طالب علم بولان میڈیکل کالج، کوئٹہ سے لاپتا ہوگئے۔سال کے اختتام پر، دو نوجوان سمیر مراد اور رُستم حسن کو کیچ سے اور وسیم کو خضدار سے لاپتا کر دیا گیا۔

سزائے موت

سزائے موت دِیے جانے کا واحد کیس ایف سی کے اُس سپاہی کا تھا جس نے گزشتہ برس کراچی یونی ورسٹی کے طالب علم حیات بلوچ کو تُربت میں قتل کیا تھا۔جنوری میں ایک ضلعی عدالت نے یہ سزا سُنائی لیکن 2021ء کے اختتام تک اس پر عمل درآمد نہ ہوا، اس کی ممکنہ وجہ بلوچستان ہائی کورٹ میں اس سزا کے خلاف کی جانے والی اپیل ہے۔

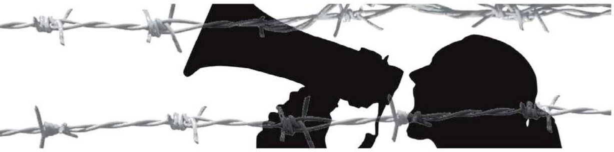

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

سارے صوبے میں شہری سفر کے دوران رُکاوٹوں کی شکایت کرتے رہے اس کی وجہ پورے صوبے میں جا بجا قائم سینکڑوں چیک پوسٹیں تھیں؛ انھوں نے کھاڑی چیک پوسٹ پر گھنٹوں کے حساب سے تاخیر ہونے کی شکایت کی۔ گوادر میں ہونے والے احتجاج نے نقل وحرکت کے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ 21 روز تک جاری رہنے والے احتجاج میں، جس کی قیادت مولانا ہدایت الرحمٰن کر رہے تھے، گوادر کو باقی صوبے سے ملانے والی مرکزی شاہراہ بند رہی۔

سلامتی کے بارے میں بڑھتے ہوئے خدشات اور صوبے میں عسکریت پسندی کو قابو میں لانے کے لیے اُٹھائے جانے والے اقدامات کے نتیجے میں صوبے بھر میں سلامتی کی صورت حال سنگین تشویش کا سبب بنی رہی۔ دو مختلف واقعات میں سیکیورٹی اہل کاروں نے تُربت کے علاقے ہوشاپ میں ایک خاتون کو ہلاک، اس کے خاوند اور دو بچوں کو زخمی کر دیا۔ مزید برآں، پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار پیس اینڈ سیکیورٹی کی جانب سے جاری کردہ اعداد وشمار کے تخمینہ کے مطابق 2021ء میں صرف بلوچستان میں علیحدگی پسندوں اور مذہبی محرک رکھنے والے گروہوں نے تقریباً 81 حملے کیے جن میں 136 لوگ ہلاک اور 335 زخمی ہوئے۔

منتخب حکمران جماعت بلوچستان عوامی پارٹی (بی اے پی) سے وابستہ توقعات کے برعکس صوبے میں نقل وحرکت کی آزادیوں پر قدغنوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکنان اور طلبہ کے خلاف کارروائیاں جاری رہیں۔ تاہم حکومت نے گوادر میں مولانا ہدایت الرحمٰن کی سرکردگی میں جاری احتجاج سے معاملہ بات چیت کے ذریعے حل کیا۔ نومبر میں حکومت نے پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنما منظور پشتین، محسن داوڑ اور علی وزیر کے صوبے میں داخلے پر 90 دِن کی پابندی عائد کر دی۔

اگست 2021ء میں افغانستان پر طالبان کے قبضے کے بعد چمن بارڈر کراسنگ سے افغان مہاجرین کی آمد میں اِضافہ دیکھنے میں آیا۔ مہاجرین کی اکثریت کوئٹہ آباد ہوئی۔ ان میں سے کچھ لوگ تو کراچی تک جا پہنچے۔ ستمبر میں بلوچستان حکومت نے 200 افغان مہاجرین کو غیر قانونی طور پر ملک میں داخلے کی بِنا پر ملک بدر کر دیا۔ تاہم زیادہ تر مہاجرین کو ملک میں قیام کی اجازت دے دی۔ مہاجرین میں ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک نمایاں تعداد بھی شامل تھی جو کوئٹہ کے علاقے مری آباد اور ہزارہ ٹاؤن میں عارضی پناہ کی تلاش میں آئے تھے۔ تاہم ان مہاجرین کی صورت حال مخدوش تھی اور ان کی امداد کے لیے ریلیف کا کوئی بڑا پروگرام شروع نہیں کیا گیا۔

سوچ، ضمیر اور مذہب کی آبادی

صوبے میں فرقہ ورانہ تشدد بھی ایک اہم مسئلہ بنا رہا۔ مذہبی محرک رکھنے والے گروہ مثلاً تحریک طالبان پاکستان، اسلامک

جنوری میں آئی ایس-خراسان کے حملے میں 11 کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے کارکن ہلاک ہوئے۔ان میں سے 10 کا تعلق ہزارہ برادری سے تھا

سٹیٹ،خراسان (آئی ایس-کے) اور دیگر چھوٹے گروپوں نے بلوچستان میں کم از کم دس حملے کیے۔ان میں سے چار حملے سیکیورٹی فورسز کے خلاف تھے، تین میں سویلین آبادی کو نشانہ بنایا گیا جبکہ شیعہ ہزارہ برادری پر ایک اور مذہبی سیاسی جماعت کے مدرسے پر بھی حملہ کیا گیا۔آئی ایس-کے کی طرف سے کیے جانے والے ایک بڑے حملے میں 11 کان کن ہلاک ہو گئے۔ ہلاک ہونے والے گیارہ کان کنوں میں سے 10 کا تعلق ہزارہ برادری سے تھا۔ ہزارہ کارکنان پر ہونے والے اِس حملے نے ساری برادری میں خوف و ہراس پھیلا دِیا اور اُن کی آزادانہ نقل وحرکت اور تجارت وغیرہ میں رُکاوٹ پیدا ہوئی۔

اِظہارِرائے کی آزادی

خودساختہ سنسرشپ سارا سال ہی صحافیوں اور میڈیا نمائندگان کے لیے معمول بنی رہی کہ انھیں ریاستی وغیر ریاستی عناصر، دونوں جانب سے دھمکیاں ملتی رہیں، اختلافِ رائے رکھنے والوں کے خلاف کریک ڈاؤن میں شدت آ گئی۔ خاص طور پر انسانی حقوق کے محافظین کی بات کو اُس وقت سنسر کر دیا جاتا جب وہ ریاست کی طرف سے جبری گمشدگیوں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر آواز اُٹھاتے۔صحافی کِیّا بلوچ کا کوئٹہ یونیورسٹی کے اُن دو طلبہ کے بارے میں لکھا ہوا مضمون، ملک کے بڑے اخبارات میں سے ایک میں شائع ہونے کے فوراً بعد ہٹا دیا گیا۔

ستمبر میں حکومتِ بلوچستان نے تمام سرکاری محکموں کے سربراہان کو حکم دِیا کہ وہ اپنے فون کی رِنگ ٹون 'پاکستان زندہ باد' رکھیں۔ بہت سے صحافیوں اور حقوق کے کارکنان نے اس حکم کو اِظہارِرائے کی آزادی کے منافی قرار دیا۔

صوبے میں ڈیجیٹل گنجائش بڑھانے میں ایک اہم قدم بلوچستان ڈیجیٹل میڈیا پالیسی تھا۔صوبائی حکومت نے یہ پالیسی جنوری میں متعارف کرائی کہ شہریوں کی ڈیجیٹل رسائی یقینی بنائی جا سکے۔ پالیسی کے سات نکات ہیں جن پر کام

بلوچستان

کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک ہدف صوبے کے تمام بڑے شہروں اور اضلاع میں بھروسے کے قابل انٹرنیٹ کو آسان اور یقینی بنانا ہے۔

مثبت پیش رفت یہ ہوئی کہ پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی نے، وزارتِ داخلہ سے اجازت کے بعد، بلوچستان کے چھ حصوں --- تربت، کیچ، اواران، پنجگور، سورب اور قلات --- میں انٹرنیٹ سروسز بحال کر دیں ان علاقوں میں موبائل انٹرنیٹ سروسز سلامتی تحفظات کی وجہ سے بند تھیں۔

اجتماع کی آزادی

صوبے میں ہونے والے احتجاجوں کی حوصلہ شکنی کے لیے حکومت نے فوجداری قانون ترمیمی آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت مظاہرین کو صوبے کی سڑکوں پر جلوس نکالنے یا دھرنے دینے کی صورت میں چھ ماہ تک قید کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔ اس قانون کو وسیع پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اسے پُرامن احتجاج کے ذریعے اجتماع کی آزادی پر قدغن لگانے کی کوشش قرار دیا۔

صوبہ وقتاً فوقتاً طلبہ کی طرف سے کیے جانے والے احتجاجوں سے اُبلتا رہا۔ طلبہ نے بولان میڈیکل کالج میں داخلے کے لیے پاکستان میڈیکل کونسل کی طرف سے آن لائن انٹری ٹیسٹ میں ہونے والی مبینہ بے ضابطگیوں کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے بہت سے طلبہ کے خلاف ایف آئی آر درج کر کے انھیں گرفتار کر لیا۔ بعدازاں طالب علموں کو رہا کر دیا گیا تو انھوں نے اپنے خلاف درج ہونے والی ایف آئی آر کے خلاف احتجاج جاری رکھا۔ دو دِن کے بعد حکومت نے ایف آئی آر واپس لے لی۔ اس کے علاوہ، ینگ ڈاکٹرز الائنس نے حکومتی بے ضابطگیوں کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس احتجاج کی وجہ سے مریض علاج معالجے کی سہولیات سے محروم رہے اور اس نے پہلے سے صحت کے شعبے میں موجود ابتر صورت حال کو مزید بگاڑ دیا اور نوبت انسانی حقوق کے تحفظات پیدا ہونے تک جا پہنچی۔

بجٹ اجلاس سے قبل حکومت نے حزبِ اختلاف کے ممبران سے درشت رویہ اختیار کیا۔ نو ممبران، بشمول صوبائی اسمبلی میں قائد حزبِ اختلاف، پاکستان پینل کوڈ کی شق 17 کے تحت گرفتار کر لیے گئے۔

نومبر میں پی ٹی ایم نے کوئٹہ میں ایک سیاسی جلوس نکالا اور ممبر قومی اسمبلی علی وزیر کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ پی ٹی ایم کو جلوس نکالنے کی اِجازت دے دی گئی، جلوس پرامن طریقے سے منعقد ہوا اور اس کی راہ میں کوئی بڑی رُکاوٹ کھڑی نہ کی گئی۔ تاہم محسن داوڑ کو جلوس میں شرکت کے لیے کوئٹہ میں داخلے کی اجازت نہ دی گئی۔

انجمن سازی کی آزادی

2019ء میں بلوچستان ہائی کورٹ نے محکمہ لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کو حکم دِیا کہ وہ 62 ٹریڈ یونینوں اور نجی تنظیموں کی رجسٹریشن منسوخ کر دے۔ انجمن سازی کے حق کی آزادی اور ٹریڈ یونینوں پر لگی قدغنوں میں 2020ء اور 2021ء

کے دوران بھی کوئی نرمی دکھائی نہیں دی۔ طلبہ یونینیں، جن پر سارے ملک میں پابندی ہے، یہاں بھی ممنوع رہیں۔ باوجود اس کے کہ سینیٹر ثنا بلوچ نے 2019ء میں حکومت کی توجہ اس جانب دِلائی تھی کہ وہ طلبہ یونینوں پر عائد پابندی ہٹائے، 2021ء کے اختتام تک ایسی کوئی پیش رفت دیکھنے میں نہ آئی۔

اس پر مستزاد غیرحکومتی تنظیموں (این جی اوز) کی رجسٹریشن کا عمل پاکستان بھر میں عمومی طور پر سخت ہے لیکن بلوچستان میں این جی اوز کی رجسٹریشن کا عمل تو خاص طور پر مشکل ہے کہ انھیں بلوچستان چیریٹیز (رجسٹریشن، ریگولیشن اینڈ فسیلیٹیشن) ایکٹ 2019ء کے تقاضے بھی پورے کرنا پڑتے ہیں۔ بلوچستان میں ایسی تحاریک، سیاسی جماعتیں اور طلبہ تنظیمیں جو ریاستی اور سیکیورٹی اداروں پر تنقید کرتی ہیں اُن کے ساتھ سختی سے نپٹا جاتا ہے۔

بلوچستان

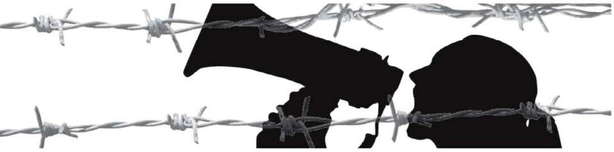

جمہوری پیش رفت

سیاسی شمولیت

قومی اسمبلی میں بلوچستان کا حصہ صرف بیس نشستوں تک محدود ہے جو کل تعداد کا 6 فیصد بنتا ہے۔صوبائی حکومت اکثر و بیشتر اس پر تنقید کرتی ہے۔اس کے علاوہ، بلوچستان میں کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ (سی این آئی سیز) بلاک ہونے کی وجہ سے بہت سے شہری ووٹ ڈالنے کے اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں---نادرا نے ملک بھر میں تقریباً 150,000 شناختی کارڈ بلاک کر رکھے ہیں جن میں سے 23,552 بلوچستان میں ہیں۔ان سی این آئی سیز کی بحالی کا معاملہ 2020ء کی طرح 2021ء میں بھی بہت زیادہ توجہ حاصل نہیں کر پایا۔

بلوچستان عوامی پارٹی کی سرکردگی میں چلنے والی حکومت کو 2021ء کے آخری مہینوں میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا (بلوچستان عوامی پارٹی---BAP کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس جماعت کو راتوں رات اسٹیبلشمنٹ نے بلوچستان کی سیاست کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے بنایا تھا)۔سخت مخالفت کے بعد آخرکار حکومت کو مستعفی ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔حزب اختلاف نے مشترکہ طور پر وزیراعلیٰ جام کمال خان کے خلاف اکتوبر میں تحریک عدم اعتماد جمع کرائی تھی۔حکومتی اور حزب اختلاف کے بینچوں کے مابین زبردست ڈیڈلاک کے بعد، حزب اختلاف کی بڑھتی ہوئی قوت کے نتیجے میں، جام کمال کی سرکردگی میں کام کرنے والی حکومت کو استعفا دینا پڑا۔BAP کی سرکردگی میں چلائی جانے والی حکومت کو طلبہ اور ینگ ڈاکٹرز الائنس کے احتجاجوں سے برے طریقے سے نپٹنے پر سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔حزب اختلاف کے اراکین نے بجٹ پر بھی سخت تنقید کی جس کے بارے میں جام کمال کا دعویٰ تھا کہ یہ غریب پرور بجٹ ہوگا۔

پی ڈی ایم نے اکتوبر 2020 میں ریلیوں کا آغاز کیا اور 2021 میں ملک بھر میں احتجاج جاری رکھا

اِن رُکاوٹوں کے علاوہ BAP حکومت کو پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (پی ڈی ایم) کی طرف سے پیدا ہونے والے مسائل سے بھی نپٹنا پڑا، حزب اختلاف کے اس گیارہ جماعتی اتحاد کی قیادت جمیعت علمائے اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کے پاس ہے۔ پی ڈی ایم نے اکتوبر 2020ء میں جلسے جلوسوں کا انعقاد شروع کیا اور سارے ملک میں اس کا یہ احتجاج 2021ء کے دوران بھی چلتا رہا۔ مزید برآں، حکمران جماعت کی مشکلیں اُس وقت بڑھیں جب جام کمال نے متعدد وُزرا کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا، ان میں محکمہ بلدیات کے وزیر اسلم بھوتانی بھی شامل تھے۔ عدم اعتماد تحریک کی کامیابی کے بعد، اسمبلی کے سابق سپیکر، قدوس بزنجو، نے وزیر اعلیٰ کی کرسی سنبھالی۔

مقامی حکومتیں

صوبے میں مقامی حکومتوں کی میعاد 2019ء میں ختم ہوگئی تھی۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اعلان کیا تھا کہ مقامی حکومتوں کی مدت ختم ہونے کے بعد جلد ہی نئے انتخابات کا انعقاد ہوگا۔ الیکشن کمیشن نے اس بات کا اشارہ دِیا کہ نئے انتخابات پرانی حلقہ بندیوں کی بنیاد ہی پر کرائے جائیں گے، اس پر حزب مخالف کی جماعتوں نے کافی تنقید کی جس کے بعد انتخابات مزید التوا کا شکار ہوگئے۔ مزید یہ کہ، ایک درخواست گزار کی استدعا پر بلوچستان ہائی کورٹ نے اُس وقت تک ان انتخابات کو روک دِیا جب تک ان کے انعقاد کے لیے کوئی قطعی تاریخ نہیں دے دی جاتی۔ 2020ء میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کے انعقاد پر حکومت سرد مہری رہی اور اس حوالے سے مزید کوئی پیش رفت دیکھنے میں نہ آئی۔

تاہم اگست میں الیکشن کمیشن آف پاکستان نے بلوچستان حکومت کو ایک ماہ کا وقت دِیا کہ وہ اس عرصے میں بلدیاتی حکومتوں کے انتخابات کرا دیں۔ لیکن 2021ء تک بلوچستان میں اِن انتخابات کے لیے کوئی اقدام دیکھنے میں نہیں آیا۔ یوں کہیے کہ صوبائی حکومت نے اپنا اختیار مقامی حکومتوں کے انتخابات میں تاخیر کے لیے استعمال کیا۔

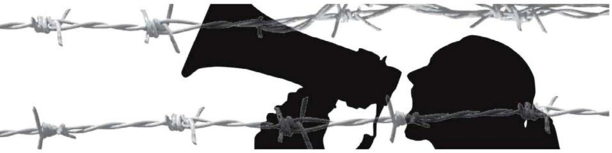

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

خواتین کی نمائندگی، تحفظ اور قانون سازی کی کاوشیں بلوچستان میں مسلسل سکڑ رہی ہیں۔ بلوچستان اسمبلی میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کی تعداد صرف 11 ہے اور 2021ء کے دوران خواتین کے لیے قانون سازی پر کوئی پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی۔

بلوچستان، سیاست سمیت متعدد شعبوں میں خواتین کے تحفظ، بہتری اور ان کی شمولیت بڑھانے کے لیے متعدد قوانین منظور کر چکا ہے۔ ویمن پروٹیکشن اگینسٹ ہراسمنٹ ایٹ ورک پلیس ایکٹ 2016 منظور کیا جا چکا ہے اور 2020ء میں حکومت نے بلوچستان صنفی مساوات اور خواتین کو با اختیار بنانے کی پالیسی برائے 24-2020 کی منظوری دی۔ اس برس اس پالیسی کے نفاذ کے لیے حکومت نے پائیدار ترقی کے ہدف 5 کے مطابق گورننس اینڈ پالیسی پراجیکٹ کا آغاز کیا تاکہ صنفی انضمام اور صنفی مساوات میں بہتری لائی جا سکے۔ تاہم قانون سازی میں صوبے میں خواتین پیچھے ہی دِکھائی دیتی ہیں۔ بلوچستان اسمبلی نے 2021ء کے دوران 29 قوانین کی منظوری دی۔ ان میں سے خواتین کے حقوق کے لیے ایک بھی قانون نہ تھا۔

اس کے علاوہ، بنیادی صحت تک رسائی بھی کلیدی معاملہ رہا۔ صوبے میں دوران زچگی شرح اموات ملک بھر میں سب سے زیادہ رہی۔ پاکستان ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے 2018ء کے مطابق، بلوچستان میں صرف 56 فیصد خواتین کی رسائی قبل از زچگی دیکھ بھال کے پیشہ ور مراکز تک تھی جب کہ صرف 38 فیصد خواتین کو پیدائش کے عمل میں پیشہ ور مددگار کی خدمات حاصل تھیں۔

خواجہ سرا

صوبے میں خواجہ سراؤں کی تعداد باقی صوبوں کے مقابلے میں سب سے کم (2017ء کی مردم شماری کے مطابق ان کی تعداد 109 تھی) اور ان کا معیارِ زندگی کم تر تھا۔ مزید برآں، انھیں کوئی قانونی تحفظ میسر نہیں۔ میڈیا کوریج نہ ہونے کی وجہ سے خواجہ سراؤں کے خلاف تشدد شاذ و نادر ہی سامنے آتا ہے۔ بظاہر صوبے میں خواجہ سرا برادری کے خلاف کوئی واقعہ درج نہیں ہوا۔ تاہم کووِڈ-19 ویکسین تک رسائی میں یہ برادری کہیں بہت پیچھے دِکھائی دیتی ہے؛ ویکسینیشن میں رکاوٹ کی سب سے بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ اس برادری کے لیے خود کو نادرا کے پاس رجسٹرڈ کرانا مشکل عمل ہے---اس میں دستاویزات کی فراہمی کا بوجھل مرحلہ بھی شامل ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کی اکثریت سی این آئی سیز کے لیے درخواست ہی نہیں دیتی۔

بچے

بچوں کے لیے صحت کی سہولیات تک رسائی صوبے میں انسانی حقوق کے حوالے سے گہرے تحفظات کا باعث بنی رہی۔ پاکستان ہیلتھ اینڈ ڈیموگرافک سروے 2018ء کے مطابق بلوچستان میں تقریباً ہر دوسرا بچہ (47 فیصد سے زائد) غیر کامل نمو کا شکار ہے اور صوبے میں ایک تہائی سے بھی کم بچے ایسے ہیں جو تمام بنیادی ویکسین حاصل کر پاتے ہیں۔

صوبے میں جاری مسلسل تنازعات بھی نومولود بچوں کی صحت سہولیات تک رسائی کی راہ میں رُکاوٹ ہیں۔ BioMed Central's کے Conflict and Health Journal میں شائع ہونے والی ایک تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ بلوچستان کے تنازعات سے متاثرہ علاقوں میں ماں اور بچے کی صحت کی سہولیات کا درجہ صوبے کے پرامن علاقوں کے مقابلے میں بہت کم تر سطح پر ہے۔

Six-Month Cruel Numbers 2021 بچوں کے حقوق کے لیے سرگرم تنظیم ساحل نے جاری کی ہے، اس میں پاکستان میں بچوں کے حقوق کی سنجیدہ نوعیت کی پامالی بارے بتایا گیا ہے۔ یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ پاکستان میں تقریباً 10 بچوں کو روز زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تاہم دوسرے صوبوں کے مقابلے میں بلوچستان میں اس کی شرح کم ترین (3 فیصد) ہے۔

کم عمر بچوں کی شادیوں کی اطلاعات کا سلسلہ جاری رہا۔ جون کے شروع میں چائلڈ میرج رسٹرینٹ ایکٹ کابینہ کو بھجوایا گیا لیکن سال ختم ہونے تک اسے منظور نہیں کیا گیا تھا۔ دسمبر میں پالولیشن کاؤنسل اور یونائیٹڈ نیشنز پاپولیشن فنڈ نے مشترکہ طور پر پاکستان، اور بالخصوص بلوچستان، میں بچوں کی شادیوں کا پولیٹیکل اکانومی تجزیہ کیا۔ اس کے مطابق، بلوچستان میں 21 فیصد خواتین اپنی عمر کے اٹھارویں برس میں داخل ہونے سے قبل ہی بیاہی جاتی ہیں۔ تُربت میں جلد شادیوں کی شرح سب سے زیادہ ہے۔

محنت کش

محنت کشوں کے لیے مستحکم صورت حال پیدا کرنے کے لیے، بانڈڈ لیبر سسٹم بل 2020ء میں ترمیم کے ذریعے حکومت نے جبری مشقت لینے پر پابندی عائد کر دی۔ اس قانون کی خلاف ورزی پر ایک برس قید اور 100,000 روپے جرمانے کی سزا ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود 2021ء میں بلوچستان میں محنت کشوں کے حقوق کی پامالی جاری رہی۔ نومبر 2021ء میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے بلوچستان ہائی کورٹ میں ایک درخواست دائر کی۔ اس درخواست کے بعد، جبری مشقت کرنے والے 43 محنت کش، جن کا تعلق حیدر آباد کی ہندو برادری سے تھا، ضلع خضدار کے علاقے ارناچ سے رہا کرائے گئے۔

بلوچستان

کان کن

2021ء میں بھی کان کنوں کے لیے بلوچستان میں صورت حال خوف ناک رہی۔مختلف واقعات میں جن میں انتہا پسند گروہ آئی ایس-کے کا حملہ بھی شامل تھا صوبے میں کانوں میں کام کرنے والے 104 کان کن جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔مارچ میں ضلع ہرنائی میں یکے بعد دیگرے دم گھٹنے اور میتھین دھماکے کے دو واقعات پیش آئے،ان واقعات میں 11 کان کن جان سے گئے۔اسلامک سٹیٹ-خراسان کے حملے میں گیارہ کان کن اور دو مختلف حملوں میں چھ کے قریب کان کن ہلاک ہوگئے۔ایچ آر سی پی کی طرف سے جمع کردہ ڈیٹا کے مطابق،بلوچستان میں 71 کان کن مختلف کانوں میں ہونے والے حادثات کے نتیجے میں ہلاک اور 29 زخمی ہوئے۔اس کے علاوہ 3 جنوری کو مچھ میں نامعلوم قاتلوں نے 10 کان کنوں کو ہلاک کر دیا۔مندرجہ ذیل جدول 2021ء میں ہونے والے 41 مختلف حادثات کی تفصیلات مہیا کرتا ہے:

تاریخ	وقوعے کی جگہ	ہلاک	زخمی
4 جنوری	چمالنگ	1	-
22 جنوری	چاغی	-	2
30 جنوری	دُکّی	1	-
06 فروری	دُکّی	-	2
09 فروری	چمالنگ	1	2
18 فروری	ہرنائی	4	-
22 فروری	دُکّی	1	-
08 مارچ	کوئٹہ	1	-
12 مارچ	کوئٹہ	6	-
16 مارچ	ہرنائی	7	-
21 اپریل	دُکّی	-	8
25 اپریل	دُکّی	1	-
28 اپریل	دُکّی	1	-
28 مئی	دُکّی	1	-
04 جون	دُکّی	1	-
06 جون	چمالنگ	1	-

17 جون	دُکّی	1	-
21 جون	چمالنگ	1	-
22 جون	دُکّی	1	-
27 جون	ہرنائی	1	-
12 جولائی	کوئٹہ	2	5
12 اگست	کوئٹہ	13	-
25 اگست	ہرنائی	4	-
17 اگست	دُکّی	1	-
25 اگست	کوئٹہ	3	-
25 اگست	دُکّی	1	-
04 ستمبر	دُکّی	1	-
21 ستمبر	مچھ	1	-
22 ستمبر	چمالنگ	2	-
02 اکتوبر	دُکّی	2	-
11 اکتوبر	دُکّی	-	2
18 اکتوبر	دُکّی	1	-
19 اکتوبر	دُکّی	2	-
13 نومبر	دُکّی	1	-
15 نومبر	دُکّی	-	4
03 دسمبر	دُکّی	1	-
05 دسمبر	دُکّی	1	4
12 دسمبر	دُکّی	1	-
13 دسمبر	دُکّی	1	-
29 دسمبر	مچھ	1	-
30 دسمبر	دُکّی	1	-

ماخذ: ایچ آر سی پی میڈیا مانیٹرنگ سیل

کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی اموات میں مسلسل اضافہ صوبے میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے

پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے تخمینوں کے مطابق اوسطاً 200-100 کان کن ہر برس ہلاک ہوجاتے ہیں، 2020ء میں بلوچستان میں ایسے 116 واقعات ہوئے۔ نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس کے تخمینے ظاہر کرتے ہیں کہ صوبے میں سالانہ اوسطاً 84 کان کن ہلاک ہوجاتے ہیں۔ صوبے میں کان کنوں کی مسلسل بڑھتی ہوئی ہلاکتیں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کے لیے کام کی جگہ پر خراب حالات ایک اہم مسئلہ ہے۔ تربیت اور آلات کی عدم دستیابی صورت حال کو بد سے بدتر بنا دیتی ہے۔

پاکستان اب بھی انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کنونشن 176 کی توثیق سے گریزاں ہے، یہ کنونشن کان کنوں کے لیے کانوں کی محفوظ گہرائی کی زیادہ سے زیادہ حد کی وضاحت کرتا ہے۔ جنوری 2020ء میں انڈسٹری آل گلوبل یونین (IndustriALL Global Union) نے حکومت پاکستان پر زور دیا کہ وہ اس کنونشن کی توثیق کرکے کان کنوں کے لیے محفوظ حالات کو یقینی بنائے۔

کوئلے کی کانوں میں چائلڈ لیبر

چائلڈ لیبر اور چائلڈ لیبر کرنے والے بچوں کے ساتھ جنسی بدسلوکی صوبائی حکومت کے لیے ایک سنجیدہ مسئلہ بنا رہا۔ 2019ء میں اس مسئلے کی طرف توجہ دیتے ہوئے صوبائی حکومت نے کوئلے کی کانوں میں چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ ایک مثبت پیش رفت یہ ہوئی کہ بلوچستان اسمبلی نے دی بلوچستان پیمنٹ اینڈ ویجز ایکٹ 2021ء منظور کیا جس کا ہدف بچوں سے محنت لینے کو ممنوع قرار دینا اور ریگولیٹ کرنے کے ساتھ ساتھ صوبے میں بچوں سے ہونے والی زیادتی کا خاتمہ بھی ہے۔

ماہی گیری

بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں آباد 70 فیصد لوگوں کے لیے ماہی گیری سب سے بڑا ذریعۂ روزگار ہے۔ ماحولیاتی بحران اور انفراسٹرکچر مثلاً سی پیک کے منصوبوں میں ہونے والی تعمیرات نے کمیونٹی کے ذرائع معاش کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ 2021ء میں بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں آباد ماہی گیر مشکلات کا شکار رہے۔ ان کی سب سے بڑی تشویش، موسمیاتی آفات کے بعد، ٹرالروں کے ذریعے ہونے والی ماہی گیری ہے۔ 'گوادر حق دو تحریک' کے دوران مولانا ہدایت الرحمٰن مسلسل غیر قانونی ماہی گیری کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔

گوادر میں ماہی گیری میں چین کی بڑھتی ہوئی دلچسپی نے ماہی گیروں کے خوف کو دوچند کر دیا ہے۔ تاہم، گوادر کے رہائشیوں کی جانب سے اٹھائیس دِن کے طویل دھرنے کے بعد، دسمبر میں وزیرِ اعظم نے کوئٹہ کے اپنے دورے کے دوران وعدہ کیا کہ وہ گوادر میں غیر قانونی ٹرالر فشنگ کے خلاف سخت ایکشن لیں گے۔ صوبائی حکومت بلوچستان میں ماہی گیروں کی شکایات دور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ محکمہ فشریز پر، جس کے ذمے صوبے میں ماہی گیری کی سرگرمیوں کو منظّم کرنا ہے، اکثر اوقات یہ الزام دھراجاتا ہے کہ یہ ٹرالر مافیا کے ساتھ ساز باز میں ملوث ہے۔

بزرگ

بلوچستان حکومت نے 2017ء میں سینیئر سٹیزنز ایکٹ پاس کیا تھا، جس کا مقصد صوبے کے بزرگ شہریوں کو سہولت بہم پہنچانا تھا۔ اس قانون کا اِس کی حقیقی روح کے مطابق نفاذ اب بھی تشویش کا باعث ہے۔ حکومت ابھی تک ایسی پالیسی نہیں بنا سکی جو صوبے میں رہنے والے بزرگوں کے لیے محفوظ زندگی کو یقینی بنا سکے۔

پنشن کا حصول ایک مسئلہ ہے۔ بزرگ شہریوں کو پنشن وصول کرنے سے قبل دستاویزات کی فراہمی کے بوجھل عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ انتظار گاہوں میں بزرگ شہریوں کے لیے علیحدہ بندوبست نہ ہونے کے باعث اب بھی انھیں گھنٹوں قطاروں میں کھڑے رہنا پڑتا ہے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد (PLWDs)

بلوچستان میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد (پی ایل ڈبلیو ڈیز) کی تعداد کا تخمینہ 140,000 ہے۔ تاہم بلوچستان ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کے پاس ان کی بہت کم تعداد رجسٹرڈ ہے۔ بلوچستان میں پی ایل ڈبلیو ڈیز کے حقوق کے تحفظ کے لیے حکومت نے 2017ء میں پرسنز وِدڈس ایبلیٹیز ایکٹ منظور کیا۔ اس قانون کا مقصد عوامی مقامات پر آسان رسائی سمیت ان کے حقوق کا تحفظ تھا، لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہو پایا۔

2021ء میں ایک مثبت پیش رفت کرتے ہوئے بلوچستان حکومت نے منصوبہ بنایا کہ وہ مالی سال 2021/22 میں 2 بلین روپے کا ایک خصوصی فنڈ معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے مختص کرے گی۔ کمک نامی اس

منصوبے کے تحت صوبائی حکومت نے منصوبہ بندی کی کہ وہ پی ایل ڈبلیوڈیز کو ماہانہ وظیفہ ادا کرے گی تا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو، انھیں مدد ملے اور وہ کام کرنے کے قابل ہوں اور سماج کا سود مند حصہ بن سکیں۔ اس کے نتیجے میں پی ایل ڈبلیوڈیز کو سالانہ 10,000 روپے کا وظیفہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کو بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام سے مالی معاونت بھی حاصل ہوتی ہے۔

اس سب کے علاوہ حکومت کو چاہیے کہ وہ پی ایل ڈبلیوڈیز کے لیے حکومتی محکموں میں ملازمتوں کا کوٹا بھی بڑھائے۔ بلوچستان پرسنز وِد ڈِس ایبلیٹیز ایکٹ 2017ء حکومتی ملازمتوں میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے 5 فیصد کوٹا یقینی بناتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ قانون ایسے بہت سے معاملات کا احاطہ کرتا ہے جو پی ایل ڈبلیوڈیز کے لیے اہمیت کے حامل ہیں تاہم ابھی اس قانون کا مکمل نفاذ باقی ہے۔

مہاجرین

جولائی 2021ء میں ہمسایہ ملک میں تشدد کے بڑھتے ہوئے خطرے کے پیشِ نظر، پاکستان نے مزید مہاجرین کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان پہلے ہی 3 ملین افغان مہاجرین کی میزبانی کرتا ہے جن کا بڑا حصہ بلوچستان میں رہتا ہے۔ بلوچستان میں رجسٹرڈ افغان مہاجرین کی تعداد 324,238 ہے۔

صوبے کی قوم پرست جماعتیں مہاجرین کی موجودگی کو ایک مسئلہ سمجھتی ہیں۔ مثال کے طور پر، بلوچستان نیشنل پارٹی (مینگل) جیسی قوم پرست جماعت نے 2018ء کے بعد اس مسئلے کو اُٹھایا، انھوں نے مطالبہ کیا کہ مہاجرین کو ان کے وطن واپس بھیجا جائے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا کہ وفاق 'رفیوجی کارڈ' کو صوبے کی بلوچ آبادی کم کر دِکھانے کے ایک حربے کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔

اس کے علاوہ مہاجرین قانونی شناخت نہ ہونے کی بنا پر مشکلات کا شکار ہیں۔ بلوچستان میں افغان مہاجرین کی آباد کاری کی سیاسی مخالفت کی وجہ سے حکومت افغان مہاجرین کو بلوچستان میں آباد کاری کے باقاعدہ حقوق دینے سے ہچکچاتی ہے۔ ملک میں موجود نصف سے زائد مہاجرین رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں۔

اگست 2021ء میں طالبان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد، چمن بارڈر کے ذریعے، افغان مہاجرین کی پاکستان آمد میں بہت اِضافہ دیکھنے میں آیا۔ تاہم ان مہاجرین کی حالتِ زار قابلِ رحم تھی اور انہیں اعانت مہیا کرنے کے لیے کوئی بڑا پروگرام شروع نہیں کیا گیا۔ ان کے لیے موسمِ سرما بہت سخت تھا اور یہ چند لوگوں کی انفرادی کاوشوں کے ساتھ ہی اس کا مقابلہ کرتے رہے لیکن ان کے بچاؤ کے لیے کوئی منظّم بندوبست دیکھنے میں نہیں آیا۔

بلوچستان

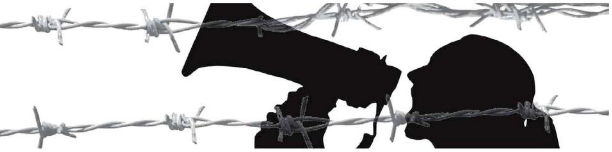

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

کووِڈ-19 کے پھیلاؤ کے خطرات کی وجہ سے سال بھر لگائے جانے والے لاک ڈاؤنز کے بعد صوبے میں تعلیمی نظام بحال کر دِیا گیا۔ کچھ پیش رفت دِکھائی دی کہ یہ معاملہ ذمہ داران کی توجہ کا مستحق ٹھیرا۔ حکومت نے مالی سال 2021/22 کے لیے 8.463 بلین روپے تعلیمی ترقی کے لیے مختص کیے۔ وزیرِخزانہ ظہور بلیدی نے کہا کہ 'پڑھے گا بلوچستان، بڑھے گا بلوچستان' کے نعرے تلے حکومت 1,500 ملین روپے صوبے میں 100 نئے مڈل سکول تعمیر کرنے کے لیے مختص کر رہی ہے۔ الف اعلان کے مطابق 11,627 بنیادی سکول بلوچستان میں رجسٹرڈ ہیں جن میں سے 1,271 مڈل سکول ہیں جب کہ 947 ہائی سکول ہیں۔

بلوچستان میں گھوسٹ سکولوں کے بارے میں کوئی نئی اطلاع سامنے نہیں آئی۔ حکومت نے گزشتہ برسوں میں نشان دہی کیے جانے والے غیرفعال سکولوں کو فعال بنانے کے لیے کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ اسی طرح سے ایسی بھی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ سال 2021ء میں سیکیورٹی فورسز نے کسی سکول پر قبضہ کر لیا ہو۔

2021ء کے دوران درپیش بڑے چیلنجوں میں سے ایک چیلنج سکول سے باہر رہ جانے والے بچے تھے۔ یونیسف کے مطابق بلوچستان میں سکول جانے کی عمر کے 70-60 فیصد بچے سکولوں سے باہر ہیں۔ ان میں لڑکیوں کی اکثریت (78 فیصد) ہے، جب کہ صوبے میں 67 فیصد لڑکے سکولوں سے باہر ہیں۔

ملک بھر میں بلوچستان شرح خواندگی کے اعتبار سے سب سے پیچھے ہے۔ مجموعی شرح خواندگی کا تخمینہ 43 فیصد ہے جب کہ خواتین میں یہ شرح نمایاں حد تک کم ہے۔ حکومت کی طرف سے کیے جانے والے بہت سے وعدوں کے باوجود ناکافی مالی وسائل، انفراسٹرکچر کی عدم دستیابی اور سب سے بڑھ کر بکھری ہوئی آبادی اور اساتذہ کی غیرحاضری نے 2021ء میں بھی اس شعبے کی زبوں حالی کو برقرار رکھا۔ تاہم 2021ء میں ان معاملات کو سلجھانے کے لیے محکمہ تعلیم بلوچستان نے غیرحاضر رہنے والے اساتذہ کے خلاف کریک ڈاؤن کیا اور سال بھر میں 2,000 اساتذہ کو معطل کیا گیا۔

تاہم، نئے انفراسٹرکچر کی تعمیر پر لگائے جانے والے فنڈ ممکنہ طور پر پیسے کے غلط استعمال کا معاملہ ہیں۔ مختص کی جانے والی رقم کا بڑا حصہ سکولوں کی عمارات تعمیر کرنے پر لگایا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے رقوم کے اجرا میں کرپشن اور حتیٰ کہ غیرضروری عمارات تعمیر کی جاتی ہیں، بعدازاں ان عمارتوں کو ترک کر دیا جاتا ہے اور مقامی لوگ بعدازاں ان عمارتوں کو آرام گاہ یا شادی ہال کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

مالی سال 2019/20 میں وفاقی حکومت نے ہائیر ایجوکیشن کا بجٹ 45 فیصد تک گھٹانے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے سے بلوچستان سمیت ملک بھر کی سرکاری جامعات میں زیرِتعلیم طالب علم متاثر ہوئے۔ اس کے علاوہ یہ وزیرِاعظم کے خرچ

شدہ رقوم واپسی پروگرام (reimbursement programme) سے بھی متصادم ہے جس کے تحت کم استطاعت رکھنے والے طالب علموں کو یونیورسٹیوں میں مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

دسمبر 2020ء میں وزیراعلیٰ جام کمال نے تعلیم کے پانچ سالہ پروگرام کی منظوری دی، لیکن اس کے نفاذ کا کوئی طریقہ کار موجود نہ تھا۔ اسی طرح سے جام کمال کو ہٹائے جانے کے بعد، وزیراعلیٰ میر قدوس بزنجو نے بلوچستان ایجوکیشن پروگرام 2 کا آغاز کیا، اس کے لیے 4 بلین روپے مختص کیے گئے۔ اس منصوبے کا مقصد صوبے میں تعلیم کو ترقی دینا تھا۔ جام کمال حکومت کی طرف سے شروع کردہ پانچ سالہ پروگرام، جب تک وہ وزیراعلیٰ تھے، غیر فعال ہی رہا۔

مزید برآں، بلوچستان کی بڑی سرکاری یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ غیر معینہ مدت تک بند کرا دی گئی۔ طالب علموں نے یونیورسٹی کے دو طلبہ کو ہاسٹل سے اغوا کیے جانے کے خلاف بطور احتجاج یونیورسٹی بند کر دی تھی۔

صحت

سرکاری ہسپتالوں میں وبا کے بعد بھی صورتحال دگرگوں ہی رہی۔ ینگ ڈاکٹروں کے پے در پے احتجاج کے نتیجے میں کئی ماہ تک ہسپتالوں کے او پی ڈیز بند رہے جس کی وجہ سے کم استطاعت رکھنے والے مریض بہت متاثر ہوئے۔ تاہم وبا نے حکومت کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ صحت کے لیے مالی سال 2020/21 کے دوران بجٹ میں اضافہ کرے۔ صحت کے بجٹ میں 31 فیصد اضافہ کر کے اسے 31.405 بلین کر دیا گیا جب کہ گزشتہ برس یہ 23.981 بلین تھا۔ یہ ایک اچھا قدم تھا۔ تاہم پیرامیڈیکل سٹاف سارا سال اس بات کی شکایت کرتا رہا کہ ان کے پاس ذاتی حفاظتی ساز و سامان کی قلّت ہے۔

بلوچستان کے پاس ایک جامع 'تندرست اور صحت مند بلوچستان 30-2018' پالیسی موجود ہے جو ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی معاونت سے تشکیل دی گئی، اس کا مقصد صحت کی معیاری سہولیات تک ہر ایک کی بروقت اور آسان رسائی کو یقینی بنانا ہے۔

اسہال اور غذائیت کی کمی جیسی عام بیماریوں پر قابو پانے کے لیے، بلوچستان رورل سپورٹ پروگرام نے نیوٹریشن انٹرنیشنل کے تعاون سے ایک منصوبے کا آغاز کیا تا کہ بچوں میں اسہال کے کیسوں کو کم کیا جا سکے، غذائیت کی کمی کا شکار ہونے کی بڑی وجہ یہی بنتے ہیں۔

پیپلز پرائمری ہیلتھ کیئر انی شیٹو، بلوچستان نامی پروگرام کے تحت حکومتِ بلوچستان نے میڈیکل ایمرجنسی رسپانس سنٹر قائم کیے۔ فروری 2019ء میں 3.92 بلین روپے کی لاگت سے شروع ہونیوالے اس منصوبے کا ہدف صوبے کی دو ہائی ویز پر 14 ایمرجنسی سنٹروں کا قیام تھا تا کہ ان سڑکوں پر ہونے والے حادثات کی صورت میں زندگی بچانے کے لیے درکار فرسٹ ایڈ سہولیات مہیا کی جا سکیں۔

2021ء کے دوران صوبے میں ایچ آئی وی کا کوئی کیس رجسٹرڈ نہیں ہوا۔ تاہم 2020ء میں بلوچستان ایڈز کنٹرول

پروگرام کے سربراہ ڈاکٹر افضل زرکون نے بتایا تھا کہ بلوچستان میں ایچ آئی وی کے 1,523 مریضوں کی نشان دہی ہوئی۔ دوسرے صوبوں سے تقابل کیا جائے تو یہ تعداد کم ہے تاہم اس کے باوجود یہ ایسے کیسوں کی تعداد میں ہونے والا حیران کُن اضافہ ہے۔

زمین پر قبضہ

صوبے میں زمین پر قبضے کے کسی معاملے کی اطلاع سامنے نہیں آئی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ میڈیا کی توجہ اس معاملے کی طرف مرکوز نہ تھی۔ تاہم ڈمب بندر کے ماہی گیروں نے تجاوزات اور زمین پر قبضے کے خلاف آواز بُلند کی۔ ماضی میں سیکیورٹی فورسز کے زمین پر قبضہ کے نتیجے میں گوادر سے لوگوں کے بے گھر ہونے کی اطلاعات سامنے آئی تھیں۔ تاہم سال 2021ء میں ایسا کچھ دیکھنے میں نہیں آیا۔ گزشتہ برس گوادر میں ہونے والے وسیع احتجاج کے نتیجے میں شہر میں چیک پوائنٹس کی تعداد میں کمی ہوئی تو اِن چیک پوسٹوں کے لیے حاصل کی جانے والی زمینیں بھی خالی ہو گئیں۔

ماحولیات

اس برس جولائی میں مون سون کے دوران ہونے والی شدید بارشوں کے نتیجے میں کم از کم 12 لوگ اپنی جانوں سے گئے۔ اس کے علاوہ بھی صوبہ ماحولیاتی تبدیلیوں کی زد پر رہا۔ جام کمال خان نے وفاقی حکومت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے 'بلین ٹری سونامی' منصوبے پر عمل کی کوشش کی۔ فروری میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ سال 2021ء کے اختتام تک صوبے میں 4.2 ملین درخت لگا دیے جائیں گے۔ تاہم یہ مہم اتنی سست رفتاری سے چلی کہ اس کے لیے ہدف تک پہنچنا

صوبے کے بنجر ماحول کے تناظر میں، پینے کے پانی تک رسائی ہمیشہ ایک سنگین مسئلہ رہا ہے

بلوچستان

ممکن دکھائی نہ دیا۔ 2019ء کے فارسٹری سیکٹر ریویو آف پاکستان کے مطابق صوبے میں اس وقت درختوں سے ڈھکا علاقہ 1.4 فیصد ہے۔

اسی طرح صوبے کے بے برگ و گیاہ ماحول کے پیشِ نظر پینے کا پانی ہمیشہ اہم مسئلہ رہا ہے۔ 'Draught Trends in Balochistan' نامی تحقیق کے مطابق ضلع بارکھان نے ایک طویل خشک سالی (22 مہینوں تک 1999 سے 2022ء تک دیکھی۔ کوئٹہ بھی پینے کے ناکافی پانی کی وجہ سے خطرے سے دوچار ہے۔ یہ تحقیق مزید بتاتی ہے کہ صوبے میں بارشوں میں تیزی سے کمی واقع ہوئی ہے اور آبادی کا بڑا حصہ 2025ء تک پینے کے پانی تک رسائی سے محروم ہو جائے گا۔

جولائی میں صوبے کے وزیر آبپاشی اسلم بزنجو نے تنبیہ کی کہ اگر سندھ نے بلوچستان کے پانی کا پورا حصہ نہ چھوڑا تو بلوچستان حکومت حب ڈیم سے کراچی کو سپلائی ہونے والے پانی کو روک دے گی۔

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد

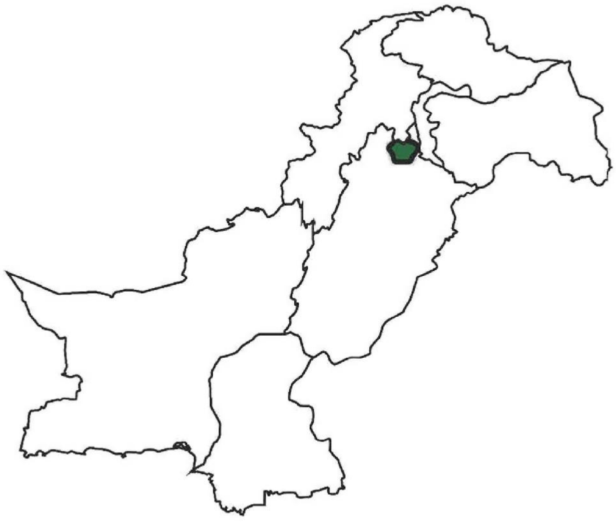

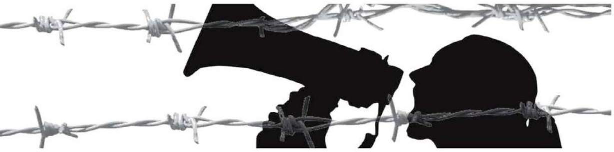

کلیدی رجحانات

- سال 2021 کے مارچ اور جولائی کے مہینوں میں اسلام آباد کو کووڈ-19 کی دو لہروں کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومتی اعداد وشمار کے مطابق اس سال 108666 مثبت کیس سامنے آئے، 967 اموات ہوئیں اور 107376 افراد صحت یاب ہوئے۔
- انسانی حقوق کی وزارت نے کچھ ترقی پسندانہ قوانین تیار کیے لیکن کم از کم دو اہم بل، گھریلو تشدد کی روک تھام کا بل برائے 2020 اور جبری تبدیلی مذہب کی ممانعت کا بل برائے 2021 اسلامی نظریاتی کونسل کے اعتراضات کی وجہ سے منظور نہ ہو سکے۔
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں میں دو سے تین سال کے وقفے کے بعد چیئر پرسن تعینات ہوئے۔
- 9 فروری 2021 کو شہر کے بلدیاتی ادارے کی جانب سے وکلا کے چیمبرز گرائے جانے کے خلاف احتجاج کے دوران وکلا نے اسلام آباد ہائی کورٹ پر چڑھائی کر کے اسے نقصان پہنچایا۔
- مئی میں ایچ آر سی پی، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ اور پاکستان بار کونسل نے مجوزہ پاکستان میڈیا ڈیویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس 2021 کو مکمل طور پر مسترد کر دیا، جسے اپنے دائرہ کار میں ظالمانہ اور میڈیا مارشل لا جیسا سمجھا گیا۔
- صحافیوں ابصار عالم اور اسد علی طور پر حملے کیے گئے جن میں انھیں زخم آئے جبکہ بے باک صحافی حامد میر کو فوج پر تنقید کی پاداش میں ان کے ٹیلی ویژن چینل سے ہٹا دیا گیا۔
- جون میں آل پاکستان گورنمنٹ ایمپلائیز ایسوسی ایشن اور امتحانات کے لیے ذاتی طور پر حاضر ہونے کے خلاف طالب علموں کے احتجاجی مظاہرے پر تشدد ہو گئے۔
- 20 جولائی کو 27 سالہ نور مقدم اسلام آباد میں ایف-7 کے علاقے میں ظاہر جعفر کے گھر میں بے دردی سے قتل پائی گئی۔ سابقہ ہفتوں میں عورتوں کے پے در پے قتل کے بعد اس واقعے نے سول سوسائٹی کو گہرا صدمہ پہنچایا اور ملک بھر میں احتجاج کا سلسلہ چل پڑا جس میں ریاست سے انصاف فراہم کرنے اور یہ اعتراف کرنے کا کہا گیا کہ پاکستان ایک عورت کش بحران کا شکار ہے۔
- ایک انتہائی اہم فیصلہ یہ ہوا کہ سپریم کورٹ نے دماغی طور پر معذور افراد کے لیے سزائے موت کی سزا ختم کر دی۔ عدالت سزائے موت پانے والے ایسے تین قیدیوں کی اپیل کی سماعت کر رہی تھی جو شقاقِ دماغی/ شیزوفرینیا کا شکار تھے۔

- اگست 2021 میں وزیرِاعظم نے سرکاری طور پر پرائمری سکولوں اور مدارس کے لیے یکساں نصاب تعلیم رائج کر دیا، ان کا دعویٰ تھا کہ یہ بنیادی اقدام معیارِ تعلیم سے متعلق سماجی امتیازات کو کم کر دے گا۔
- ریاست کی طرف سے ان یقین دہانیوں کے باوجود کہ افغان مہاجرین کو پناہ ملے گی، مہاجرین کو سرحد پر ہراساں کیے جانے اور ان سے پیچیدہ دستاویزات کے مطالبات کی خبریں سول سوسائٹی کے لیے فکرمندی کا باعث رہیں۔

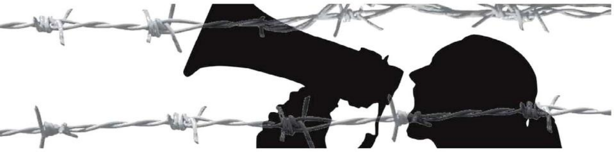

عمومی جائزہ

سال 2021 میں قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں (این سی ایس ڈبلیو) میں مختلف قوانین کی منظوری اور نئے چیئرپرسن کی تعیناتی دیکھنے میں آئی۔ تاہم اظہار رائے اور اجتماع کی آزادی جیسی بنیادی آزادیاں مسلسل خطرے کا شکار تھیں؛ ریاستی قوتوں نے اپنے حقوق کے لیے سڑکوں پر احتجاج کرنے والے صحافیوں، طبی ماہرین، سرکاری ملازمین اور طالب علموں کو مسلسل دباؤ میں رکھا۔

آزادی صحافت خاص طور پر نشانے پر رہی: صحافیوں ابصار عالم اور اسد طور کو 'نامعلوم' حملہ آوروں نے گھروں کے اندر نشانہ بنایا۔ تاہم خفیہ کیمروں کی فوٹیج موجود ہونے کے باوجود کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ حامد میر کو بھی ملک کی فوج پر تنقید کرنے کی وجہ سے پروگرام کرنے سے روک دیا گیا۔ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) نے پاکستان میڈیا ڈیویلپمنٹ اتھارٹی (پی ایم ڈی اے) آرڈیننس 2021 کو واضح طور پر مسترد کر دیا جسے وفاقی حکومت میڈیا مارشل لا کی صورت مسلط کرنا چاہتی تھی۔

طالبان کے کابل پر قبضے کے بعد، ریاست کی ان یقین دہانیوں کے باوجود کہ افغان مہاجرین کو پناہ دی جائے گی اور ان کے ویزا میں آسانی پیدا کی جائے گی، سرحد پر ہراساں کیے جانے کی خبریں پریشانی کا باعث بنیں۔

نور مقدم کے الم ناک قتل سے احتجاجی مظاہروں کی ایک لہر کا آغاز ہوا جس کا ریاست سے مطالبہ تھا کہ پاکستان میں عورت کشی کے بحران کا اعتراف کیا جائے اور انصاف فراہم کیا جائے۔

نور مقدم کے الم ناک قتل بڑے پیمانے پر احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا

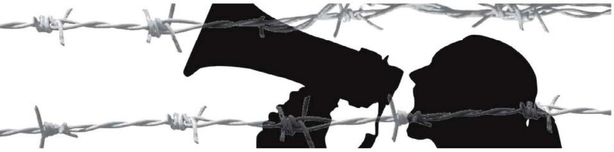

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

2021 میں قومی اسمبلی نے 61 بل اور 58 پارلیمانی ایکٹ منظور کیے۔ انسانی حقوق کی وزارت نے سول سوسائٹی اور متعلقہ اسٹیک ہولڈرز کے مطالبات پر کچھ ترقی پسند قوانین بنانے کے لیے چند کوششیں کیں۔ ان میں 9 نومبر 2021 کو قومی اسمبلی کی جانب سے صحافیوں اور میڈیا کے تحفظ کا بل 2021 شامل تھا۔ ایک حصہ جسے سراہا گیا وہ صحافیوں اور میڈیا ملازمین کے تحفظ کے لیے آزادانہ کمیشن کے قیام سے متعلق تھا۔ اس کے باجود میڈیا کے حقوق کی ایک بین الاقوامی نگران تنظیم اور متعدد دیگر تبصرہ نگاروں نے نئے قانون (سیکشن 6) میں دی گئی مبہم تبدیلیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اس سے ایسی پابندیاں عائد ہوئیں جو ایسے صحافیوں پر سینسر شپ لاگو کرنے اور انھیں ڈرانے اور فوجداری مقدمات قائم کرنے کے تصور کے مترادف تھیں جو تابع نہ ہوں۔

انسانی حقوق کی وزیر شیریں مزاری نے سینیٹر شیری رحمان کی جانب سے پیش کیے گئے تشدد اور زیر حراست موت (تدارک اور سزا) ایکٹ کی حمایت کی اور اسے جولائی میں سینیٹ میں متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ اگر قومی اسمبلی سے بھی منظور ہو جاتا ہے تو یہ بل حراست میں جنسی تشدد کو حراستی تشدد شمار کرتے ہوئے تشدد کی ایک جامع تعریف فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ این سی ایچ آر کو تشدد کے مقدمات کی تفتیش کا قانونی اختیار دے دے گا۔ دسمبر میں قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے داخلہ نے ان بلوں کو اگلے اجلاس تک کے لیے موخر کر دیا۔

ایم او ایچ آر نے بچے کے حقوق اور عورتوں کے تحفظ کو مضبوط بنانے کے لیے چند قوانین تجویز کیے۔ ان میں بچوں کے حقوق سے متعلق تین بل شامل تھے: نابالغوں کے انصاف کے نظام کا ترمیمی بل 2021، وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کا بچوں کے تحفظ کا ترمیمی بل 2021 اور بچوں کے حقوق کا قومی کمیشن ترمیمی بل 2021۔ ان بلوں میں کام کرنے والے بچوں کی کم از کم عمر کی حد 14 سے 18 سال کرنے جیسی شقوں کے ساتھ بچوں کے تحفظ کی بہتر تجویز دی گئی۔ ستمبر 2021 میں سینیٹ نے اسلام آباد کے وفاقی دارالحکومت میں گھریلو ملازمین کا بل 2021 متفقہ طور پر منظور کرلیا، جس میں کم از کم عمر کی حد 16 سے بڑھا کر 18 سال کر دی گئی۔ 2021 میں جنسی زیادتی کے خلاف (مقدمہ چلانے اور تفتیش کرنے) کے ایکٹ 2021 کی منظوری ہوئی جس میں مخصوص عدالتوں کے قیام کا کہا گیا تا کہ ریپ کے مقدمات کو تیزی سے نمٹایا جائے، لیکن اسے انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے مجرموں کی کیمیائی آختہ کاری جیسی سزاؤں کے باعث تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔

ایم او ایچ آر کی طرف سے تیار کیے گئے گھریلو تشدد کی روک تھام اور تحفظ کا بل 2020 اور جبری تبدیلی مذہب کا بل 2021، دونوں منظور نہیں ہو سکے کیونکہ ایک ابھی تک اسلامی نظریاتی کونسل (سی آئی آئی) میں پھنسا ہوا ہے جبکہ

دوسرے کو اقلیتوں کی جبری تبدیلی مذہب کے متعلق بنائی گئی پارلیمانی کمیٹی نے مسترد کر دیا۔ سی آئی آئی نے ان خدشات کا اظہار کیا کہ گھریلو تشدد کا بل خاندانی نظام کو تباہ کر سکتا ہے اور انھوں نے بل میں 'غیر اسلامی قوانین' پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ دوسرے بل پر مذہبی امور کے وزیر کا کہنا تھا کہ ایسی قانون سازی کے لیے 'ماحول سازگار نہیں تھا'۔ پارلیمانی امور کے وزیر علی محمد خان نے کہا کہ مذہب کی تبدیلی کے لیے عمر کی حد مقرر کرنا غیر اسلامی اور غیر آئینی ہے۔ سی آئی آئی کے علما نے بھی جبری تبدیلی مذہب کے بل کو مسترد کر دیا۔

اس سال کے دوران کم و بیش 32 آرڈیننس ایوان کے سامنے رکھے گئے، جن میں سے خاص طور پر ای وی ایم مشینوں کو متعارف کرانے اور بیرون ملک پاکستانیوں کو ووٹ ڈالنے کا حق دینے کے حوالے سے انتخابی اصلاحات کا آرڈیننس اپوزیشن اور الیکشن کمیشن آف پاکستان کے لیے سب سے زیادہ مایوسی کا سبب تھا۔ ان کے تحفظات پر غور کرنے کی بجائے حکومت نے انھیں نظر انداز کرتے ہوئے کمیشن کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

انصاف کی فراہمی

لا اینڈ جسٹس کمیشن کے مطابق 2021 میں درج ذیل مقدمات زیر التوا رہے، نمٹائے اور قائم کیے گئے:

عدالت کا نام	یکم جنوری تک زیر التوا مقدمات	2021 کے دوران نمٹائے گئے مقدمات	2021 کے دوران قائم ہونے والے مقدمات	31 دسمبر تک مقدمات کا میزانیہ
سپریم کورٹ	46695	18075	12838	51766
وفاقی شرعی عدالت	178	118	139	157
اسلام آباد ہائی کورٹ	16247	9433	7918	17456
ضلعی عدالت اسلام آباد	48229	90292	87661	50940

حوالہ: لا اینڈ جسٹس کمیشن

عدلیہ پر حملوں کی ایک نظیر قاضی فائز عیسیٰ کے مقدمے کی صورت میں سامنے آئی جسے سپریم کورٹ نے 26 اپریل کو خارج کر دیا۔ اسی طرح دو برس قبل شوکت عزیز صدیقی کو سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارشات پر صدر عارف علوی کی جانب سے عہدے سے ہٹائے جانے کے خلاف پٹیشن کو سپریم کورٹ میں نومبر تک طول دیا گیا جب بالآخر بطور وکیل ان کا لائسنس بحال کر دیا گیا اور انھیں وکالت کی اجازت دے دی گئی۔

9 فروری 2021 کو کیپٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) کے انفورسمنٹ ونگ کی جانب سے وکلا کے چیمبرز گرائے جانے پر احتجاج کرنے والے وکلا نے اسلام آباد ہائی کورٹ (آئی ایچ سی) پر دھاوا بولا اور اسے نقصان

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد

وکلاء نے سی ڈی اے کی جانب سے اپنے چیمبر مسمار کیے جانے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اسلام آباد ہائی کورٹ میں دھاوا بول دیا اور توڑ پھوڑ کی

پہنچایا۔ انھوں نے عدالت اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اطہر من اللہ کے چیمبر کا محاصرہ کر لیا اور انھیں تقریباً تین گھنٹے تک یرغمال بنائے رکھا۔ وہ دفاتر کے اندر گھس گئے، کھڑکیاں توڑ دیں اور چیف جسٹس بلاک کے دروازے تک توڑ دیے۔ پولیس نے پاکستان پینل کوڈ اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی کئی شقوں کے تحت 21 وکلا کے خلاف ایف آئی آر درج کی۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن نے وکلا کے چیمبر گرائے جانے کی مذمت کی۔

9 فروری 2021 کو صدر عارف علوی نے قومی احتساب بیورو (نیب) کے پراسیکیوٹر جنرل سید اصغر حیدر کو دوبارہ ان کے عہدے پر لامحدود مدت کے لیے تعینات کرنے کے لیے ایک دوسطری انوکھا آرڈیننس جاری کیا، جس پر اپوزیشن نے تنقید کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اس ذاتی پسند کے حامل آرڈیننس نے نیب کو مزید متنازع بنا دیا ہے۔ مئی میں آئی ایچ سی کے چیف جسٹس اطہر من اللہ نے ایک دہائی کے بعد عدلیہ کے مالی معاملات کے آڈٹ کے لیے عدلیہ کے احتساب کے عمل کو دوبارہ زندہ کیا۔ پہلے آڈٹ کے بعد آئی ایچ سی کے سابقہ چیف جسٹس انور خان کاسی پر سرکاری فنڈز میں خُرد برد کے الزامات سامنے آئے۔

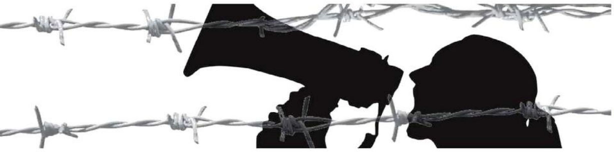

قانون کا نفاذ

امن عامہ

نیچے دیا گیا جدول 2021 میں افراد کے خلاف ہونے والے جرائم کی کل تعداد ظاہر کرتا ہے۔

جرم کی نوعیت	2021 کے دوران مقدمات کی کل تعداد
قتل	150
جنسی زیادتی	49
اجتماعی جنسی زیادتی	1
بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی	12
غیرت کے نام پر قتل	-
گھریلو تشدد	16
تیزاب گردی	2
توہینِ مذہب	8
پولیس مقابلے	1

حوالہ: آئی سی ٹی پولیس، ایچ آر سی پی کی معلومات کے لیے درخواست کے جواب میں۔

جنوری میں وزیر اعظم عمران خان نے متعدد تنظیموں کی جانب سے ترتیب دیے گئے احتجاجی مظاہروں کے تناظر میں امن عامہ کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ ان میں سب سے اہم، وفاقی دارالحکومت میں پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کا احتجاج تھا۔ سپریم کورٹ نے اسلام آباد کے ڈی چوک میں احتجاج پر پابندی لگا دی اور وفاقی دارالحکومت میں ہونے والے مظاہروں سے بخوبی نمٹنے کے لیے ایک نیا پولیس یونٹ تشکیل دے دیا۔ خواتین کی ہراسگی سے تحفظ کی محتسب کشمالہ طارق کے بیٹے کے ایک مہلک کار حادثے جس میں دو افراد ہلاک ہوئے، میں مبینہ ملوث ہونے، اور فروری میں عدالت کی جانب سے فوری الزامات خارج کرنے کے واقعے نے کافی توجہ حاصل کی۔

14 جون کو ایچ آر سی پی نے اسلام آباد میں ایک کمسن حسن خان سمیت پولیس کی تحویل میں موجود ملزمان کی اموات کے بارے میں مسلسل خبروں پر فکرمندی کا اظہار کیا۔ ستمبر میں پولیس کے ایس ایس پی نے ایک افغان شہری شیریں خان کے پولیس تحویل میں خود کو لٹکا کر خودکشی کے معاملے میں شک کی بنیاد پر سٹیشن ہاؤس آفیسر اور لوہی بھیر کے ایک محرر کو معطل کر دیا۔ یہ ایک ایسا مستقل رجحان ہے جسے ختم ہونا چاہیے۔

اپریل 2021 میں اسلام آباد میں انسداد دہشت گردی عدالت نے اسامہ ستی کی ہلاکت میں ملوث پانچ پولیس افسران کے خلاف دہشت گردی کے الزامات ختم کر دیے۔ 21 سالہ طالب علم کو دو جنوری کو اس وقت مارا گیا تھا جب پولیس

والے نے جی 10 سیکٹر میں کار نہ روکنے پر اس پر گولی چلا دی تھی۔ تاہم آئی ایچ سی نے بعدازاں جولائی میں یہ الزامات بحال کر دیے اور مقدمہ اے ٹی سی کے حوالے کر دیا۔ الزامات کی روشنی میں ملزمان کو پولیس کی نوکری سے نکال دیا گیا۔

حکومت کے جنسی زیادتی کے خلاف قانون اور اس سلسلے میں بحران سے نمٹنے کے لیے بنائے گئے سیل اور جنسی زیادتی کے مقدمات کی سماعت کے لیے مخصوص عدالتوں کے قیام کے باوجود، روزنامہ ڈان کے مطابق اسلام آباد میں مئی 2021 کے دوران جنسی زیادتی کے مقدمات میں 80 فی صد لوگ بری ہو گئے۔ سیشن کورٹس کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مارچ میں سماعت کے لیے قبول کیے جانے والے 13 مقدمات میں سے عدالت نے صرف ایک شخص کو سزا دی۔ اسی طرح اپریل 2021 میں 14 میں سے 13 بری ہو گئے۔ رہائی کی اتنی بلند شرح کے اسباب زیادہ تر ناقص تفتیش، سینئر افسران کی جانب سے باقاعدہ نگرانی نہ ہونا، کم معاوضے پر کام کرتے تفتیشی افسران کے محدود وسائل اور کمزور استغاثہ تھے۔

جبری گم شدگیاں

فروری 2021 میں وزیر اعظم عمران خان نے اپنے خطاب میں کہا کہ وہ چاہتے ہیں پاکستان میں ایک بھی فرد لاپتا نہ ہو۔ اس کے باوجود کمیشن آف انکوائری آن اینفورسڈ ڈس اپیئر ینسز کے اعداد و شمار کے مطابق 2021 میں جبری گم شدگیوں میں تین گنا اضافہ ہوا۔ کمیشن نے کارکردگی کی سالانہ رپورٹ جاری کی جس میں کہا گیا انھوں نے 31 دسمبر 2021 تک 6117 مقدمات نمٹائے۔

آئی ایچ سی نے ایک غیر معمولی اقدام اٹھاتے ہوئے، چھ سال سے لاپتا شخص غلام قادر کا سراغ نہ پانے پر حکام پر ایک کروڑ روپے کا جرمانہ عائد کیا۔ جسٹس محسن اختر کیانی نے حکام کو خبردار کیا کہ اگر وہ ایک ماہ میں لاپتا شخص کو برآمد کرنے میں ناکام رہے تو انھیں جرمانے کے علاوہ محکمہ جاتی تحقیقات کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ 20 جنوری کو آئی ایچ سی نے کہا کہ وزیر اعظم اور ان کی کابینہ وفاقی دارالحکومت میں جبری گمشدگیوں کے ذمہ دار ہیں۔ عدالت، 2015 میں غائب ہونے والے شخص عمران خان کی ماں کی جانب سے دائر مقدمے کی سماعت کر رہی تھی اور اس نے 2015 سے لے کر اب تک وزیر اعظم کے منصب پر فائز رہنے والی تمام شخصیات کی فہرست طلب کی۔

زیر نظر جدول میں سی او آئی ای ڈی کی طرف سے سنے گئے جبری گم شدگیوں کے مقدمات کی مزید تفصیل درج ہے۔

		31 دسمبر 2021 تک درج ہونے والے مقدمات							
صوبہ	021 میں درج شدہ مقدمات	گھر واپس آئے	جائے نظر بندی	جیلیں	مردہ پائے گئے	جنھیں ڈھونڈ لیا گیا	*مقدمات بند کر دیے گئے	2021 میں نمٹائے گئے مقدمات	31 دسمبر 2021 تک زیر التوا مقدمات
پنجاب	57	730	92	165	67	1053	175	64	266

سندھ	44	729	41	256	59	1085	435	63	170
خیبر پختونخوا	213	537	778	107	61	1483	267	210	1417
بلوچستان	1108	1095	2	11	31	1139	155	929	352
اسلام آباد	13	156	20	30	8	214	55	19	46
آزاد جموں وکشمیر	2	10	3	12	2	27	23	10	10
گلگت بلتستان	-	-	1	-	-	1	5	-	3
کل تعداد	**1460**	**3257**	**936**	**581**	**228**	**5002**	**1115**	**1319**	**2264**

*مقدمات جبری گم شدگی کا معاملہ نہ ہونے، نامکمل پتے، درخواست دہندہ کی جانب سے درخواست واپس لینے یا مقدمے کی عدم پیروی کی وجہ سے بند ہوئے۔

حوالہ: جبری گمشدگیوں کی تحقیق کا کمیشن

قید خانے اور قیدی

مارچ میں سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ دیا جس میں قرار دیا گیا کہ اپنی اپیلوں کے مسترد ہونے کے دوران 28 برس قید بھگتنے والا قتل کا ملزم جو جرم کے ارتکاب کے وقت کمسن تھا، 2001 کے سزائے موت سے خصوصی رعایت کے صدارتی آرڈیننس سے فائدہ اٹھانے کا حق دار ہے۔

16 جولائی کو اڈیالہ جیل میں ایک زیر سماعت مقدمے کے قیدی نے، جس نے اپریل میں بھی خودکشی کی کوشش کی تھی، اس وقت دوبارہ اپنی جان لینے کی کوشش کی جب اس کو طبی معائنے کے بعد پولیس کی تحویل میں ماتحت عدالتوں میں واپس لے جایا جا رہا تھا۔ اسی دن تین مزید ملزمان نے پولیس کی گاڑی میں ایک ساتھی قیدی کو زخمی کرنے کے بعد بھاگنے کی کوشش کی۔

سزائے موت

اکتوبر میں وزارت قانون نے فوجداری مقدمات میں اصلاحات میں تبدیلیاں تجویز کیں، جن میں کنٹرول آف نارکوٹکس سبسٹینس ایکٹ کے 9 سی اور ریلوے ایکٹ کے سیکشن 127 میں لفظ 'موت' کو 'بقیہ زندگی' سے تبدیل کرنے کا کہا گیا۔ سول سوسائٹی نے، بشمول پاکستان میں یورپی یونین کے سفیر اینڈرولا کامی نارا، اس تجویز کا خیر مقدم کیا، جنھوں نے کہا کہ مجوزہ ترامیم اقوام متحدہ کے شہری اور سیاسی حقوق کے اس بین الاقوامی معاہدے سے مطابقت رکھتی ہیں جو سزائے موت کو صرف انتہائی سنجیدہ جرائم پر لاگو کرتا ہے۔

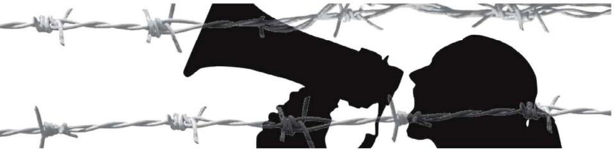

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

وزارت داخلہ نے 18 مئی 2021 کو نیب کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر شہباز شریف کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کر دیا، جبکہ انھیں 15 دن کے اندر نظر ثانی کا حق دیا گیا۔

مارچ میں کووڈ-19 کا نیا ویریئنٹ اپنے عروج پر پہنچ گیا، جب اسلام آباد میں محض ایک دن میں 2600 کیس سامنے

وباء کا پھیلاؤ روکنے کے لیے چار رہائشی علاقوں کو سیل کر دیا گیا اور اندرونی سرگرمیوں پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی

آئے۔ وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے، پانچ رہائشی علاقے سیل کر دیے گئے اور پابندی کی حامل جگہوں میں ہر طرح کی سرگرمیوں پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔

اکتوبر میں پولیس نے تحریک لبیک پاکستان کی جانب سے ان کے سربراہ سعد حسین رضوی کی رہائی کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے لاہور سے اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کے اعلان کے بعد، وفاقی دارالحکومت میں ان کے غیر قانونی داخلے کو روکنے کے لیے فیض آباد انٹرچینج بند کرنے کا فیصلہ کیا۔

سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی

ریاست اور معاشرے کی طرف سے اقلیتوں سے متعلق عدم برداشت اس سال کے دوران فکرمندی کا باعث رہی۔ ستمبر میں باقاعدہ طور پر مذہبی حملوں کے دو مختلف واقعات میں امام حسین کے چہلم کے موقع پر ہائی الرٹ کے اعلان کے باوجود بندوق برداروں نے لوگوں پر فائرنگ کی۔

جنوری میں ایک اے ٹی سی نے سوشل میڈیا پر توہینِ مذہب کے متعلق مواد شائع کرنے پر سزائے موت کا حکم جاری کیا۔ ایف آئی اے نے بتایا کہ رانا نعمان رفاقت اور عبدالوحید نے سوشل میڈیا پر جعلی پروفائل بنائیں اور توہین مذہب کے متعلق مواد پھیلایا، جبکہ ناصر احمد نے ایک یوٹیوب چینل پر توہین آمیز ویڈیو لگائی۔۔۔تینوں پر مقدمات عائد ہوئے اور سزائے موت سنائی گئی۔ چوتھے ملزم، پروفیسر انوار احمد کو اسلام آباد ماڈل کالج میں، جہاں وہ اردو پڑھاتے تھے، مبینہ طور پر ایک لیکچر کے دوران توہین آمیز نظریات کا پرچار کرنے پر دس سال قید اور ایک لاکھ جرمانے کی سزا سنائی گئی۔

2021 کے دوران احمدیہ کمیونٹی اپنے عقیدے کے اظہار کی آزادی کے متعلق انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مستقل سامنا کرتی رہی۔ درج ذیل جدول، قومی سطح پر، ان خلاف ورزیوں کی تفصیلات بیان کرتا ہے:

2021 میں ہونے والے واقعات	تعداد
وہ احمدی جنھیں خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر گرفتار کیا گیا	30
وہ احمدی جنھیں اسلامی شعائر اپنانے پر گرفتار کیا گیا	5
وہ احمدی جنھیں تبلیغ کرنے پر گرفتار کیا گیا	25
وہ احمدی جنھیں پی پی سی 295-c (توہین مذہب کا قانون) کے تحت گرفتار کیا گیا	12
وہ احمدی جنھیں مذہب کی بنیاد پر دیگر مقدمات میں گرفتار کیا گیا	31
وہ احمدی جنھیں عقیدے کی وجہ سے قتل کیا گیا	3
جن احمدیوں پر حملے ہوئے	9
احمدیوں کی عبادت گاہیں جنھیں آگ لگائی گئی	7
وہ احمدی جنھیں قبرستانوں میں دفنانے کی اجازت نہ دی گئی	6
وہ احمدی جن کی قبروں کی بے حرمتی ہوئی اور نقصان پہنچایا گیا	70

حوالہ: احمدیہ کمیونٹی، ربوہ۔

توہین مذہب کے الزامات کے واقعات بھی سارا سال سامنے آتے رہے۔ مرکزِ سماجی انصاف (سینٹر فار سوشل جسٹس) کے مطابق، توہین مذہب کے الزامات کا سامنا کرنے والوں میں سب سے زیادہ مسلمان (45) اور اس کے بعد احمدی (25) تھے۔ تاہم مذہبی اقلیتوں کو اس الزام کا (46 فی صد سے زیادہ) سامنا رہا جو آبادی میں ان کے تناسب سے کہیں زیادہ ہے جو 3.5 فی صد ہے۔ درج ذیل جدول میں توہین مذہب کے الزامات کا شکار لوگوں کی مذہب اور صنف کی بنیاد پر تقسیم کی گئی ہے۔

مذہب	مرد	عورت	ٹرانس جینڈر	کل تعداد
مسلمان	42	2	1	45
عیسائی	3	4	0	7
ہندو	7	0	0	7
احمدی	25	0	0	25
کل تعداد	77	6	1	84

حوالہ: مرکزِ سماجی انصاف (میڈیا کے جائزے کی بنیاد پر)

مرکزِ سماجی انصاف نے یہ بھی بیان کیا کہ توہین مذہب کے سب سے زیادہ واقعات پنجاب میں ہوئے، جیسا کہ زیرِ نظر جدول میں 2021 کے دوران توہین مذہب کے واقعات کو علاقے کے حساب سے الگ الگ دکھایا گیا ہے۔

علاقہ	مقدمات
اسلام آباد	7
پنجاب	68
سندھ	3
خیبر پختونخوا	5
آزاد جموں و کشمیر	1

حوالہ: مرکزِ سماجی انصاف (میڈیا کے جائزے کی بنیاد پر)

آزادیٔ اظہارِ رائے

2021 میں آزادیٔ صحافت کے عالمی اشاریے میں پاکستان کی تین درجے تنزلی کے بعد، میڈیا اور پریس کی آزادی پر حملے شدت اختیار کر گئے۔ یہ امر ایسے نظام کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے جو اس نوعیت کے مقدمات کی تفتیش کر سکے اور مجرمان کو سزا دلوا سکے۔ پاکستان پریس فاؤنڈیشن کی ایک خبر بعنوان 'پاکستان میں میڈیا پر جنوری سے اکتوبر 2021 کے دوران حملے' نے اس سال کے دوران ایک خطرناک رجحان کی نشاندہی کی کہ نہ صرف میڈیا پر بلا استثنا حملے جاری رہے بلکہ آزادیٔ اظہارِ رائے پر پابندیوں میں بھی اضافہ ہوا۔ رپورٹ میں ایسے 27 واقعات کا ذکر کیا گیا جن میں میڈیا سے متعلق افراد پر ان کے کام کی وجہ سے حملے کیے گئے، ان میں صحافیوں کی مار پیٹ اور ان پر مسلح حملے، دونوں شامل ہیں۔ میڈیا حقوق کی نگران تنظیم فریڈم نیٹ ورک کی ایک تحقیق نے اس بات کو عیاں کیا کہ الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016 (پیکا) کے مجرمانہ ہتک عزت کے سیکشن کے استعمال کے حوالے سے ایک خوفناک رجحان رواج پاتا

دکھائی دیا، ایسے مقدمات دو درجن پاکستانی صحافیوں اور معلومات کی پیشہ ورانہ خدمات سرانجام دینے والوں کے 56 فی صد کے خلاف درج کیے گئے جنھوں نے 2019 سے 2021 کے دوران پیکا کا سامنا کیا۔

حکومت نے 2020 میں پیکا کے تحت سوشل میڈیا ضوابط تشکیل دیے، جنھیں ڈیجیٹل حقوق کے لیے کام کرنے والے کارکنوں نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ظالمانہ قرار دیا۔ ایک بین الوزارتی کمیٹی کے جائزے کے بعد یہ قوانین ستمبر میں منظور ہو گئے۔ غیر قانونی مواد کو ہٹانے اور بند کرنے کے قوانین 2021 (طریقہ کار، نگرانی اور حفاظت) پاکستان ٹیلی کام ریگولیٹر کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ کسی ویب سائیٹ یا پلیٹ فارم کو بند کر دے جو 'غیر اخلاقی اور بے ہودہ مواد' کو پھیلاتا ہو۔ یہ قوانین آن لائن اظہار رائے کی آزادی کو خطرے میں ڈالتا اور حکومت کو پاکستان میں سوشل میڈیا پر مکمل اجارہ داری قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مئی 2021 میں ایچ آر سی پی، پی ایف یو جے اور پاکستان بار کونسل نے مجوزہ پی ایم ڈی اے آرڈیننس 2021 کو مکمل طور پر مسترد کر دیا جو وفاقی حکومت نافذ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ انھوں نے خبردار کیا کہ اس آرڈیننس کے تحت میڈیا سے متعلق موجودہ ضابطہ کار کو تلپٹ کرنے سے اس وقت پاکستان میں موجود تمام عوامی میڈیا برباد ہو جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ آرڈیننس میڈیا مارشل لا کے سوا کچھ نہیں، انھوں نے مجوزہ میڈیا ٹریبونلز کے قیام کی بھی مذمت کی جنھیں نئے جابرانہ قوانین کی خلاف مواد تخلیق کرنے والوں کو تین سال قید اور 25 ملین تک جرمانہ کی سزا دینے کا اختیار ہے۔ بعدازاں 9 نومبر کو قومی اسمبلی کی طرف سے صحافیوں کے تحفظ اور میڈیا کے تحفظ کے بل 2021 کو ایک خوش آئند اقدام کے طور پر دیکھا گیا، لیکن سیکشن 6 سمیت کچھ انتباہات کے ساتھ۔ (اوپر قانون اور قانون سازی دیکھیے)

28 اگست کو حکومت نے تمام ملازمین کے سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے بغیر اجازت استعمال پر پابندی کا نوٹیفیکیشن جاری کیا۔ ایسا ہونا اگرچہ حکومتی ملازمین کو حساس معلومات دوسروں تک پہنچانے سے روکنے کے حساب سے مناسب ہو، تاہم انھیں اپنی آرا کے اظہار سے روکنے کو سول سوسائٹی اور کارکنوں نے ویسا ہی من مانا اور غیر مناسب خیال کیا۔

اپریل میں سینئر صحافی ابصار عالم کو ان کے گھر کے قریب گولی مار کر زخمی کر دیا گیا۔ اس واقعے سے قبل، انصاف لائرز فورم نے ان کی جانب سے ٹویٹر پر فوج پر تنقید کرنے کا الزام لگایا اور پولیس میں ان کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی گئی۔ ایک ماہ بعد مئی میں ایک اور صحافی اسد علی طور کو نامعلوم حملہ آوروں نے مارا پیٹا، جنھوں نے ان کے گھر میں گھس کر ان پر حملہ کیا۔ پولیس کے سامنے بیان میں انھوں نے کہا ان میں سے دو افراد نے اپنے آپ کو آئی ایس آئی کا اہل کار ظاہر کیا۔ اس سے اگلے ماہ حامد میر کو اسد طور پر ہونے والے حملے کے خلاف احتجاج کے دوران ایک جذباتی تقریر کرنے پر، جس میں انھوں نے فوج کے خلاف سخت الفاظ استعمال کیے تھے، جیو ٹی وی پر کام کرنے سے روک دیا گیا۔ صحافتی تنظیموں اور سول سوسائٹی کی جانب سے صحافیوں پر ہونے والے ان حملوں پر کئی احتجاجی مظاہرے کیے گے لیکن سی سی ٹی وی فوٹیج کے باوجود آج تک کوئی گرفتاری عمل میں نہ آسکی۔

سوشل میڈیا پر کئی بے باک صحافیوں کو ہراسگی کا سامنا کرنا پڑا۔ 7 اگست کو ریاستی پالیسیوں پر ریاست سے اختلاف رائے رکھنے والے دو صحافیوں عمران شفقت اور عامر میر کو ایک ہی دن ایف آئی نے تحویل میں لے لیا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اطہر من اللہ نے ایف آئی اے کی طرف سے بلال غوری کو جاری کیا گیا نوٹس معطل کرتے ہوئے ایف آئی اے سے، سائبر کرائم مقدمات میں طلبی کے عمل کے حوالے سے نومبر 2020 میں جاری کیے گئے حکم پر عمل نہ کرنے پر وضاحت طلب کی۔ بلال غوری کے وکیل نے دعویٰ کیا کہ ایف آئی اے نے ایک مرتبہ پھر پیکا کو غلط استعمال کیا ہے اور انھیں کوئی وجہ بتائے بغیر ملزم کو طلب کیا ہے۔

4 دسمبر کو انسانی حقوق کے نمایاں دفاع کار ادریس خٹک کو آفیشل سیکرٹس ایکٹ کی خلاف ورزی پر 14 سال کی سزا سنائی گئی۔ یاد رہے کہ خٹک مذکورہ ایکٹ کے تحت سزا پانے سے قبل آٹھ ماہ تک جبراً لاپتا رہے۔ یہ مقدمہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آفیشل سیکرٹس ایکٹ کو کس طرح انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے قبل جنوری میں پشاور ہائی کورٹ نے ایک درخواست خارج کی کہ خٹک کے مقدمے کی سماعت سول کورٹ کرے۔ اسی طرح نومبر میں ایچ آر سی پی نے ان خبروں پر فکرمندی کا اظہار کیا کہ پروفیسر محمد اسماعیل پر بغاوت اور دہشت گردی کے خودساختہ الزامات کی بنیاد پر جاری مقدمات قانونی طریقے پر عمل درآمد کو یقینی بنانے میں ناکامی کا اظہار ہیں۔

انجمن سازی کی آزادی

13 اپریل کو حقوق کے لیے کام کرنے والی متعدد تنظیموں نے جنسی تشدد کی وجوہات کے بارے میں وزیراعظم عمران خان کے بے حس تبصروں پر گرفت کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا کہ ان کے بیانات نے جنسی زیادتی کے کلچر کو فروغ دیا۔

2021 میں کووڈ 19 کے نئے ویریئنٹس کو دیکھتے ہوئے حکومت کی جانب سے بند اور کھلی جگہوں پر کھانا کھانے پر پابندی سے 2021 تک ہزاروں ملازمین بے روزگار ہو گئے۔ 29 اپریل کو آل پاکستان ریسٹورینٹ ایسوسی ایشن نے مالکان کی جانب سے ملازمین کے معاوضوں میں کمی پر تنقید کی اور مطالبہ کیا کہ جن سے ان کا روزگار چھن گیا ہے انھیں سوشل سیکیورٹی فنڈ میں سے ادائیگی کی جائے تا کہ وہ عیدالفطر منانے کے قابل ہو سکیں۔

2021 میں غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے لیے جگہ مزید سکڑ گئی۔ قومی اور بین الاقوامی این جی اوز کے نمائندوں نے اپریل میں پاکستان ہیومینیٹیرین فورم کی طرف سے ایک رپورٹ کے آن لائن اجرا میں شرکت کی۔ انھوں نے پاکستان میں ڈیویلپمنٹ سیکٹر کے مسائل کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ منصوبوں کی تکمیل، مختلف سرکاری دفاتر سے کلیئرنس اور این او سی لینے اور بینکاری اور ٹیکس جمع کرنے والے شعبوں سمیت حکومت کے مختلف دھڑوں کے درمیان رابطے کی کمی جیسی مشکلات کی وجہ سے متاثر ہو رہی ہے۔

اجتماع کی آزادی

2021 میں اسلام آباد میں ہونے والے کئی اجتماعات میں سے چند ایک پرتشدد ہو گئے، جیسا کہ فروری میں تنخواہوں میں عدم مساوات اور فوائد کی کمی کے خلاف آل پاکستان گورنمنٹ ایمپلائز ایسوسی ایشن کی جانب سے پاکستان سیکرٹریٹ میں دھرنے کے دوران پولیس کی جانب سے ایک ہزار کے قریب آنسو گیس کے گولے پھینکے جانے کا واقعہ۔ اس واقعے کے اگلے ماہ وزیر داخلہ شیخ رشید نے ایک غیر ذمہ دارانہ بیان میں کہا کہ پولیس آنسو گیس کی جانچ کر رہی تھی، اس بیان کی وجہ سے سول سوسائٹی کے اندر شدید غصہ پھیل گیا۔

جنوری میں پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (پمز) کے اسپتال کو نجی ملکیت میں دینے کے خلاف طبی عملے نے احتجاج کیا۔ 2 جنوری کی رات اسامہ ستی کی پولیس مقابلے میں موت کے خلاف اسلام آباد کے رہائشی بھی سڑکوں پر احتجاج کرتے پائے گئے۔ فروری کے دوسرے ہفتے میں بلوچ نوجوانوں کے لاپتا ہونے کے خلاف دھرنے اور احتجاج ہوئے۔ پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن نے 9 اپریل کو پاکستانی میڈیکل طلبہ کے خلاف بنائے جانے والے نئے قوانین اور ضابطوں کے خلاف بھوک ہڑتال کی لیکن انھوں نے پی پی پی کی سینیٹر شیری رحمان کی جانب سے پارلیمنٹ میں ان کے حق میں آواز اٹھائے جانے کے وعدے کے بعد یہ احتجاج ملتوی کر دیا۔ اس سے ہٹ کر، اساتذہ، نجی سکولوں کے مالکان اور طلبہ نے اپریل اور جون کے درمیان میں سکولوں کی بندش کے خلاف، تعلیمی سرگرمیوں کی بحالی کے لیے کئی احتجاجی مظاہرے کیے۔ 27 مئی کو صحافیوں کی بڑی تعداد اور سول سوسائٹی کے ارکان نے بلاگر اور صحافی اسد طور پر حملے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے صحافیوں کے خلاف تشدد اور ریاستی سینسر شپ کی مذمت کی۔ ہندو برادری نے جودھ پور میں ہندو مہاجرین اور ان کے خاندانوں کے 11 افراد کے قتل کی تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہوئے بھارتی

اساتذہ، نجی اسکول مالکان اور طلبا نے سکولوں کی بندش کے خلاف اپریل سے وسط جون کے دوران کئی مرتبہ احتجاج کیا

ہائی کمیشن کے سامنے احتجاج کیا۔

جب کووڈ۔19 کی چوتھی لہر کے دوران جون میں حکومت نے ان پرسن امتحانات کا اعلان کیا تو طلبہ نے ٹولیوں کی شکل میں نکل کر احتجاج کیا۔ اساتذہ نے بھی اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ زیادہ تر طلبہ آن لائن امتحانات سے ناواقف تھے اور یہ کہ وزارت تعلیم کو کووڈ-19 کے کیسز میں انتہائی درجے کی تیزی آنے کے بعد بورڈ کے امتحانات ملتوی یا معطل کر دینا چاہییں۔ ان احتجاجوں کے دوران ریاستی اداروں نے درجن بھر طالب علموں کو گرفتار کر لیا اور احتجاج کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس اور ڈنڈوں کا استعمال کیا۔ 26 اگست کو پی ایف یو جے نے پی ایم ڈی اے کے آرڈیننس کے خلاف وکلا، صحافیوں اور سول سوسائٹی کے ارکان کے ساتھ مل کر ایک احتجاج کا اہتمام کیا لیکن انھیں دھرنا دینے سے روک دیا گیا۔ 5 ستمبر کو پولیس کی جانب سے ایک مقامی تاجر کے پچھلی رات ماورائے عدالت قتل کے خلاف احتجاج ہوا اور احتجاج کرنے والوں نے کشمیر ہائی وے کو بند کر دیا اور اس معاملے کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ 10 ستمبر کو وکلا نے جسٹس عائشہ ملک کی سپریم کورٹ میں مجوزہ تعیناتی کے خلاف احتجاج کیا، ان کا دعویٰ تھا کہ ایسی تقرری سینیارٹی کی خلاف ورزی ہے۔

اساتذہ نے نومبر کے دوران کالجوں کو فیڈرل کالج آف ایجوکیشن کے زیرِ انتظام لاتے ہوئے فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کو میونسپل کارپوریشن اسلام آباد کے حوالے کرنے کے خلاف اسلام آباد میں احتجاج کیا۔ پاکستان کے مختلف علاقوں سے آنے والے ملازمین کی ایک بڑی تعداد 15 دسمبر کو سپریم کورٹ کے باہر جمع ہوئی اور سرکاری ملازمین کی برطرفی کے خلاف نعرے لگائے۔ دسمبر میں انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب اور جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ اسلام آباد میں 2021 کے دوران ہونے والے دیگر احتجاجی مظاہرے وہ تھے جو اسلام آباد کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں کیے گئے، جیسا کہ سالانہ عورت مارچ، اگست میں فلسطین کے ساتھ اظہارِ یکجہتی مارچ اور مئی میں کشمیر کے ساتھ اظہارِ یکجہتی مارچ، اور عورت کشی کے خاتمے کے لیے احتجاج۔

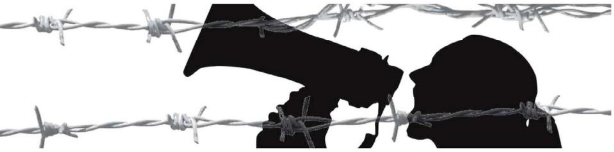

جمہوری پیش رفت

سیاسی شرکت

2021 میں حکومت کی جانب سے ایک کے بعد ایک آرڈیننس کے اجرا کے ذریعے پارلیمنٹ کا کردار محدود کرنے کی بار بار کوشش کی گئی۔ نیب کی بلاوجہ تحقیقات کے خوف نے معیشت پر منفی اثر ڈالتے ہوئے فیصلہ سازی کو معطل کیے رکھا۔ جولائی میں وزیر پیٹرولیم ڈاکٹر ارشد محمود نے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے پیٹرولیم کو شکایت کی کہ حکومتی عہدیدار اقدامات نہیں اٹھا رہے، یہاں تک کہ زیادہ بجلی بنانے کے لیے اضافی صلاحیت کو استعمال کرنے کا فیصلہ بھی نہیں کیا گیا۔

قومی کمیشنز کا نئے سربراہان کے تقرر سے احیا

اس سال متعدد قومی کمیشن جو وسائل کی کمی یا سربراہ کی غیر موجودگی کے باعث ناکارہ پڑے تھے، نئے تقرر کے ساتھ فعال کر دیے گئے۔ این سی ایچ آر کے چیئر پرسن کا عہدہ 19 جولائی 2019 سے خالی پڑا تھا۔ نومبر 2021 میں صدر نے رابعہ جویری آغا کو این سی ایچ آر کا سربراہ تعینات کیا، جس کے بعد 10 دسمبر کو این سی ایچ آر کا پہلا بورڈ اجلاس منعقد ہوا۔

اسی طرح این سی ایس ڈبلیو نومبر 2019 سے چیئر پرسن کے بغیر تھا اور 2021 میں نیلوفر بختیار کو نیا چیئر پرسن مقرر کیا گیا۔ اکتوبر میں این سی ایس ڈبلیو نے اپنی حکمت عملی تشکیل دینے کی غرض سے کثیر تعداد میں آرا جمع کرنے کے لیے ملک بھر میں سول سوسائٹی کے ساتھ مسلسل مشاورت کی۔ تاہم یہ بات اہم ہے کہ تمام قومی کمیشنز نے وسائل کی کمی اور افرادی قوت کے ناکافی ہونے کا اظہار کیا، جو ان کے متعلقہ مینڈیٹ کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

بلدیاتی حکومت

وفاقی حکومت نے 13 نومبر کو اسلام آباد میٹروپولیٹن کارپوریشن کی تحلیل کے بعد نئے بلدیاتی انتخابات کے لیے اسلام آباد لوکل گورنمنٹ آرڈیننس جاری کیا۔ سی ڈی اے کی ٹریڈ یونین نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ بلدیاتی نمائندوں نے بھی دسمبر میں میئر اور ڈپٹی میئر کے انتخاب اور غیر منتخب لوگوں پر مشتمل کونسل کے مقامی حکومت چلانے کو خلافِ قانون قرار دیتے ہوئے اس آرڈیننس کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا۔

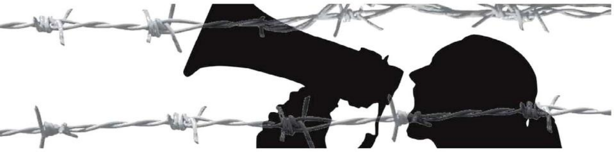

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

عورت مارچ کے اسلام آباد چیپٹر کے خلاف 2020 سے جاری ہنگامہ 2021 میں بھی کم نہ ہوا، پشاور ہائی کورٹ نے امن کے لیے انصاف (جسٹس آف پیس پروویژن) کے تحت 26 مارچ کو منتظمین کے خلاف توہین مذہب کی بنیاد پر ایک ایف آئی آر درج کرنے کی ہدایات دیں، اگرچہ اس الزام کے غلط ہونے کو واضح طور پر عیاں کر دیا گیا۔

جون میں وزیر اعظم کے ایکزیوس ایچ بی او کو دیے گئے ایک انٹرویو کے دوران یہ کہنے پر شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ پاکستان میں عورتوں کے خلاف جنسی تشدد میں اضافے کا تعلق ان کے لباس سے ہے۔ ان کے دور میں دوسری بار ایسا ہوا کہ وزیر اعظم نے عوامی سطح پر جنسی زیادتی اور لباس میں ایسا نامناسب تعلق جوڑا۔

20 جولائی کو 27 سالہ نور مقدم ایف۔7 میں ظاہر جعفر کے گھر بے دردی سے قتل پائی گئی۔ سابقہ ہفتوں میں شکار پور میں ماریہ شاہ، پشاور میں صائمہ علی اور حیدر آباد میں قراۃ العین کے قتل کے بعد اس واقعے نے سول سوسائٹی کو صدمے سے دوچار کر دیا اور ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے جن میں مطالبہ کیا گیا کہ ریاست اعتراف کرے کہ پاکستان کو ایک عورت کش بحران کا سامنا ہے جس سے نمٹنے کے لیے کوئی حل تلاش کرنا ضروری ہے۔

جولائی میں بھی، سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو سامنے آئی جس میں عثمان مرزا کو کچھ دیگر مردوں سے بھرے کمرے میں ایک نوجوان جوڑے کو ڈرا دھمکا کر بے لباس کرنے اور ان کی نامناسب ویڈیو بناتے دیکھا جا سکتا تھا۔ اسلام آباد پولیس

عمران خان کو ایکسیس ایچ بی او کو دیے گئے انٹرویو کے دوران اس بیان پر شدید تنقید کا سامنا رہا جس میں انہوں نے پاکستان میں خواتین کے خلاف جنسی تشدد میں اضافے کو خواتین کے لباس سے منسوب کیا تھا

نے ویڈیو وائرل ہو جانے کے بعد مرزا کو گرفتار کیا اور اس کے خلاف ایف آئی آر کاٹی۔ جب یہ علم ہوا کہ یہ مشکوک لوگوں کا گروہ مجرموں کا ایسا جتھا ہے جو بلیک میلنگ کے لیے ایسی ویڈیوز بناتے ہیں، تو چھ دیگر لوگ بھی اس مقدمے میں شامل کیے گئے۔

خواجہ سرا

مارچ میں اسلام آباد میں پہلے ٹرانس جینڈر مدرسہ کی خبر شائع ہوئی۔ پانچ ماہ قبل 34 سالہ ٹرانس جینڈر عورت رانی خان کا قائم کیا گیا یہ مدرسہ ٹرانس جینڈر افراد کو قرآن سیکھنے کے لیے ایسی محفوظ جگہ فراہم کرتا ہے جہاں سے انہیں نکالے جانے کا خوف نہ ہو۔

ایک اور مثبت کام ٹرانس جینڈر افراد کے (حقوق کے تحفظ) ایکٹ 2018 کے سیکشن 6 اے کے تحت اسلام آباد میں پہلے ٹرانس جینڈر سینٹر کا افتتاح تھا۔ یہ سہولت سرکاری طور پر اکتوبر میں میسر ہوئی، یہ اپنی نوعیت کی پہلی سہولت ہے جو ٹرانس جینڈر افراد کو قانونی مدد، نفسیاتی مشاورت اور صحت اور بحالی کی خدمات فراہم کرے گی۔ افتتاحی تقریب میں انسانی حقوق کی وزیر ڈاکٹر شیریں مزاری کا کہنا تھا کہ ٹرانس جینڈر افراد کے حقوق کا تحفظ یقینی بنانے کے لیے دوسرے شہروں میں بھی ایسے سینٹر قائم کیے جائیں گے۔

نومبر میں جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق احمد خان نے ایک ترمیمی بل پیش کیا جس میں جنس کی تبدیلی کے آپریشن کی ممانعت کا مطالبہ اس غلط فہمی کی بنیاد پر کیا گیا تھا کہ ٹرانس جینڈرز کے تحفظ کا قانون ہم جنس پرست شادیوں کو قانونی حیثیت دیتا ہے، اور ضلعی سطح پر میڈیکل بورڈ بنائے جانے کا مطالبہ کیا جو آپریشن کے حقیقی مستحقین کا تعین کرے۔

بچے

اکتوبر میں وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا کہ سوارا کی روایت غیر اسلامی ہے۔ سوارا تنازعات نمٹانے کے لیے لڑکیوں (اکثر کمسن) کی جرگوں اور پنچائیتوں کے فیصلوں کے نتیجے میں جبری شادی کی ایک بہت عام صورت ہے۔ یہ دیکھنا باقی ہے کہ یہ فیصلہ اس پرانی اور مستحکم رسم کو موثر انداز میں لگام ڈال سکتا ہے یا نہیں۔ اسی مہینے میں اسی عدالت نے یہ فیصلہ بھی دیا کہ ریاست کی طرف سے بچیوں کی شادی کے لیے کم سے کم عمر طے کرنا غیر اسلامی نہیں کیونکہ 16 سال کی عمر طے کرنا ان کے کم از کم بنیادی تعلیم کے حصول میں مدد دے گا۔

محنت کش

اگست میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے لیبر قوانین کے نفاذ سے متعلق ایک معاملے کی سماعت کی، جس میں آئی سی ٹی کے

لیبر محکمے کے ڈائریکٹر کو طلب کر کے پوچھا گیا کہ مزدوروں کی شکایات کو کیوں نہیں سنا جاتا۔ تاہم، یہ نشان دہی کی گئی کہ ڈیپارٹمنٹ کے محدود سٹاف اور مناسب وسائل کی کمی نے ان شکایات کے ازالے کے لیے صلاحیت کو شدید محدود کر دیا ہے اور لیبر کے محکمہ کو باقاعدہ طور پر لیس کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا تا کہ لیبر قوانین کا نفاذ یقینی بنایا جا سکے۔

بزرگ

2019 کے بوڑھے والدین اور بزرگ شہریوں کی بحالی کا ایکٹ جس کا مقصد ایک ایسے کمیشن کی تشکیل ہے جو بزرگ شہریوں کے حقوق کا خیال رکھے گا، اور والدین کے تحفظ کا آرڈیننس برائے 2021 جو بزرگ شہریوں کے رہائشی حقوق کو تحفظ دے گا، کے باوجود بزرگ شہریوں کی فلاح و بہبود ایسا معاملہ رہا جو اس سے کہیں زیادہ توجہ کا متقاضی ہے۔

ایم او ایچ آر کے مطابق اسلام آباد کے 25.2 فی صد والدین کو اولاد کی طرف سے باقاعدہ جسمانی تشدد کا سامنا کرنا پڑا، جبکہ 31.8 فی صد بزرگ مرد اور 16.7 فی صد بزرگ عورتوں کے ساتھ ان کے بچوں نے ناروا سلوک کیا۔ ایک ایسی مجموعی حکمت عملی کہ جس میں ریاست معاشرے کو ایسا ماحول پیدا کرنے کے لیے آگاہی دے اور احساس دلائے کہ جس میں بزرگ شہریوں کے حقوق محفوظ رہ سکیں، انتہائی ضروری ہے۔ برٹش کونسل اور ہیلپ ایج انٹرنیشل کے زیر اہتمام کی گئی ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ پاکستان دنیا میں ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے ایک کروڑ سے زائد شہریوں کے ساتھ 15 ممالک میں شامل ہے، جو موجودہ آبادی کا سات فی صد ہیں۔ یہ تحقیق اس پر بھی زور دیتی ہے کہ بزرگ شہریوں کے زندگی کے مناسب معیار، سماجی تحفظ اور وقار کے حقوق خطرات کا شکار ہیں۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

سپریم کورٹ نے فروری میں ایک تاریخی فیصلہ دیا کہ تین ذہنی بیمار قیدیوں، کنیزہ بی بی، امداد علی اور غلام عباس کو پھانسی نہ دی جائے، ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ سزائے موت کا انتظار کرنے والے دماغی بیمار مریضوں کو سزائے موت سے مستثنٰی قرار دیا جانا چاہیے۔

اس تاریخی فیصلہ سے ذہنی بیمار کئی لوگوں کو فائدہ پہنچے گا، خاص طور پر پس ماندہ طبقات سے متعلق ان افراد کو جو اکثر اپنی سزا کے محرک کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو کئی سفارشات دیں، جن میں ذہنی صحت کے تعلیمی اور تربیتی اداروں میں انتہائی حفاظت کے حامل دماغی صحت کی تفتیشی سہولتوں کا قیام اور سزا یافتہ قیدیوں کی دماغی صحت کا تعین کرنے کے لیے میڈیکل بورڈز تشکیل دینا شامل تھے۔ اس فیصلے میں متعلقہ قانون سازی میں 'بیمار ذہن، اور 'پاگل' جیسی پرانی اصلاحات کی بے حسی کو بھی اجاگر کیا گیا اور ہدایات دی گئیں کہ انھیں زیادہ موزوں الفاظ جیسا کہ 'دماغی بیماری' یا 'دماغی منتشر الخیالی' سے تبدیل کیا جائے۔

مہاجرین

یو این ایچ سی آر کے مطابق کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد یکم جنوری سے 22 جولائی 2021 تک تقریباً 4000 افغان پاکستان، ایران اور تاجکستان میں داخل ہوئے۔ 22 ستمبر تک یہ تعداد بڑھ کر 35400 تک پہنچ گئی جن میں سے کم از کم 10800 افغان مہاجرین پاکستان میں داخل ہوئے۔

اگرچہ وزیراعظم نے عوامی سطح پر یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان اس انسانی بحران کے دوران افغان مہاجرین کی مدد کرے گا، سول سوسائٹی کی تنظیموں نے یہ مشاہدہ کیا کہ پیٹرولنگ پولیس اور پولیس میں واضح حکمت عملی کی انتہائی کمی کی صورت حال میں افغان مہاجرین کی امداد کے لیے حکومت کو ابھی ایک مربوط پالیسی بنانے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں وہ مہاجرین جن کے رابطے بہتر تھے ان مہاجرین کی نسبت پناہ حاصل کرنے میں آسانی سے کامیاب ہوئے جنھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

بھتے، داخلے سے انکار اور حتیٰ کہ تشدد جیسی ہراسگی کی خبریں عام رہیں۔ مہاجرین کے کیمپوں کو غیر صحت افزا ماحول میسر رہا اور پیچیدہ دستاویزات کی طلبی نے ویزا اور ٹرانزٹ کے عمل کو سست روی کا شکار کر دیا۔ اس مسئلے پر عوامی بحث بھی ہوئی، ساتھ ساتھ سول سوسائٹی کے ارکان کو مہاجرین کی مدد کرنے پر ہراساں کیے جانے کی خبریں بھی آئیں۔ اس کی بجائے اس معاملے کو فوجی دائرہ کار میں محدود کرتے ہوئے 'خفیہ بریفنگز' دی گئیں۔

13 اکتوبر کو وزیراطلاعات فواد چودھری نے اعلان کیا کہ حکومت نے افغان شہریوں کے ویزا کے حصول کے لیے ایک ضابطہ کار منظور کیا ہے، جس سے قانونی داخلے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ویزا کی پابندیوں میں نرمی کی گئی ہے۔ ان افغان شہریوں کے لیے آن لائن ویزا کی سہولت فراہم کر دی گئی جو کابل میں پاکستانی سفارت خانے سے ویزا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

وفاق دار الحکومت اسلام آباد

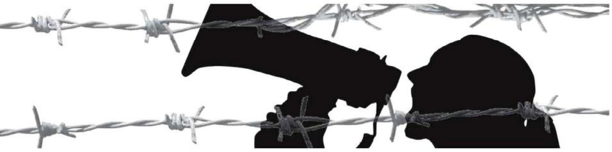

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

اگست میں وزیراعظم نے پرائمری سکولوں اور مدرسوں کے لیے بہت متنازع یکساں قومی نصاب کے نفاذ کا اعلان اس دعوے کے ساتھ کیا کہ یہ اقدام تعلیمی تفریق کو کم کرے گا۔ نومبر میں وزیر تعلیم شفقت محمود نے وزیراعظم کے بیان کو دہراتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ یکساں نصاب تعلیم ملک بھر میں نافذ ہونا چاہیے کیونکہ یہ تعلیمی تفریق کے خاتمے کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وزیراعظم نے وزارت تعلیم کو ہدایات دی ہیں کہ یکساں نصاب تعلیم کو چھٹی اور اس سے اوپر تک، جس کے لیے پہلے دو برس طے کیے گئے تھے، کی بجائے اب اگلے چھ ماہ میں رائج کیا جائے۔ تاہم یہ بات اہم ہے کہ سندھ کی وزارت تعلیم نے یکساں نصاب تعلیم کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ تعلیم اور نصاب صوبائی معاملات ہیں اور ایس این سی کے نفاذ کو عجلت میں کیا گیا عمل قرار دیا۔

ماہرین تعلیم اور انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں کی جانب سے یکساں نصاب تعلیم پر اس کی عدم شمولیت، مذہبی اقلیتوں کے لیے مہلک اسلامی مذہبی مواد، اور ناقص طریقہ تعلیم کے باعث شدید تنقید ہوئی۔

تعلیم کی صورت حال کی سالانہ رپورٹ 2021 کے مطابق پاکستان کے سکول جانے کی عمر کے بچوں میں سے 19 فی صد سکول نہیں جاتے۔ یہ اوسط 2019 کے 17 فی صد کے مقابلے میں بڑھی ہے، جس کی ممکنہ وجہ غربت میں اسی دور میں اضافہ ہو سکتا ہے جو کل آبادی میں تقریباً 19 فی صد ہے۔

81 فی صد بچے سرکاری سکولوں میں، 19 فی صد نجی سکولوں میں اور ایک فی صد مدرسوں میں داخل ہوئے۔ یہ رپورٹ کے 2019 کے نتائج کے تناظر میں نجی سکولوں سے سرکاری سکولوں کی طرف 4 فی صد اضافے کا رجحان ظاہر کرتا ہے۔ اس صورت میں سرکاری سکولوں کو طلبہ کے اس قدر داخلے کی صورت میں ناکافی وسائل کے حوالے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اوائل بچپن میں بچوں کے سکولوں میں داخلے کی شرح جو 2014 میں 39 فی صد تھی 2021 میں تھوڑی سی تنزلی کے بعد 38 فی صد رہی۔ تاہم رپورٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ ٹیلی سکول کے سیشنز میں اضافہ ہوا جو مارچ 2021 کے 35 فیصد کے مقابلے میں نومبر 2021 میں 57 فی صد رہے کیونکہ 57 طلبہ نے ان سے استفادہ کیا۔ اس کے ساتھ اگر خاندان کے افراد سے تعلیم میں مدد لینے والے 68 فی صد کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ فاصلاتی تعلیم، خاص طور پر وبا کے دوران، گھر اور سکول کے فرق کو مٹانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس میں مزید پیش رفت کی ضرورت ہے۔

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد

صحت

مارچ اور جولائی 2021 میں پاکستان کو کووڈ-19 کی دو لہروں کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق اس سال 108666 مثبت کیس سامنے آئے، 967 اموات ہوئیں اور 107376 افراد صحت یاب ہوئے۔ حکومتی سہولیات کو ویکسینیشن سینٹرز میں تبدیل کیا گیا اور نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر (این سی او سی) نے ملک میں صورت حال کا تفصیلی حساب کتاب رکھا اور اسی سلسلے میں 31 دسمبر کو ایک اجلاس کے دوران ویکسین کی صورت حال اور پاکستان میں کووڈ-19 کے مثبت کیسوں کے بارے میں بتایا۔ اس اجلاس کے بعد این سی او سی نے ان شہروں کو جہاں 55 فی صد سے زیادہ افراد کو ویکسین لگ چکی تھی، کووڈ-19 کی پابندیوں کو ہٹاتے ہوئے معمول کی کاروباری سرگرمیوں اور عوامی اجتماع کی بحالی کی اجازت دے دی۔ جن شہروں میں ویکسین کی شرح کم تھی انھیں اب بھی سخت پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

جب پی ٹی آئی کی حکومت نے اسلام آباد کے ایک بڑے سرکاری اسپتال پمز کو میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوٹ آرڈیننس کے تحت نجی تحویل میں دیا تو وہ کم آمدنی والے طبقے جو علاج معالجے کے لیے اسی پر انحصار کرتے ہیں، کو علم ہوا کہ اب وہ مفت دوائیں اور ٹیسٹوں کی سہولت حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ انھیں صرف ڈاکٹر کی فیس دینے سے مبرا کیا گیا تھا۔ یہ توقع تھی کہ تشکیل دیا گیا بورڈ آف گورنرز انتظام میں بہتری لائے گا لیکن یہ سٹاف کو تنخواہیں دینے جیسا بنیادی نظام تشکیل دینے میں بھی ناکام رہا۔ ہیلتھ ورکر بھی 72 دن کی ہڑتال پر چلے گئے اور وہ بھی کووڈ-19 کے انفیکشن کے پھیلاؤ کے دوران۔ نتیجتاً وزیر اعظم کے سپیشل ایڈوائزر برائے صحت ڈاکٹر فیصل سلطان کے ساتھ مذاکرات کے بعد جولائی میں یہ آرڈیننس منسوخ ہو گیا۔

مارچ میں وفاقی حکومت نے صوبوں اور نجی اداروں کو کووڈ-19 کی ویکسین درآمد کرنے کی اجازت دے دی، جس پر قیمتوں اور ویکسین تک رسائی کے بارے میں تحفظات سامنے آئے، خاص طور پر کم آمدنی والے افراد کے لیے اور ان کے لیے جو شہروں میں آباد نہیں ہیں۔

رہائش اور عوامی سہولیات

اکتوبر کے اختتام پر سی ڈی اے نے اسلام آباد کے جی 11 / 4 میں ایک کچی آبادی کو گرا کر سپریم کورٹ کے اس حکم امتناع کی خلاف ورزی کی کہ کچی آبادیوں کو مسمار نہیں کیا جائے گا۔ نتیجتاً مرد، عورتوں اور بچوں سمیت 60 سے زیادہ خاندان سرد موسم میں بے گھر ہو گئے۔ ان شہریوں میں سے زیادہ تر پیشے کے لحاظ سے صفائی کا کام کرنے والے اور گھریلو ملازم تھے۔

آزاد جموں و کشمیر

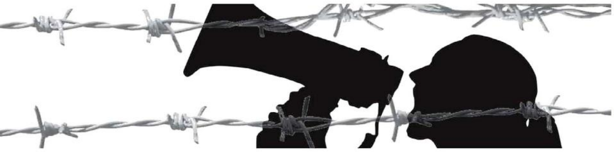

کلیدی رجحانات

- یہ آزاد جموں و کشمیر میں عام انتخابات کا سال تھا۔ اس علاقے نے اپنی دسویں قانون ساز اسمبلی کا انتخاب کیا۔
- انتخابی عمل مجموعی طور پر پُر امن رہا، سوائے چند واقعات کے جن میں تین افراد ہلاک اور 60 کے قریب سکیورٹی اہل کار زخمی ہوئے۔
- ماضی کی طرح، سیاسی جماعتوں نے وفاقی حکومت پر قبل از انتخابات دھاندلی کے ذریعے انتخابی عمل پر اثر انداز ہونے کے الزامات عائد کیے۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ، پاکستان کے وزیر اعظم نے اپنی جماعت کے مقامی چیپٹر کی انتخابی مہم میں حصہ لیا، جبکہ وفاقی وزیر برائے امورِ کشمیر انتخابی مہم کے دوران ووٹروں میں رقم تقسیم کرتے دکھائی دیے۔
- نئے انتخابی قوانین نے اختلاف رائے کی گنجائش کو مزید کم کر دیا۔ ایک آزاد ریاست جموں و کشمیر کے تصور کی حمایت کرنے والی سیاسی جماعتیں انتخابی عمل سے خارج رہیں۔
- آزاد جموں و کشمیر میں اعلیٰ عدلیہ ججوں کے بغیر کام کرتی رہی۔ پہلے چھ ماہ کے دوران اے جے کے کی سپریم کورٹ میں تین کی بجائے صرف ایک جج تھا جبکہ ہائی کورٹ میں پورے سال کے دوران نو کی بجائے صرف ایک جج تھا۔
- خواتین اور بچوں کے خلاف ریپ اور جنسی ہراسانی کی اطلاعات سامنے آتی رہیں، اگرچہ ریپ کے زیادہ تر واقعات رپورٹ نہیں ہوئے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں۔
- سال بھر کے دوران لائن آف کنٹرول پرامن رہا کیونکہ ہندوستان اور پاکستان 26 فروری کو 2003ء کے جنگ بندی کے معاہدے کی بحالی پر متفق ہو گئے تھے۔ سال کے دوران کسی بھی شہری کی ہلاکت کی اطلاع نہیں ملی، اگرچہ سرحد پار گولا باری کے نتیجے میں چھ افراد زخمی ہوئے۔
- اے جے کے میں اس سال بھی بلدیاتی انتخابات نہ ہو سکے۔ آخری بلدیاتی انتخابات 1991ء میں منعقد ہوئے تھے۔
- معلومات تک رسائی ایک مسلمہ حق ہے اور یہ بطور بنیادی حق عبوری آئینی ایکٹ 1974ء (تیرہویں ترمیم) کا حصہ ہے۔ تاہم، معلومات کے حق پر ابھی تک کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔ صحافیوں اور سول سوسائٹی کی جانب سے اے جے کے ہائی کورٹ میں دائر پٹیشن اب بھی زیر التوا ہے۔
- سال کے دوران ناقص بنیادی ڈھانچے اور پرانی پبلک ٹرانسپورٹ نیز سیلابوں اور برفانی تودے گرنے کے باعث بدترین ٹریفک حادثات دیکھنے میں آئے۔

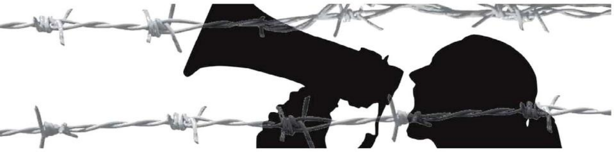

عمومی جائزہ

اگرچہ کئی انتظامی اور قانون سازی اختیارات خطے کے عبوری آئین میں تیرہویں ترمیم کے ذریعے آزاد جموں و کشمیر (اے جے کے) کی منتخب حکومت کو منتقل ہو گئے تھے تاہم فیصلہ سازی کے اختیارات وزیراعظم کے پاس ہی رہے۔ خطے کی بہت سی مالیاتی اور سکیورٹی کی ذمہ داریوں کا بوجھ اب بھی پاکستان برداشت کر رہا ہے۔

اے جے کے حکومت انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو رد کرتی ہے اور سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر ان پامالیوں کو ریکارڈ کرنے کے لیے کوئی طریقہ کار موجود نہیں۔ یہ سال بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔ مقامی نیز قومی میڈیا نے صرف علاقے کی سیاسی سرگرمیوں کی کوریج کی اور انسانی حقوق کی صورت حال پر بہت کم توجہ دی۔ اس کے نتیجے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں سرکاری ریکارڈ سے غائب رہیں۔

قومی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں سیلف سنسرشپ اور اے جے سے متعلق امور پر توجہ نہ ہونے کے باعث انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں منظر عام پر نہ آ سکیں۔ آزاد جموں و کشمیر پریس فاؤنڈیشن، جو ہائی کورٹ کے حاضر جج کی سربراہی میں ایک نیم سرکاری فلاحی و انضباطی ادارہ ہے، کے ذریعے مقامی میڈیا کو محدود کیا گیا۔ حال ہی میں نافذ کیے گئے سائبر قوانین نے موجودہ غیر مرئی سنسرشپ کے دائرے کو مزید وسیع کر دیا۔ نتیجتاً، خطے میں انسانی حقوق کی صورت حال کا باضابطہ اندازہ لگانے کے لیے خاطر خواہ دستاویزات موجود نہیں۔

اے جے کے میں انتخابات 25 جولائی کو منعقد ہوئے۔ اگرچہ فروری میں ہونے والے جنگ بندی کے معاہدے کے بعد لائن آف کنٹرول (ایل او سی) پرامن رہا، تاہم شہروں اور قصبوں میں انتخابی ریلیوں کے دوران تشدد کے چند واقعات پیش آئے۔

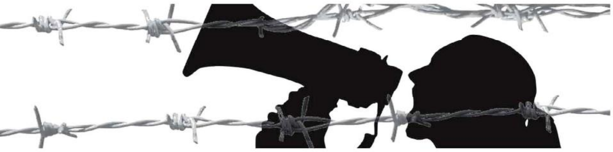

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

اے جے کے کے عبوری آئین میں 2018ء میں منظور کی گئی تیرہویں ترمیم نے قانون سازی کے اختیارات اے جے کے کونسل، جو وزیرِاعظم پاکستان کی سربراہی میں ایک بالائے آئین باڈی ہے، کو منتقل کر دیے اور اسے ایک مشاورتی کونسل میں تبدیل کر دیا۔ ایسے کئی امور جو پہلے کونسل کے دائرہ اختیار میں آتے تھے وہ یا تو اے جے کے قانون ساز اسمبلی یا شق 21 کی ذیلی شق 7 کے تحت وزیرِاعظم پاکستان کو منتقل ہو گئے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وزیرِاعظم پاکستان، جن کے انتخاب میں اے جے کے کے عوام کا کوئی کردار نہیں، بطور چیئرمین اے جے کے کونسل وفاقی کابینہ، جس میں اے جے کے کا کوئی نمائندہ شامل نہیں، کے ذریعے اے جے کے کے لیے قوانین وضع کرتے ہیں۔

2021ء میں اے جے کے اسمبلی کے 12 اجلاس منعقد ہوئے جو 35 دن تک جاری رہے، جبکہ آئین کے مطابق، سال کے دوران ان اجلاسوں کا دورانیہ 60 دن ہونا چاہیے۔ سال کے دوران 33 قوانین منظور اور ترمیم کیے گئے۔ ان میں انسانی حقوق سے متعلق چند اہم قوانین بھی شامل ہیں۔ ان میں آزاد جموں وکشمیر بچوں کا نظام انصاف ایکٹ 2021ء، فوجداری قانون (پہلا ترمیمی) ایکٹ 2021ء اور متنازع آزاد جموں وکشمیر کنٹریکچول، ایڈہاک یا عارضی سرکاری ملازمت کی چند اقسام کی خدمات کی باضابطگی (شرائط وضوابط) کا ایکٹ 2021ء شامل ہیں۔

بچوں کے نظام انصاف کا ایکٹ 2021ء کی بدولت اے جے کے میں بچوں کے لیے قابلِ اعتراض تفتیش اور ٹرائل کے نظام میں بہتری آئی۔ اس ایکٹ نے تحصیل، ضلع اور سیشن کی سطح پر بچوں کی مخصوص عدالتیں تجویز کیں۔ یہ قانون دورانِ تفتیش اور حراست اور جیل میں نابالغ افراد کی خلوت اور فلاح و بہبود کو بھی یقینی بناتا ہے۔

فوجداری قانون (پہلا ترمیمی) ایکٹ 2021ء بچوں کے خلاف چند جرائم کے لیے سزاؤں اور جرمانوں میں اضافہ تجویز کرتا ہے۔ متنازعہ آزاد جموں وکشمیر کنٹریکچول، ایڈہاک یا عارضی سرکاری ملازمت کی چند اقسام کی خدمات کی باضابطگی (شرائط وضوابط) کا ایکٹ 2021ء سے گریڈ 1 سے 18 تک کے تقریباً 4,300 ایڈہاک اور عارضی سرکاری ملازمین کو مستقل کیا گیا۔ ان میں سے زیادہ تر معین طریق کار مکمل کیے بغیر سیاسی بنیادوں پر بھرتی ہوئے تھے۔ سیاسی جماعتوں اور نوجوانوں کی تنظیموں نے اس ایکٹ کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاج کیا چونکہ اس سے ملازمت کے مواقع کم ہو گئے اور سرکاری ملازمتوں کے لیے بھرتی کا مسابقتی نظام کمزور ہو گیا۔

عدل وانصاف کی فراہمی

اے جے کے عدالتی نظام میں سپریم کورٹ سب سے برتر ادارہ ہے جو چیف جسٹس سمیت تین ججوں پر مشتمل ایک

اپیلیٹ بنچ ہے۔ سپریم کورٹ کا ہیڈکوارٹر مظفرآباد میں ہے اوراس کے سرکٹ بنچ راولاکوٹ اور میرپور میں ہیں۔ ضلعی سطح پر ہائی کورٹ اور خاص مقاصد کے لیے عدالتیں بھی موجود ہیں جبکہ ضلعی اور سیشن عدالتیں نیز ذیلی عدالتیں بالترتیب ضلع اور تحصیل کی سطح پر کام کرتی ہیں۔

اے جے کے کونسل کا چیئرمین یعنی وزیراعظم پاکستان صدر اے جے کے کی سفارش پر ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر کرتا ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے دیگر ججوں کا تقرر صدر اے جے کے کونسل کے مشورے کے بعد دونوں اعلیٰ عدالتوں کے چیف جسٹس کی مشاورت سے کرتا ہے۔

سال کے پہلے چھ ماہ تک سپریم کورٹ صرف ایک جج کے ساتھ کام کرتی رہی کیونکہ اے جے کے اور وفاقی حکومتوں کے درمیان ججوں کے تقرر پر اتفاق رائے قائم ہونے میں ایک سال سے زائد کا عرصہ لگا۔ نچلی عدالتوں میں ججوں کا تقرر پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوتا ہے۔ مظفرآباد میں پاکستان مسلم لیگ۔نواز (پی ایم ایل۔این) کی حکومت کے علاوہ اسلام آباد میں پی ٹی آئی کی حکومت ان تقرریوں میں حصہ چاہتی تھیں۔ دونوں ججوں کا تقرر مظفرآباد اور اسلام آباد کے درمیان ایک 'باہمی سمجھوتے' کے بعد کیا گیا۔ تاہم، چند وکلا نے ان تقرریوں پر تحفظات کا اظہار کیا، گوکہ ان کو کسی بھی فورم پر چیلنج نہیں کیا گیا۔

اے جے کے ہائی کورٹ بھی سال بھر کے دوران تین کی بجائے صرف ایک جج کے ساتھ کام کرتی رہی۔ نتیجتاً، زیرالتوا، خاص طور پر ازدواجی رشتوں اور خاندانی معاملات سے متعلقہ مقدمات کی تعداد کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ ہائی کورٹ کے ریکارڈز کے مطابق، ہائی کورٹ کے واحد جج نے 19,369 مقدمات کی سماعت کی اور 3,193 مقدمات نمٹائے۔ نچلی عدالتوں نے 103,824 مقدمات کی سماعت کی اور 50,382 مقدمات نمٹائے۔

آزاد جموں و کشمیر

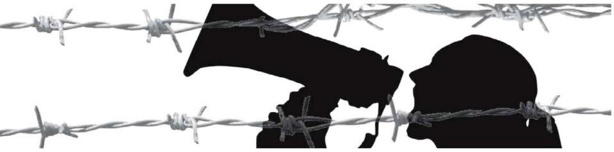

قانون کا نفاذ

امن عامہ

اے جے کے ایک نسبتاً پرامن علاقہ ہے اور یہاں جرائم کی شرح پاکستان کے دیگر انتظامی یونٹوں کے مقابلے میں کم ہے۔ اس سال اکتوبر میں پولیس نے ضلع راولاکوٹ میں خواتین کے پہلے پولیس سٹیشن جبکہ مظفر آباد میں ایک کمیونٹی پولیسنگ مرکز قائم کیا۔

پولیس کی سالانہ رپورٹ اس سال درج ہونے والے مقدمات میں واضح کمی کو ظاہر کرتی ہے۔ پولیس رپورٹ کے مطابق، گزشتہ سال کے 11,965 مقدمات کے مقابلے میں اس سال 8,983 مقدمات درج ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ لوگ پولیس کو مقدمات درج کرانے میں ہچکچاتے ہیں، خاص طور پر ریپ، اقدام ریپ اور جنسی ہراسانی کے مقدمات۔ کام کی جگہ پر جنسی ہراسانی کے واقعات مقامی اخبارات میں اکثر رپورٹ ہوتے ہیں لیکن پولیس رپورٹ میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔

22 مارچ کو، باغ میں ایک ڈسٹرکٹ جج نے ایک شخص کے ساتھ ناروا سلوک پر پانچ پولیس اہل کاروں سمیت چھ افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا حکم دیا۔ 21 دسمبر کو، عباس پور کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے علاقے کے ایک رہائشی کی راولپنڈی میں کار چھیننے کے واقعے کے دوران ہلاکت کے خلاف علامتی شٹر ڈاؤن کے دوران احتجاجی مظاہرہ کیا۔

2021ء میں قتل، خواتین کے خلاف تشدد، ریپ، چوری اور منشیات کے واقعات زیادہ تعداد میں رپورٹ ہوئے۔ اس

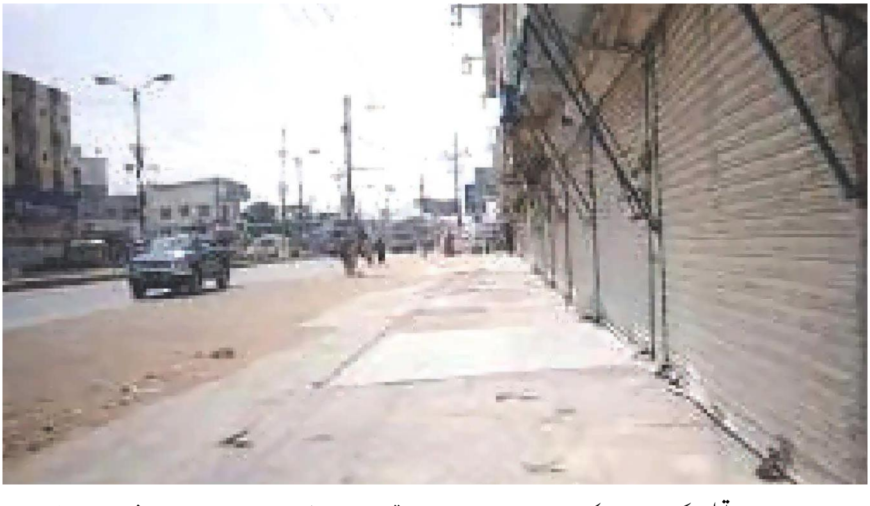

اے جے کے سے تعلق رکھنے والے شہری کی راولپنڈی میں کار چھیننے کے واقعے کے دوران ہلاکت کے خلاف عباس پور میں شٹر ڈاؤن ہڑتال

سال قتل کے 74، گینگ ریپ کا ایک اور ریپ کے 13 مقدمات درج ہوئے۔

قید خانے اور قیدی

31 دسمبر تک، اے جے کے کی مختلف جیلوں میں 874 افراد قید تھے۔ ان میں سے 18 نو عمر، 17 خواتین اور دو نومولود تھے جو اپنی ماؤں کے ساتھ قید تھے۔ دو خواتین سمیت 99 افراد کو سزائے موت سنائی گئی اور ان کی اپیلیں مختلف مراحل میں ہیں۔ اے جے کے میں گزشتہ دو سالوں کے دوران سزائے موت کے کسی بھی قیدی کو پھانسی نہیں دی گئی۔

اے جے کے میں سینٹرل جیل مظفر آباد اور میر پور میں ہیں جبکہ پانچ ڈسٹرکٹ جیلیں باغ، پونچھ، پلندری، کوٹلی اور بھمبر میں ہیں۔ تین اضلاع نیلم، وادی جہلم اور حویلی میں ڈسٹرکٹ جیلیں نہیں ہیں۔ قیدیوں کو نہ تو عدالتی حراست میں رکھا جاتا ہے نہ ہی قریبی جیلوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔

جیلوں کا ڈھانچا ناکافی ہے اور یہ قیدیوں کی ضروریات پر پورا اترنے میں ناکام رہا ہے۔ مظفر آباد کی سینٹرل جیل اور باغ، راولاکوٹ اور پلندری کی ڈسٹرکٹ جیلوں کو 2005ء کے زلزلے نے تباہ کر دیا اور ان کی تعمیر اب تک مکمل نہیں ہو سکی۔ یہ جیلیں عارضی جبکہ باقی جیلیں پرانی عمارتوں میں ہیں اور جیلوں کے اندر قیدیوں کے لیے مختص جگہ ناکافی ہے۔ اس وقت، کم سن لڑکوں اور لڑکیوں کو بالغوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جو قانون کے خلاف ہے۔

جبری گمشدگیاں

جبری گمشدگیوں کا مسئلہ اے جے کے میں اتنا سنگین نہیں ہے اور اس کی شدت دیگر صوبوں میں زیادہ ہے۔ اس سال اے جے کے میں جبری گمشدگی کا ایک بھی واقعہ پیش نہیں آیا۔ جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے ریکارڈ کے مطابق، 16 لاپتا شہریوں میں سے کسی کو بھی کسی بھی عدالت انصاف یا کمیشن کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔

10 فروری کو، مظفر آباد کے مہاجر کیمپوں میں رہنے والے تین نوجوانوں کی ویڈیو سوشل میڈیا پر منظر عام پر آئی۔ یہ نوجوان کشمیری مہاجرین کی اے جے کے کیمپوں سے سندھ کے ضلع سجاول مجوزہ منتقلی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ یہ نوجوان لاپتا ہو گئے مگر کچھ دن بعد بازیاب ہو گئے۔ ان کے خاندانوں نے اس واقعے کا مقدمہ درج کرانے یا اس حوالے سے کوئی معلومات فراہم کرنے سے انکار کر دیا۔ بدقسمتی سے، اس معاملے پر کوئی بھی سرکاری ریکارڈ یا میڈیا رپورٹ دستیاب نہیں۔ معلومات کا واحد دستیاب ذریعہ ایک ویڈیو ہے جس میں انہیں بدترین تشدد کا نشانہ بنتے دکھایا گیا ہے۔

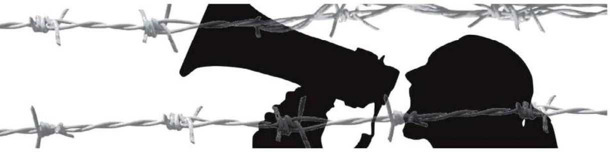

بنیادی آزادیاں

اظہارِ رائے کی آزادی

اے جے کے میں اظہارِ رائے کی آزادی سنسر شپ کے نادیدہ ماحول میں زیرِ عتاب رہی۔ مقامی میڈیا نے ان مرکزی جماعتوں کی سیاسی سرگرمیوں کی کوریج کی جو خطے کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی حمایت کرتی ہیں۔ مکمل آزادی کی حمایت کرنے والی قوم پرست جماعتوں اور گروہوں کی ریلیوں اور مظاہروں کی نہ تو قومی میڈیا نہ ہی مقامی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے کوریج کی۔ ایسی خبریں صرف سوشل میڈیا ہی پر دکھائی دیں۔

حالیہ سالوں میں اے جے کے حکومت نے اظہارِ رائے کی آزادی کو دبانے کے لیے، خاص طور پر اگر اس کا تعلق خطے کی سیاسی حیثیت سے ہو، سائبر جرائم کے قوانین سمیت کئی قوانین منظور کیے۔ میڈیا ہاؤسز، تھنک ٹینکس اور دیگر تنظیموں کو علاقے میں کام کرنے کے لیے یا تو اے جے کے کونسل یا وفاقی وزارت برائے امورِ کشمیر و گلگت بلتستان سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ پاکستان کے سرکاری بیانیے کی تعمیل کا ہدف ڈھانچا جاتی سنسر شپ اور خود ساختہ سنسر شپ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس سال، سائبر قوانین کے تحت 26 مقدمات درج کیے گئے جن میں سے زیادہ تر ان صحافیوں اور کارکنوں کے خلاف تھے جنہوں نے سرکاری خزانے میں بدعنوانی کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی۔ مقدمات کی اصل تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے کیوں کہ اس حوالے سے کوئی سرکاری اعداد و شمار دستیاب نہیں۔ عام طور پر مانا جاتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں، سیاست دانوں اور سرکاری عہدے داروں، سبھی نے اپنے ناقدین اور مخالفین کو نشانہ بنانے کے لیے ان قوانین کا استعمال کیا۔

یکم مارچ کو، دنیا نیوز کے رپورٹر سید تقی الحسن اور ان کے ساتھی صحافیوں پر حکمران جماعت پی ایم ایل۔این کے اراکین نے اس وقت حملہ کر دیا جب وہ وزیرِ اعظم راجا فاروق حیدر کی جانب سے ایک مبینہ غیر قانونی تعمیر کی کوریج کر رہے تھے۔ بعد ازاں، پولیس نے نعیم چغتائی، سید تقی الحسن، صدیق لون اور حمزہ کتال سمیت آٹھ صحافیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ صحافی ینگ جرنلسٹس فورم نامی تنظیم سے وابستہ تھے۔

17 اگست کو، سماء ٹی وی کے ایک اور رپورٹر مقصود احمد کو پولیس نے مظفر آباد کرکٹ اسٹیڈیم میں تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ اسٹیڈیم کے باہر شائقین اور پولیس کے درمیان ہونے والے تصادم کی فلم بندی کر رہے تھے۔ پریس کارڈ دکھانے کے باوجود پولیس نے ان پر تشدد کیا۔

سول سوسائٹی کے مظاہروں پر کریک ڈاؤن

2021ء میں سول سوسائٹی کے مظاہروں کے دوران تصادم اور پولیس کے کریک ڈاؤن کے کئی واقعات سامنے آئے۔ جنوری میں، پولیس نے دارالحکومت مظفر آباد میں سینکڑوں احتجاجی اساتذہ پر تشدد کیا جس کے نتیجے میں کئی اساتذہ شدید

دارالحکومت مظفرآباد میں سینکڑوں احتجاجی اساتذہ پر پولیس نے تشدد کیا

زخمی ہوئے جبکہ درجنوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ یہ اساتذہ تنخواہوں میں اضافے کے لیے احتجاج کر رہے تھے۔ جنوری میں ایک مرتبہ پھر پونچھ ڈویژن میں آٹے کی قیمتوں میں انتہائی اضافے کے خلاف ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ ہڑتال سے ایک دن پہلے، راولاکوٹ اور باغ میں ہڑتالی مہم کے رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ راولاکوٹ میں اعلانات کرنے پر تین نوجوانوں جبکہ باغ میں پبلک ایکشن کمیٹی کے چھ رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ہڑتال کے دوران، آزاد پٹن میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں ہوئیں جن میں متعدد شہری اور پولیس اہل کار زخمی ہوئے۔

مارچ میں گھمیر انقلابی نوجوان تحریک نے ایل او سی کے قریب گھمیر میں موبائل فون سروس سمیت بنیادی سہولیات نہ ہونے کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کے گولے برسائے۔ چھ مظاہرین کو گرفتار کرلیا گیا۔

جون میں عباس پور میں طلبا نے بجلی کی بندش اور دیگر مسائل کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا اور پھر 35 طلبا کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت دو مختلف مقدمات درج کر لیے۔ تقریباً آٹھ طلبا کو کئی دنوں تک راولاکوٹ تھانے میں بند رکھا گیا۔

جولائی میں وادی نیلم میں خیبر پختونخوا (کے پی) پولیس کی فائرنگ کے نتیجے میں ایک شہری ہلاک اور 15 زخمی ہو گئے۔ خیبر پختونخوا پولیس کے اہل کاروں کو انتخابات کے دوران امن و امان برقرار رکھنے کے لیے طلب کیا گیا تھا۔ تاہم، اے جے کے انتظامیہ اور پولیس اور کے پی کے درمیان بس کی بکنگ کے معاملے پر تنازع کھڑا ہو گیا، جس کے بعد کے پی پولیس نے اے جے کے پولیس کے اہل کاروں اور اسسٹنٹ کمشنر پر فائرنگ کر دی۔ ایک نوجوان راہگیر عتیق الرحمان فائرنگ کی زد میں آ کر موقع پر ہلاک ہو گیا۔ اے جے کے پولیس کے کچھ اہل کار بھی زخمی ہوئے۔ وقوعے کے ذمہ دار پولیس اہل کاروں کو رہا کر کے کے پی پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں کی صورتِ حال

اے جے کے حکومت 2015ء سے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے لیے زمین تنگ کرتی آ رہی ہے۔ جب قومی ایکشن پلان کو اے جے کے تک وسیع کیا گیا تو حکومت نے سول سوسائٹی کی تنظیموں پر کئی پابندیاں لگا دیں جن میں این او سی کے حصول اور اندراج کا عمل مشکل بنانا شامل ہے۔ نتیجتاً، متعدد مقامی اور قومی این جی اوز نے کام بند کر دیا اور اپنے عملے کو فارغ کر دیا۔ ایسے کوئی اعداد و شمار دستیاب نہیں جو ظاہر کرتے ہوں کہ حالیہ سالوں میں کتنی این جی اوز رجسٹرڈ ہوئیں یا جنہوں نے اپنی سرگرمیوں کے لیے این او سی حاصل کیا۔

مذہبی عدم رواداری اور توہین مذہب کے قوانین

توہین مذہب کے الزام میں ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت کا اے جے کے میں تقریباً کوئی وجود نہیں۔ تاہم، توہین مذہب کے قانون کے تحت مقدمات درج کیے جانے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں، خاص طور پر محرم اور ربیع الاول کے مہینوں میں۔

جنوری میں ہمایوں پاشا نامی شہری کو میر پور میں چند مذہبی پوسٹر اتارنے پر گرفتار کر لیا گیا۔ اسے مینٹیننس آف پبلک آرڈر ایکٹ کی دفعہ 16 کے تحت گرفتار کیا گیا۔ شہریوں نے پاشا پر الزام لگایا تھا کہ اس نے مقدس شخصیات کی توہین کی۔ اس سے پہلے کہ پولیس اسے حراست میں لیتی، چند وکلا اور تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے کارکنوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ پولیس رپورٹ کے مطابق، جب اسے ڈسٹرکٹ جیل میر پور لے جایا گیا تو چند قیدیوں نے حملہ کیا۔ اسے جیل میں 200 دن قید کے بعد 30 ستمبر کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

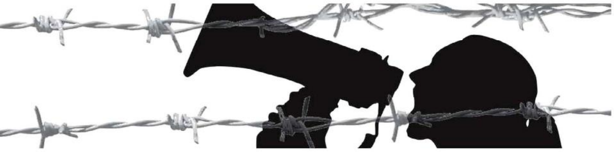

جمہوری پیش رفت

انتخابات

یہ اے جے کے میں انتخابات کا سال تھا اور سابق اسمبلی کی مدت پوری ہونے کے بعد خطے نے اپنی دسویں قانون ساز اسمبلی کا انتخاب کیا۔ سابق اسمبلی 49 ارکان پر مشتمل تھی اور ایک آئینی ترمیم کے ذریعے چار مزید عام نشستوں کے اضافے کے بعد نئی اسمبلی میں نشستوں کی تعداد 53 ہو گئی جس میں سے 45 عام نشستوں پر براہ راست انتخاب ہوتا ہے، پانچ نشستیں خواتین، اور تین نشستیں بالترتیب مذہبی رہنماؤں، ٹیکنوکریٹس اور سمندر پار کشمیریوں کے لیے مخصوص ہیں۔ 45 میں سے 12 عام نشستوں کا انتخاب پاکستان میں مقیم کشمیری تارکین وطن کرتے ہیں۔

اے جے کے اسمبلی کے دسویں عام انتخابات 25 جولائی 2021 کو منعقد ہوئے۔ الیکشن کمیشن نے ووٹ ڈالنے کی شرح 62 فیصد ریکارڈ کی۔ حکومت پاکستان کی جانب سے مداخلت کے الزامات کے درمیان، زیر اقتدار پی ٹی آئی نے 26 نشستیں جیت کر اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل کر لی۔ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) نے 11 اور پی ایم ایل۔ این نے چھ نشستیں حاصل کیں۔ مخصوص نشستوں کی تخصیص کے بعد، پی ٹی آئی نے اسمبلی میں 53 میں سے 32 نشستیں حاصل کیں۔ اسمبلی کی گزشتہ تین مدتوں کے دوران پاکستان کی مرکزی سیاسی جماعتیں سیاسی میدان پر غالب رہی ہیں اور مقامی سیاسی جماعتوں کے لیے گنجائش مزید کم ہو گئی ہے، یوں اے جے کے سے تعلق رکھنے والی مسلم کانفرنس اور جموں کشمیر پیپلز پارٹی صرف ایک ایک نشست حاصل کر سکیں۔

انتخابات مجموعی طور پر پُر امن رہے، اگرچہ پولنگ کے دن ووٹنگ میں مداخلت کے چند واقعات رپورٹ ہوئے۔ سیاسی جماعتوں کے درمیان، نیز سیکورٹی فورسز کے ساتھ تصادم میں تین سیاسی کارکن ہلاک ہوئے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے دھاندلی کے الزامات لگائے لیکن کسی نے بھی انتخابی نتائج کو چیلنج نہیں کیا۔ پولنگ کے دن، ضلع کوٹلی میں پی پی پی کے کارکنوں کے ساتھ تصادم میں پی ٹی آئی کے دو کارکن ہلاک ہوئے، مختلف علاقوں میں دو پولیس اہل کاروں کو مارا پیٹا گیا اور چار فوجی اہل کار انتخابی ڈیوٹی سے واپسی ٹریفک حادثے میں ہلاک ہوئے۔ ضلع باغ میں پی ٹی آئی اور پی پی پی کے کارکنوں کے درمیان تصادم میں کئی افراد زخمی ہوئے، جس کے بعد پولنگ کا عمل روک دیا گیا۔ شاردا کے علاقے میں اے جے کے میں انتخابی ذمہ داریوں پر مامور کے پی پولیس کے اہل کاروں نے واپسی کے لیے ٹرانسپورٹ فراہم نہ کرنے پر مقامی پولیس اور اسسٹنٹ کمشنر پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ایک نوجوان راہگیر ہلاک ہو گیا۔

وزیر اعظم پاکستان نے ایک بے مثل اقدام کرتے ہوئے اے جے کے میں انتخابی مہم کے دوران پی ٹی آئی کی ریلیوں میں حصہ لیا اور عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔ وفاقی وزیر برائے امورِ کشمیر ووٹروں میں رقوم بانٹتے پائے گئے۔ الیکشن کمیشن نے انتخابی مہم میں حصہ لینے پر ان کے خلاف ایف آر درج کرنے کا حکم دیا۔ اس کے باوجود، انھوں اور دیگر

وزیر اعظم پاکستان نے ایک بے مثل اقدام کرتے ہوئے اے جے کے میں انتخابی مہم کے دوران پی ٹی آئی کی ریلیوں میں حصہ لیا اور عوامی اجتماعات سے خطاب کیا

وفاقی وزرا نے کھلے عام انتخابی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ان سرگرمیوں نے اے جے کے کے انتخابات میں وفاقی اثر و رسوخ کے تصور کو مزید تقویت دی۔

اے جے حکومت نے ابتدا میں انتہا پسند نظریات کی حامل ٹی ایل پی پر انتخابی مہم چلانے پر پابندی لگائی اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایت کی گئی کہ اسے کسی بھی سیاسی سرگرمی اور اجتماع کی اجازت نہ دی جائے، لیکن بعد میں ٹی ایل پی کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی گئی۔

سیاسی اختلاف رائے پر پابندیاں

اے جے کے میں سیاسی سرگرمیوں کو وفاقی حکومت بالواسطہ طور پر کنٹرول کرتی ہے۔ کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی حمایت کرنے والی سیاسی جماعتوں کو انتخابی عمل میں حصہ لینے کی اجازت ہوتی ہے۔ 2018 میں اے جے کے آئین میں ترمیم کے ذریعے ایک نیا انتخابی قانون، الیکشن کمیشن ایکٹ متعارف کرایا گیا اور اس میں 2021 میں ترمیم کی گئی۔ اس اقدام کا مقصد انتخابی عمل کو کنٹرول کرنا اور جموں کشمیر لبریشن فرنٹ جیسی قوم پرست جماعتوں کو انتخابی عمل میں حصہ لینے سے روکنا تھا۔ نئے قانون کے تحت امیدوار کو انتخابات کے لیے کاغذات نامزدگی جمع کراتے وقت ایک حلف نامے پر دستخط کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کرنا ہوتا ہے کہ وہ 'نظریہ پاکستان، کشمیر کے متنازعہ علاقے کے پاکستان سے الحاق اور پاکستان کی سالمیت اور خودمختاری' کی حمایت کرتا/ کرتی ہے۔

اے جے کے انتخابات ایکٹ 2021 کے تحت انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کو 'نظریہ پاکستان' اور کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا باضابطہ طور پر اقرار کرنا ہوتا ہے۔ پاکستان سے الحاق کے تصور سے اختلاف کرنے والے امیدواروں کو انتخابی عمل میں حصہ لینے کے لیے نااہل قرار دے دیا جاتا تھا۔ حالیہ قوانین نے اے جے کے میں سیاسی

آزاد کشمیر

جماعتوں پر پابندیوں کو وسیع کر دیا ہے۔ ان نئے قوانین نے اختلافی نظریات رکھنے والے سیاسی گروہوں کے لیے پہلے سے محدود گنجائش کو مزید کم کر دیا ہے۔

اب تک الیکشن کمیشن 32 سیاسی جماعتوں کو رجسٹر کر چکا ہے جن میں سے ایک بھی جماعت آزادی ریاست کشمیر کے نظریے کی حامی نہیں۔

بلدیاتی انتخابات

ایک اور سال اے جے کے میں بلدیاتی انتخابات کے بغیر گزر گیا۔ آخری بلدیاتی انتخابات 1991 میں منعقد ہوئے تھے۔ بڑھتے ہوئے عوامی مطالبے اور جلد از جلد بلدیاتی انتخابات کرانے کے ایک عدالتی حکم کے باوجود حکومت اور مرکزی سیاسی جماعتوں نے انتخابات کے انعقاد میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ نتیجتاً، نئی منتخب حکومت نے پارٹی کے کئی ارکان کو مقامی حکومت کا سربراہ مقرر کر دیا۔ انتظامی اور مالیاتی اختیارات اصولی طور پر نچلی سطح پر منتقل ہونا چاہئیں لیکن اراکین اسمبلی، جن کا بنیادی کام ترقیاتی نہیں بلکہ قانون سازی ہے، ترقیاتی سکیموں کا انصرام کر رہے ہیں۔

مقامی حکومتوں کی غیر موجودگی میں درجہ دوم کی قیادت نامور سیاسی رہنماؤں کے قرابت داروں پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ نوجوان سیاسی کارکنوں کو سیاسی عمل میں شرکت کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ خواتین کو بہت کم معاشی مواقع حاصل ہوتے ہیں، ان کے لیے سیاست میں شرکت کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے اور انہیں پالیسی سازی کی سطح پر قیادت کے عہدوں تک بھی رسائی نہیں ہوتی۔

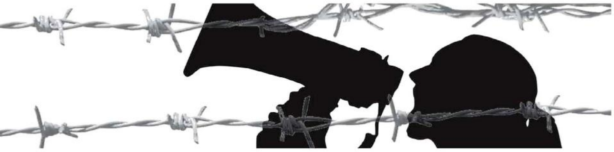

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین اور بچوں کے خلاف جنسی حملے تشدد

جنسی ہراسانی اور ریپ کے واقعات جو مقامی میڈیا میں اکثر رپورٹ ہوتے ہیں، سرکاری ریکارڈ سے غائب رہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ ہراسانی اور ریپ کے زیادہ تر متاثرین ثقافتی وجوہ، جن میں متاثرہ فرد کو موردِ الزام ٹھہرانا اور ناقابلِ بھروسا تفتیش اور تلافی کا نظام شامل ہیں، کی بنا پر ان واقعات کی اطلاع نہیں دیتے۔ پورے علاقے میں گینگ ریپ کا صرف ایک اور ریپ کے 13 جبکہ زنا کے 282 واقعات رپورٹ ہوئے۔

سیاسی سرگرمیوں میں نوجوانوں اور خواتین کا کردار

اگرچہ اے جے کے وزیراعظم نے 2018 میں طلباء یونینز پر 10 سال سے عائد پابندی اٹھالی، تاہم اے جے کے کی پانچ سرکاری یونیورسٹیوں اور سینکڑوں کالجوں میں سے کوئی بھی 2021 میں انتخابات نہ کرا سکا۔ طلبا کو صرف بڑی سیاسی جماعتوں کے طلبا اور یوتھ ونگز کے ذریعے سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کا موقع ملتا ہے۔ اس سال صرف چند نوجوانوں اور خواتین کو انتخابات میں حصہ لینے کے لیے پارٹی ٹکٹ دیے گئے۔ ایک خاتون عام نشست پر اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی۔

ماحول

قدرتی آفات اور حادثات

اے جے کے کو گلیشیئر وں، سیلابوں اور لینڈ سلائیڈز سے وابستہ حادثات کا اکثر سامنا رہتا ہے۔ مارچ میں وادی نیلم میں کے ایک دور افتادہ گاؤں میں برفانی تودہ گرنے سے ایک خاتون اور اس کے چار بچے ہلاک ہوئے۔ جولائی میں وادی نیلم کے علاقے سلخلا میں شدید بارش کے باعث آنے والے سیلاب کے نتیجے میں 30 گھر تباہ اور ایک جوڑا لاپتا ہوگیا۔ جولائی میں ایک مرتبہ پھر وادی نیلم میں ایک گھر پر مٹی کا تودہ گرنے سے ایک خاتون اور اس کے دو بچے ہلاک ہوگئے۔

ٹریفک حادثات

سڑکوں کا ناقص بنیادی ڈھانچا اکثر ٹریفک حادثات کا سبب بنتا ہے جن میں ہر سال درجنوں افراد ہلاک ہوجاتے ہیں۔ سال کے دوران علاقے کو چند بدترین حادثات اور قدرتی آفات بشمول سیلاب، لینڈ سلائیڈ اور برفانی تودوں کا سامنا

رہا جن میں تقریباً 110 افراد جاں بحق ہوئے۔

جنوری میں مظفرآباد کے نواحی علاقوں میں دو ٹریفک حادثات میں آٹھ افراد ہلاک اور چھ زخمی ہوئے۔ مئی میں مظفرآباد کے قریب ایک مسافر کوچ دریا میں گر گئی جس کے نتیجے میں 11 افراد ہلاک اور 14 زخمی ہوئے۔

نومبر میں سال کے دوران پیش آنے والے بدترین ٹریفک حادثے میں خواتین اور بچوں سمیت 22 افراد ہلاک اور 14 زخمی ہوئے جب ضلع پلندری میں راول پنڈی سے آنے والی ایک مسافر بس کھائی میں گر گئی۔

آدم ساختہ آفات

26 فروری کو ہندوستان اور پاکستان نے ایل او سی کے اطراف میں گولا باری کو روکنے کے لیے 2003 کے جنگ بندی کے معاہدے کی بحالی پر اتفاق کیا۔ اس سال کے پہلے دو ماہ کے دوران جنگ بندی کی 40 سے زائد خلاف ورزیوں کے نتیجے میں چھ شہری زخمی ہوئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 2021 میں ایل او سی پر ایک بھی شہری ہلاک نہیں ہوا۔

گزشتہ سالوں میں سرحد پار گولا باری نے مقامی معیشت، خاص کر پھلتے پھولتے سیاحت کے شعبہ جو نوجوانوں کے لیے ملازمت کے ہزاروں مواقع پیدا کرتا ہے، کو بری طرح متاثر کیا۔ ریکارڈ پر وسیع فنڈز مختص کیے جانے کے باوجود بنیادی ترقیاتی ڈھانچے اور ایل او سی کے قریب رہنے والے لوگوں کے لیے حفاظتی بنکرز کی تعمیر پر بہت کم رقم خرچ کی گئی۔ ابتدائی طبی امداد اور مستعد ایمبولینس جیسی صحت کی خدمات کی عدم موجودگی لوگوں کے لیے ایک چیلنج ہے۔ ایل او سی کے قریب رہنے والی خواتین اور بچے سب سے زیادہ غیر محفوظ ہیں، خاص کر اس وقت جب انہیں سرحد پار گولا باری کے دوران اپنے بچاؤ کے لیے ایک تنگ بنکر میں اجنبیوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔

گلگت۔ بلتستان

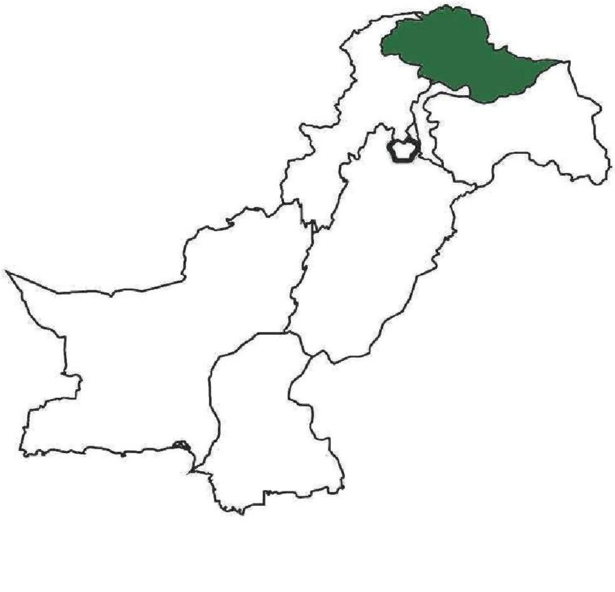

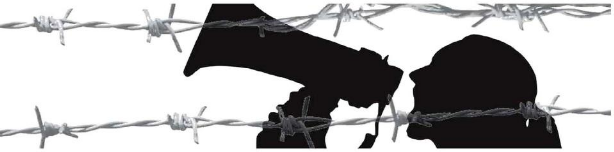

کلیدی رجحانات

- جی بی کی اعلیٰ عدلیہ میں ایڈہاک تقرر ہوتے رہے۔
- جی بی میں کمیونٹی کی ملکیتی زمینوں پر حکومت اور سرمایہ دار اشرافیہ کی نظر رہی اور طاقت یا رواجی قوانین کی پامالی کی ذریعے زمینوں پر قبضے کے کئی واقعات پیش آئے۔
- گلگت میں قتل اور فرقہ واریت کو ہوا دینے کے کئی واقعات ہوئے۔
- توہین مذہب اور سائبر جرائم کے کیسوں میں اضافہ ہوا۔
- کتابوں کی رونمائی پر پابندی، دانشوروں کو دھمکانے، سیاسی کارکنوں کو حراست میں رکھنے اور صحافیوں اور سوشل میڈیا کارکنوں کے خلاف مقدمات کے اندراج کے ذریعے سوچ اور اظہار کی آزادی پر پابندیاں جاری رہیں۔
- بلدیاتی انتخابات 12 سال سے زائد عرصے سے منعقد نہیں ہوئے۔
- خواتین کے خلاف تشدد کی نئی اقسام سامنے آئیں، جیسے کہ سائبر ہراسانی، کام کی جگہ پر ہراسانی اور خواتین کا قتل جسے خودکشی کا رنگ دیا جاتا ہے۔
- ماحولیاتی طور پر نازک گلگت۔بلتستان میں موسمی تبدیلی کی علامات اچانک سیلابوں اور گلیشیائی جھیل کے پھٹنے سے پیدا ہونے والے سیلاب کی شکل میں دیکھی گئیں۔

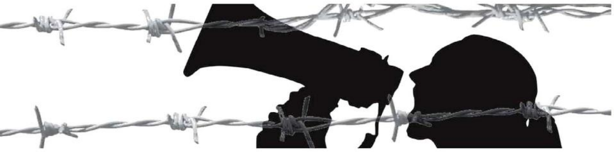

عمومی جائزہ

گلگت۔ بلتستان کی پاکستان کے انتظامی علاقے کی حیثیت میں 2021 میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ علاقے کی بے قاعدہ حیثیت مقامی آبادی کے لیے عدم اطمینان کا باعث رہی۔ نومبر 2020 میں انتخابی مہم کے دوران وزیرِاعظم عمران خان نے جی بی کو صوبہ بنانے کا وعدہ کیا تھا، اور 2021 میں وفاقی وزیرِقانون فروغ نسیم نے مجوزہ اصلاحات کا ابتدائی مسودہ وزیرِاعظم کو بھیجا جو تاحال زیرِغور ہے۔ تاہم سیاسی جماعتوں، بالخصوص قوم پرست سیاسی جماعتوں نے مجوزہ اصلاحات پر تحفظات کا اظہار کیا کیوں کہ مسودے پر متعلقہ فریقوں اور مقامی لوگوں سے مشاورت نہیں کی گئی۔

گزشتہ پانچ سالوں سے کمیونٹی کی زیرِ ملکیت زمینوں کے حقوق اراضی کا مسئلہ سنگین ہو گیا ہے جس کے باعث مقامی کمیونٹیوں اور حکومت اور سرمایہ دار اشرافیہ میں تناؤ برقرار رہے۔ 2021 میں یہ مسئلہ شدید ہو گیا۔

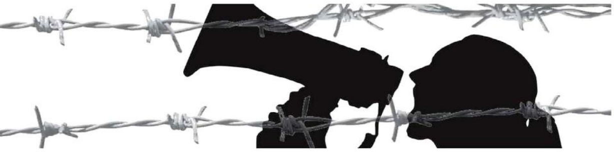

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

10 مارچ کو گلگت ۔ بلتستان کی قانون ساز اسمبلی نے ایک مشترکہ قرارداد منظور کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ وفاقی حکومت جی بی کو پاکستان کا صوبہ قرار دے اور اس کی قومی اسمبلی، سینیٹ اور دیگر آئینی باڈیز میں نمائندگی کو یقینی بنائے۔ سیاسی تجزیہ کاروں نے اسے ایک لاحاصل اقدام قرار دیا کیوں کہ مقامی اسمبلی کی قرارداد وفاقی حکومت پر واجب نہیں تھی۔

2021 میں جی بی اسمبلی نے چار قوانین منظور کیے: گلگت ۔بلتستان مقامی حکومت ترمیمی ایکٹ، گلگت ۔بلتستان ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ریگولرائزیشن (ڈاکٹر اور پیرامیڈکس) ایکٹ، گلگت ۔بلتستان پبلک پروکیورمنٹ ایکٹ اور گلگت ۔بلتستان فنانس ایکٹ ۔ یہ قوانین اہم ہیں کیوں کہ ڈاکٹر ہڑتالوں کے ذریعے اپنی ملازمتوں کی مستقلی کا مطالبہ کرتے رہے ہیں اور یہ قوانین ان کے دیرینہ مطالبات کو پورا کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

انصاف کی فراہمی

جی بی کی سپریم اپیلیٹ کورٹ میں ججوں کی تعیناتی کا مسئلہ 2021 میں بھی موجود رہا۔ اس وقت، ججوں کی تعداد دو ہے (ایک چیف جسٹس اور ایک جج) جبکہ تیسرے جج کی اسامی گزشتہ تین سال سے خالی ہے۔ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے 7 اگست 2021 کو ایک قرارداد منظور کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی خالی اسامیاں پُر کی جائیں۔ جی بی کی سپریم اپیلیٹ کورٹ کے جج ایڈہاک بنیاد پر تعینات ہوتے ہیں۔ سپریم اپیلیٹ کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر جی بی سے باہر کے علاقے سے کیا جاتا ہے اور یہ عموماً پاکستان کی کسی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا ریٹائرڈ جج ہوتا ہے۔

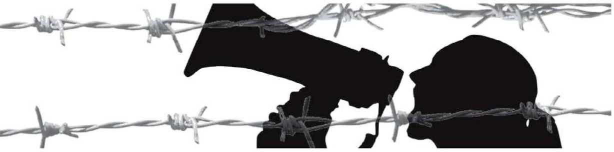

قانون کا نفاذ

امن عامہ

مندرجہ ذیل جدول میں 2021 میں درج کیے گئے فوجداری مقدمات کی تفصیلات بتائی گئی ہیں:

جرم کی نوعیت	گلگت	دیامر۔استور	بلتستان	کل
قتل	29	34	2	65
اقدام قتل	44	54	6	104
زخمی	60	45	23	128
ریپ	1	1	-	2
بچوں کا اغوا	28	13	3	44
سرکاری ملازمین پر حملے	31	23	5	59
ڈاکا	7	2	2	11
نقب زنی	112	4	16	132
چوری	250	45	24	319
جان لیوا حادثات	26	3	13	42
غیر جان لیوا حادثات	52	14	36	102
منشیات	52	4	13	69
آرمز آرڈیننس	132	112	9	253
دیگر مقدمات	365	96	79	540
کُل	1190	450	231	1871

ماخذ: جی بی پولیس (کرائم برانچ)، ایچ آر سی پی کی معلومات کی درخواست کے جواب میں۔

2021 میں سزائے موت کے واقعات میں اضافہ ہوا۔ 4 نومبر کو جی بی کی انسداد دہشت گردی کی عدالت (اے ٹی سی) نے گلگت کی وادی نلتر میں دو مختلف واقعات میں نو افراد کے قتل میں ملوث آٹھ افراد کو سزائے موت سنائی۔ اے ٹی سی نے نلتر بالا میں فرجاد حسین اور مزمل کے گزشتہ سال قتل میں ملوث دو افراد محمد زمان اور فخر عالم کو سزائے موت (12 سال قید کی اضافہ سزا بمع پانچ لاکھ جرمانہ) کی سزا سنائی۔ اے ٹی سی نے اسی مقدمے میں آصف کمال کو عمر قید (12 سال قید کی اضافی سزا اور 3 لاکھ روپے جرمانہ) اور دیگر چار ملزمان کو 12 سال قید کی سزا سنائی۔ البتہ تین ملزموں

کو عدم شواہد پر بری کر دیا گیا۔

24 نومبر کو جی بی اسمبلی کے سپیکر نے مقامی انتظامیہ کو جی بی اسمبلی کے ایک رکن غلام شہزاد آغا کا نام انسداد دہشت گردی ایکٹ کے چوتھے شیڈول سے خارج کرنے کا حکم دیا۔ ان کا نام گزشتہ تین سال سے چوتھے شیڈول کی فہرست میں شامل تھا۔

طالبان کمانڈر کا ظہور

جولائی 2021 میں بابوسر سے جاری ہونے والی ایک ویڈیو میں دیامر کے ایک مقامی طالبان کمانڈر حبیب الرحمٰن نے مطالبہ کیا کہ جی بی حکومت اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے گروہ کے ساتھ 2019 میں ضلع دیامر کے علاقے کھنبری میں کیے گئے امن معاہدے پر عمل درآمد کریں۔ یہ ویڈیو وائرل ہوگئی اور مقامی لوگوں میں بے چینی کا سبب بنی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حبیب الرحمٰن جو 2019 میں گلگت کی ڈسٹرکٹ جیل سے فرار ہوگیا تھا کئی ہائی پروفائل مقدمات میں مطلوب ہے جن میں 2013 میں نانگا پربت کے علاقے میں نو غیر ملکی سیاحوں کا قتل بھی شامل ہے۔ وہ تاحال مفرور ہے۔

توہین مذہب کے مقدمات

جی بی میں گزشتہ پانچ سالوں کے دوران توہین مذہب کے مقدمات میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ غذر کے علاقے شیر قلعہ سے تعلق رکھنے والے عامر علی کو اگست میں پولیس نے مقدس شخصیات کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کے الزام میں گرفتار کیا۔ ستمبر 2021 میں نامور ماہر نجوم اور پی ٹی آئی جی بی کے مقامی رہنما آغا بہشتی کے خلاف سوشل میڈیا پر ایک مہم شروع ہوئی۔ ایک اور واقعے میں تنظیم اہلِ سنت والجماعت نے توہین مذہب کی ایک ملزمہ حریر اشرف کے خلاف گاکوچ، غذر کی ڈسٹرکٹ اور سیشن عدالتوں کے باہر احتجاج کیا۔ ملزم کو دو ماہ بعد یکم جولائی 2021 کو گاکوچ کی سیشن عدالت نے بری کر دیا۔

تنظیم اہلِ سنت والجماعت نے 1 سے 7 جولائی 2021 تک گاکوچ میں حریر اشرف کے مقدمے کی گواہ ناہیدہ کے خلاف بھی احتجاج کیا۔ مذکورہ خاتون نے ملزمہ کے خلاف اپنا بیان واپس لے لیا تھا جو حریر اشرف کی رہائی پر منتج ہوا۔ تب سے ان دونوں خواتین کا کوئی اتا پتا نہیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی سلامتی کے لیے کسی اور جگہ پناہ لے لی ہو۔ تنظیم اہلِ سنت والجماعت نے سیشن کورٹ کے فیصلے کو گلگت کی چیف کورٹ میں چیلنج کر رکھا ہے۔

سائبر جرائم

جی بی میں حالیہ برسوں میں سائبر جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ 2021 میں کچھ مقدمات فیڈرل انویسٹی گیشن (ایف آئی

اے) کے سائبر کرائم وِنگ کو منتقل کیے گئے جس نے دعویٰ کیا کہ اس کے پاس ایسے مقدمات نمٹانے کی استعداد نہیں۔ جی بی میں سائبر جرائم کے مقدمات نمٹانے کے لیے نہ تو جج موجود ہیں نہ عدالتیں۔ آگہی کی کمی اور ایسے واقعات کو دبانے کے کلچر کے باعث صورت حال مزید سنگین ہو گئی ہے، خاص کر ان خواتین کے لیے جو سائبر مجرموں کا شکار بن جاتی ہیں۔ ایف آئی اے کے سائبر کرائم ونگ جی بی کے مطابق ادارے کو 2021 میں سائبر جرائم کے 843 مقدمات موصول ہوئے۔

دہشت گردی، خودکشیاں اور دیگر جرائم

8 اپریل کو ضلع دیامر کے گاؤں گھور پائیں میں نامعلوم افراد نے ایک پل کو آگ لگا دی۔ یہ گاؤں کو جی بی سے ملانے والا واحد پل تھا۔ اس سے قبل 19 نومبر 2020 کو دیامر کی وادی کھِنر کے گاؤں خاز کو اور تھلپان کو ملانے والے پل کو بھی نذرِ آتش کر دیا گیا تھا۔ ان واقعات میں ملوث کسی بھی ملزم کو گرفتار نہیں کیا جا سکا۔ مقامی لوگوں نے انہیں دہشت گردی کی کارروائیاں قرار دیا ہے۔

جی بی محکمہ پولیس نے 2021 میں خودکشیوں کے مندرجہ ذیل واقعات ریکارڈ کیے۔

ضلع	مقدمات
سکردو	8
غذر	19
شِگر	2
کُل	29

ماخذ: جی بی پولیس (کرائم برانچ)، ایچ آر سی پی کی معلومات کی درخواست کے جواب میں۔

2021 میں خودکشیوں کے واقعات یاسین، اشکومن، گوپس، غذر، گوجال، بلتستان اور جی بی کے دیگر علاقوں سے رپورٹ ہوئے۔ اقدام خودکشی کی اطلاعات بھی موصول ہوئیں۔ 25 ستمبر کو ذاکر نامی لیوی افسر نے نگر میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں خودکشی کی کوشش کی۔ اس نے الزام عائد کیا تھا کہ ڈی سی نے اسے گالیاں دیں۔

غیرت کے نام پر قتل اور قتل کے واقعات کو اکثر خودکشی کا رنگ دیا جاتا ہے۔ جی بی میں گزشتہ چند سالوں سے یہ رجحان مسلسل بڑھ رہا ہے۔ مثال کے طور پر، ستمبر 2021 میں ضلع غذر کے گاؤں چَپ میں ایک شادی شدہ خاتون گورنمنٹ ٹیچر نے خودکشی کر لی۔ محمود عالم کو 5 اگست 2021 کو مبینہ طور پر قتل کر دیا گیا، لیکن ابتدا میں اسے خودکشی کا واقعہ قرار دیا گیا۔ یہ مقدمہ تاحال زیرِ تفتیش ہے۔ ستمبر میں گلگت کے علاقے جگلوٹ میں ایک جوڑے کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا گیا۔ اگرچہ ملزم کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی تاہم اسے اب تک گرفتار نہیں کیا جا سکا۔

قید خانے اور قیدی

جی بی میں جیلوں کو عملے اور پیشہ ورانہ تربیت کی کمی سمیت کئی مسائل کا سامنا ہے۔ عملے اور قیدیوں کے لیے کسی قسم کا فلاحی نظام یا طبی معاونت موجود نہیں۔

جی بی کی جیلوں میں قیدیوں کی تعداد نیچے دیے گئے جدول میں بتائی گئی ہے۔ یہ اعداد و شمار 11 دسمبر 2021 کو سنٹرل جیل گلگت کے حکام نے ایک اجلاس میں فراہم کیے تھے۔ مقامی سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ یہ اجلاس جیل میں بحالی کی سرگرمیوں کے حوالے سے منعقد کیا گیا تھا۔

جیل کا نام	عمر قید کے قیدی	سزائے موت کے منتظر قیدی	دیگر مجرم	زیر سماعت قیدی	کل
سنٹرل جیل مناور، گلگت	40	21	14	195	270
ڈسٹرکٹ جیل سکردو	4	1	5	12	22
ڈسٹرکٹ جیل دیامر	0	2	11	128	141
ڈسٹرکٹ جیل غذر	0	20	5	27	52
ڈسٹرکٹ جیل استور	2	0	0	10	12
کُل	46	44	35	372	497

ماخذ: سنٹرل جیل گلگت کے حکام

ہندوستانی مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے دو افراد نور محمد وانی اور فیروز احمد لون جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں پاکستانی فوج نے 2020 میں لائن آف کنٹرول عبور کرنے پر گرفتار کیا تھا، جاسوسی کے الزام میں گلگت جیل میں ہیں۔ انہوں نے 2021 میں حسنین رمل نامی مقامی سوشل میڈیا کارکن کی جانب سے اپ لوڈ کی گئی پوسٹ کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کی جیل سے رہائی کا بندوبست کیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ سرحدی علاقے میں غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جاسوس نہیں ہیں۔

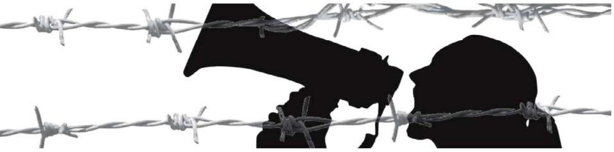

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

2021 میں چوتھے شیڈول کو اختلاف رائے رکھنے والوں کی آواز دبانے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے فہرست میں موجود درجنوں سیاسی کارکنوں کی مسلسل نگرانی کرتے رہے اور انہیں اس قانون کے تحت کئی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں مقامی ایس ایچ او کو اپنی سرگرمیوں کے بارے میں مطلع کرنا شامل ہے۔ اس کی ایک واضح مثال ستمبر میں دیکھنے کو ملی جب بلتستان سے تعلق رکھنے والے جی بی اسمبلی کے رکن غلام شہزاد آغا کو سکردو میں اپنی پارٹی کے ایک اجلاس میں خطاب سے روک دیا گیا۔ چوتھے شیڈول میں موجود افراد کے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ بھی بلاک کر دیے گئے جس کے باعث وہ اندرون اور بیرون ملک سفر اور کووڈ 19 کی ویکسی نیشن سے بھی محروم ہو گئے۔

طالبان کے کابل پر قبضے کے بعد قومی سرحدوں کے آر پار سفر ایک نمایاں مسئلہ بنا رہا، خاص کر واخان کوریڈور میں جس کی سرحد جی بی سے ملتی ہے۔ جی بی کی واخی برادری کے سرحد کے پار رہنے والے قرابت داروں کے ساتھ دیرینہ تاریخی، ثقافتی اور لسانی تعلقات ہیں۔ 18 اگست 2021 کو افغانستان پر طالبان کے قبضے کے چند ماہ بعد افغانستان کی وادی واخان میں مقیم ہنزہ کی وادی گوجال سے تعلق رکھنے والے رہائشی سرحد پار کر کے ہنزہ کی وادی چپرسان میں داخل ہوئے۔ انہیں وہاں پہنچتے ہی مقامی پولیس نے فارنرز ایکٹ 1946 کی دفعہ 14 کے تحت گرفتار کر کے ایف آئی اے کے سپرد کر دیا۔ بعد ازاں، ایف آئی اے نے انہیں گوجال میں اپنے خاندانوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

تاہم، انسانی حقوق کے ایک مقامی کارکن کا کہنا ہے کہ چند خواتین جو شادی کے بعد افغانستان مقیم ہو گئی تھیں اب بھی افغانستان میں پھنسی ہوئی ہیں اور انہیں اپنے انخلا کے لیے حکومت پاکستان کی مدد درکار ہے۔ اس کی ایک مثال اس وقت دیکھنے کو ملی جب افغانستان میں مقیم ایک خاتون کی والدہ نے 20 ستمبر کو گلگت میں ایچ آر سی پی کے دفتر میں ایک درخواست جمع کرائی جس میں انہوں نے اپنی بیٹی کے انخلا کا معاملہ سرکاری حکام تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔

سوچ، فکر اور مذہب کی آزادی

2021 میں گلگت میں فرقہ وارانہ تناؤ اس وقت زور پکڑ گیا جب شیعہ رہنما آغا راحت حسین نے مئی میں عید الفطر کی نماز میں دیے گئے اپنے خطبے میں سنی فرقے کے رہنما کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اس کے جواب میں تنظیم اہلِ سنت والجماعت کے امیر قاضی نثار احمد نے کئی فرمان جاری کیے اور آغا راحت کو اے ٹی اے کی دفعات کے تحت گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا۔ دونوں فریقین کے عمائدین اور کچھ سیاست دانوں کی مداخلت سے یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

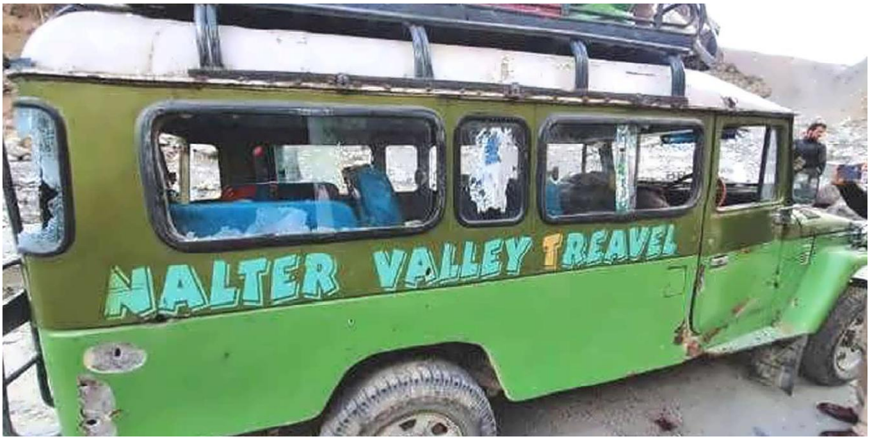

وادی نلتر میں نامعلوم حملہ آوروں نے مسافروں سے بھری ایک وین پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں سات مسافر ہلاک اور چھ زخمی ہوئے

اس سے پہلے مارچ میں وادی نلتر میں نامعلوم حملہ آوروں نے مسافروں سے بھری وین کو نشانہ بنایا جس کی نتیجے میں سات مسافر ہلاک اور چھ زخمی ہوئے۔ تمام متاثرین کا تعلق سنی فرقے سے تھا۔ سنی برادری نے واقعے کے بعد پورے جی بی میں مظاہرے کیے۔ یہ واقعہ مئی 2020 میں دو شیعہ مسلمانوں فرجاد اور مزمل کے قتل کے بعد پیش آیا۔ احمدی برادری نے بھی حکومت کی جانب سے علاقے کے مختلف اضلاع میں اپنے فلاحی پروگرام بند کیے جانے کی شکایت کی۔ گلگت میں نامعلوم افراد نے اسماعیلی برادری کی عبادت گاہ کے ایک اسسٹنٹ کلرک پر فائرنگ کر دی۔

2021 میں سوچ کی آزادی کو کئی پابندیوں کا سامنا رہا۔ 31 جنوری کو نیشنل ورکرز فرنٹ جی بی نے 'گلگت بلتستان: اراضی، جنگلی حیات اور قومی سوال' کے موضوع پر محقق اور نیویارک یونیورسٹی کی پروفیسر آف سوشیالوجی ڈاکٹر نوشین علی کے ساتھ ایک زوم لیکچر کا انعقاد کیا۔ یہ لیکچر جی بی حکومت کے اس اعلان کے حوالے سے منعقد کیا گیا تھا کہ یہ پورے جی بی میں نیشنل پارکس قائم کرے گی۔ ڈاکٹر نوشین گلگت آنے کا ارادہ رکھتی تھیں، لیکن جولائی 2021 میں ان کی گلگت آمد سے پہلے وزیر اطلاعات نے ایک ٹویٹ میں دعویٰ کیا کہ وہ ایک 'کٹھ پتلی' تھیں جو ملک دشمن طاقتوں کی ایما پر جی بی کی ساکھ خراب کریں گی۔ ان کی گلگت آمد پر انٹیلی جنس ایجنسیوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں دھمکایا۔

اسی طرح، قانون نافذ کرنے والے اداروں نے جرمن محقق ڈاکٹر ہرمن کروٹزمن جنہوں نے 45 سال سے زائد کا عرصہ جی بی پر تحقیق میں گزارا ہے، کی کتاب 'ہنزہ میٹرز' کی تقریب رونمائی پر پابندی لگا دی۔ کتاب کی رونمائی 13 جولائی 2021 کو ہنزہ میں ہونا تھی۔ تقریب کے منتظمین جن میں دانشور عزیز علی داد بھی شامل تھے، کو بھی دھمکیاں موصول ہوئیں۔ سول سوسائٹی کے کارکنوں نے اس اقدام کو لوگوں کو اپنی تاریخ اور ثقافت سے بے خبر رکھنے کی دانستہ ریاستی پالیسی قرار دیا۔

اگست میں وادی یاسین میں پولیس نے ایک نامور مقامی سماجی و سیاسی کارکن مدد شاہ کو مقامی انتظامیہ پر تنقید کرنے پر

گرفتار کرلیا۔ اکتوبر میں ایک اور واقعے میں ایک مقامی سیاسی کارکن شہناز بھٹو کو اس وقت دھمکیاں موصول ہوئیں جب انہوں نے ضلع غِذر میں گھریلو تشدد کے ایک واقعے کی نشاندہی کی۔ اگست میں لائن ڈیپارٹمنٹ ایسوسی ایشن کے صدر حاجی اِجلال کو لائن ڈیپارٹمنٹ کے ملازمین کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے پر گرفتار کرلیا گیا۔ جی بی میں ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر اور نامور ماہرِ قلب ڈاکٹر اعجاز ایوب کا ان کی فعالیت کی بنا پر ایک دور افتادہ علاقے میں تبادلہ کردیا گیا۔

اظہار رائے اور انجمن سازی کی آزادی

مئی 2021 میں مقامی پولیس نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے جی بی میں فرقہ ورانہ تشدد میں مبینہ طور پر ملوث ہونے کے حوالے سے سوشل میڈیا پر پوسٹس لگانے پر ایک سیاسی کارکن حسنین رمل کو گرفتار کرلیا۔ وہ دو ماہ سے زائد عرصہ تک قید میں رہے۔ انہیں اس سے پہلے 2017 اور 2019 میں بھی ریاست پاکستان کے خلاف سوشل میڈیا پر پوسٹس لگانے کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا تھا۔ ان کا نام پہلے ہی اے ٹی اے کے چوتھے شیڈول کی فہرست میں موجود ہے۔ وہ گزشتہ چار سالوں سے مقامی عدالتوں میں اے ٹی اے کی دفعات کے تحت الزامات کا سامنا کررہے ہیں۔

اکتوبر میں جموں اینڈ کشمیر لبریشن فرنٹ کے سیکریٹری جنرل انجینیئر ناصر کپوت کو گلگت سے گرفتار کرلیا گیا۔ اسی طرح، جی بی اسمبلی کے رکن شہزاد آغا کو مقامی انتظامیہ نے سکردو میں عوامی اجلاسوں میں خطاب سے روک دیا کیونکہ ان کا نام بھی چوتھے شیڈول میں تھا۔

گزشتہ چار سالوں کے دوران جی بی میں جھوٹی ایف آئی آرز، کردار کشی، دھمکیوں اور مقامی صحافیوں کے خلاف مہمات کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ 2021 میں ریاستی اور غیر ریاستی عناصر کی جانب سے آزادی اظہار رائے کو دبانے کے واقعات بھی بڑھ گئے۔ 13 ستمبر 2021 کو مقامی پولیس نے ایک مقامی صحافی حسین برچھا کو اس وقت گرفتار کرلیا جب انہوں نے گلگت کے پولیس ٹریننگ سنٹر میں ڈی آئی جی رینجرز کی جانب سے خواتین اہل کاروں کی مبینہ جنسی ہراسانی کے بارے میں سوشل میڈیا پر پوسٹ شیئر کی۔ پولیس نے برچھا کو آدھی رات کے وقت اٹھایا اور بغیر ایف آئی آر 24 گھنٹوں تک زیر حراست رکھا۔ ان کے خاندان نے حبس بے جا کی اپیل دائر کی جس پر گلگت کی چیف کورٹ نے انہیں اسی دن رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔ امجد حسین برچھا کی گرفتاری پر پولیس کو تنقید کا نشانہ بنانے پر گلگت سے تعلق رکھنے والے ایک سینیئر صحافی منظر شگری کے خلاف بھی ایف آئی آر درج کرنے کی کوشش کی گئی۔

اگست 2021 میں گلگت سے تعلق رکھنے والے صحافی مہتاب الرحمٰن کو وزیراعلیٰ سیکریٹریٹ کے باہر وائے ڈی اے کے احتجاج کی کوریج کے دوران جان سے مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ غذر سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی فیروز خان کو مئی میں مقامی مارکیٹ میں زائد المعیاد اشیائے خورونوش اور دیگر مسائل کی نشاندہی پر جان سے مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ 10 اگست کو یونین آف جرنلسٹس اور گھانچے پریس کلب کے صدر کے خلاف اس وقت ایف آئی آر درج کی

گئی جب انہوں نے گھانچے میں سول سوسائٹی کی جانب سے منعقد کیے گئے احتجاج اور دھرنے میں شرکت کی۔ اس مظاہرے میں ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اسپتال میں ایک گائناکالوجسٹ تعینات کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔'پھنڈر ٹائمز' نامی سوشل میڈیا پیج کے مالک فدا علی شاہ شگری کو مفاد عامہ کے ایک مسئلے کی نشاندہی پر مقامی حکومت کے ایک ٹھیکے دار نے دھمکیاں دیں۔

صحافی برادری نے الزام عائد کیا کہ جی بی کا محکمہ اطلاعات میڈیا ہاؤسز کو بطور رشوت سرکاری اشتہارات دے کر اور مختلف موقعوں پر 'صحافتی امور سے متعلق ہدایات' جاری کر کے صحافیوں کو دھمکا رہا ہے۔ صحافیوں نے ایچ آر سی پی کو یہ بھی بتایا کہ انہیں جون 2021 میں فون پر مقامی محکمہ اطلاعات کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں جس میں انہیں گلگت میں ایک پریس کانفرنس میں ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ 'انسانی حقوق کی صورت حال 2020' کی رونمائی کی کوریج روکنے کو کہا گیا۔

اپریل میں صوبائی وزیر خوراک شمس لون نے ایک مقامی صحافی عاقل حسین کو دھمکیاں دیں جس نے سوشل میڈیا پر ایک پوسٹ کے ذریعے وزیر کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ جی بی حکومت نے مارچ میں ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کو فرقہ ورانہ معاملات کی نشاندہی کرنے والے سوشل میڈیا صارفین کے خلاف 'سخت اقدامات' کرنے کا حکم دیا گیا۔ 2021 کے دوران ہندوستانی ٹی وی چینل نشر کرنے کے الزامات پر چھ سے زائد کیبل آپریٹروں کے خلاف مقدمات درج کیے گئے۔

مارچ میں مذہبی عناصر نے نامور محقق عزیز علی داد اور وائے ڈی اے کے صدر ڈاکٹر اعجاز ایوب کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ ان دونوں حضرات نے سابق کرکٹر سعید انور کے گلگت اور ہنزہ کے تبلیغی دورے پر تنقید کی تھی جس کے دوران انھوں نے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا تھا جس میں خواتین کے عالمی دن کے موقع پر قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی (کے آئی یو) میں ایک اجتماع سے خطاب بھی شامل تھا۔

اجتماع کی آزادی

اپریل میں مقامی انتظامیہ نے کووڈ 19 کو جواز بنا کر قوم پرست جماعت قراقرم نیشنل موومنٹ کی جانب سے ایک مقامی ہوٹل میں جی بی کی سیاسی حیثیت پر منعقد کیے گئے سیمینار پر پابندی لگا دی۔ پارٹی عہدے داروں نے حکومت کے اس منافقانہ فیصلے پر اسے تنقید کا نشانہ بنایا چونکہ اس نے اسی سال 5 فروری کو یومِ کشمیر اور 23 مارچ کے موقع پر ریلیوں اور تقریبات کی اجازت دی تھی۔

مئی میں ہنزہ سے تعلق رکھنے والے ایک سیاسی کارکن رحمت علی کی ہنزہ میں شاہراہ قراقرم پر فرنٹیئر ورکرز آرگنائزیشن (ایف ڈبلیو او) کے اہل کار کے ساتھ تکرار ہوئی جس کے بعد مقامی پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا اور کئی گھنٹوں تک غیر

گلگت - بلتستان

قانونی حراست میں رکھا۔ جون میں بلتستان سے تعلق رکھنے والے سابق طلبا رہنما اور قوم پرست لیڈر منظور پروانہ کو کوہستان کے علاقے داسو سے گرفتار کرکے ان کے آبائی گاؤں رونڈو، بلتستان منتقل کردیا گیا۔ بلتستان میں ان کے حامیوں کے احتجاج کے بعد انہیں رہا کردیا گیا۔ تجمل حسین کو شعبہ اردو کے ایک استاد کی شکایت پر وائس چانسلر کی قائم کردہ کمیٹی کی سفارش پر کے آئی یو سے نکال دیا گیا۔ مذکورہ پروفیسر نے الزام لگایا تھا کہ تجمل حسین نے اسے مبینہ طور پر دھمکیاں دی تھیں۔ تجمل حسین نے الزام عائد کیا کہ یونیورسٹی انتظامیہ نے اسے فیسوں میں اضافے اور مرد اساتذہ کی جانب سے طالبات کو ہراساں کیے جانے کے خلاف آواز اٹھانے پر یونیورسٹی سے نکالا۔

مئی میں وزیر صحت حاجی گلبر اور جی بی اسمبلی کے رکن نصیب خان کو گلگت سے سکردو جاتے ہوئے ایف ڈبلیو او کے اہل کاروں نے دھمکایا۔ مئی ہی میں گلگت کے قریبی گاؤں سکوار سے تعلق رکھنے والے سماجی کارکن نائب خان کو لینڈ مافیا کی سرپرستی کرنے پر انتظامیہ کے خلاف مہم چلانے کی بنا پر گرفتار کرلیا۔

اگست میں گاکوچ میں ایک احتجاج کو روکنے کے لیے دفعہ 144 نافذ کردی گئی جہاں وادی اشکومن کے مکینوں نے معاونِ وزیر اعلیٰ ظفر محمد شادم خیل کے خلاف احتجاج کا اعلان کیا تھا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے ضلع غذر میں اٹر کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹی کے مینیجر کو تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔

ستمبر میں کے آئی یو کے 11 طلبا کے خلاف اے ٹی اے کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا۔ طلبا نے کے آئی یو میں یومِ حسین منانے کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا تھا۔ انہیں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ اسی دن یونیورسٹی انتظامیہ نے کیمپس کے ماحول کو فرقہ ورانہ قرار دیتے ہوئے یونیورسٹی کو بند کردیا۔ کچھ طلبا نے اس اقدام کو ان کے اجتماع کی آزادی کے حق کے منافی قرار دیا۔

اکتوبر میں ہنزہ میں مقامی پولیس نے ریٹائرڈ فوجی اہل کاروں کو گرفتار کرلیا جو اپنی ماہانہ پنشن کی ادائیگی میں تاخیر کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔ اگست میں ایک اور واقعے میں 25 اگست 1989 کو پی آئی اے کے فوکر طیارے کی گلگت سے اسلام آباد پرواز کے دوران گمشدگی کی تحقیقات کا مطالبہ کرنے والے مظاہرین کو اے ٹی اے کی دفعات کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ مظاہرین لاپتا طیارے کے مسافروں کے رشتے دار تھے۔

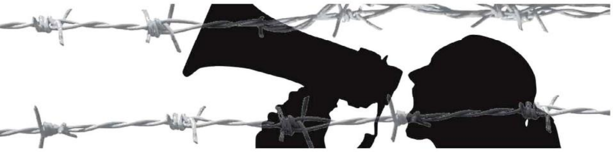

جمہوری پیش رفت

وفاقی وزارت داخلہ نے 5 جنوری کو جی بی میں جنگلی حیات، جنگلات اور ماحول کے تحفظ کے لیے فرنٹیئر کانسٹیبلری کی تعیناتی کے احکامات جاری کیے۔ جی بی کے رہائشیوں نے اسے وفاق کا مقامی فورسز پر عدم اعتماد قرار دیا۔

آخری بلدیاتی انتخابات 2004 میں منعقد ہوئے تھے۔ اگرچہ پی ٹی آئی کی نئی منتخب حکومت نے اعلان کیا تھا کہ جی بی میں بلدیاتی انتخابات 2021 میں ہوں گے، تاہم اس نے ابھی تک اپنا یہ وعدہ پورا نہیں کیا۔

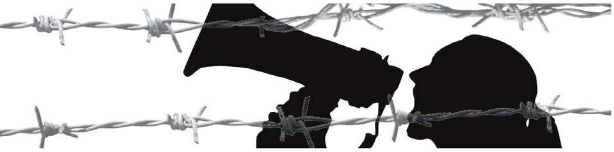

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

اکتوبر میں بالائی غذر میں ایک 12 سالہ لڑکی کے ساتھ گھریلو تشدد کا واقعہ رپورٹ ہوا۔ اس کے والد، بھائی اور دو دیگر رشتے داروں نے اس پر ایک مقامی لڑکے کو ٹیکسٹ میسیجز کا تبادلہ کرنے کا الزام لگا کر تشدد کا نشانہ بنایا۔ ستمبر میں ایک اور واقعے میں غذر سے تعلق رکھنے والی ایک ٹیچر جس کی شادی گچ گاؤں سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے ہوئی تھی، نے دریا میں کود کر خودکشی کر لی۔ اس کے خاندان نے الزام عائد کیا کہ اس کے سسرالیوں نے اسے تشدد کا نشانہ بنایا تھا جو اس کی خودکشی کا سبب بنا۔ متاثرہ خاتون کے بھائی نے گلگت میں ایچ آر سی پی کے دفتر میں شکایت درج کرائی اور قانونی معاونت کی درخواست کی۔ ایچ آر سی پی نے کیس مقامی پولیس کے سپرد کر دیا۔

آٹھ اگست 2021 کو پرانی شاہراہ ریشم کے ذریعے پیدل سفر شروع کرنے والی ایتھلیٹ نادیہ جلال کے خلاف ایک مہم شروع کی گئی۔ ایسی ہی ایک مہم کے آئی یو کی طالبہ کے خلاف بھی شروع کی گئی جس نے اکتوبر میں ایک سپورٹس گالا کے دوران گانا گایا تھا۔ ایک مقامی صحافی نے نامور سماجی کارکن اور نیوز پورٹل 'پامیر ٹائمز' کے مالک نور پامیری کی اہلیہ کے خلاف ایک پراپیگنڈا مہم شروع کی کہ وہ جی بی میں 'مغربی' ایجنڈا کو فروغ دے رہی ہیں۔ جون میں سکردو میں زمین کے تنازعے پر مقامی نوجوانوں نے تین خواتین کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا۔ مقامی پولیس نے سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والی ویڈیو کے ذریعے ملزمان کی شناخت کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔

بلتستان یونیورسٹی کے وائس چانسلر محمد نعیم کی جانب سے ایک طالبہ کو جنسی طور پر ہراساں کیے جانے سے متعلق ایک ٹیکسٹ میسج سوشل میڈیا پر وائرل ہو گیا۔ بلتستان کی سول سوسائٹی کے کارکنوں نے اکتوبر 2021 میں واقعے کے خلاف دو ہفتوں تک احتجاج کیا۔ وائس چانسلر نے ہراسانی کے الزامات مسترد کر دیے اور ایف آئی اے کی جانب سے واقعے کی شفاف تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ تاہم، یہ مسئلہ اب تک حل نہیں ہو سکا۔ جی بی میں کام کی جگہ پر ہراسانی کا معاملہ بھی تشویش کا باعث بنا رہا۔ گلگت کے پولیس ٹریننگ سنٹر میں سینیئر پولیس اہل کاروں کی جانب سے خواتین عملے کی مبینہ جنسی ہراسانی اس کی نمایاں مثال ہے (اوپر اظہار رائے کی آزادی ملاحظہ کریں)۔ کام کی جگہ اور تعلیمی اداروں میں ہراسانی کے ایسے زیادہ تر واقعات رپورٹ نہیں ہوتے کیوں کہ ان میں متاثرہ خواتین ہی کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔

سول سوسائٹی نے ایک مقامی عدالت کے ادیبہ قتل کیس کے ملزموں کو بری کرنے کے فیصلے کے خلاف گلگت میں جی بی اسمبلی کے باہر احتجاج کیا۔ 22 سالہ ادیبہ کی شادی گوجال، ہنزہ کے علاقے شمشال میں ہوئی تھی۔ شادی کے سات ماہ بعد مئی میں اس کی نعش وادی شمشال میں ایک دریا کے قریب پائی گئی۔ اس کے سسرال والوں نے واقعے کو خودکشی جبکہ اس کے بھائی نے قتل قرار دیا۔ واقعے کی ایف آئی آر درج کر کے ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا لیکن انہیں تین ماہ بعد

ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ بعدازاں، جی بی کی چیف کورٹ نے ملزمان کی ضمانت منسوخ کر دی اور انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ متاثرہ خاندان کی چیف کورٹ جی بی میں ایک پٹیشن پر عدالت نے واقعے کی دوبارہ تفتیش کا بھی حکم دیا۔

2021 کے آخری پانچ ماہ کے دوران جی بی میں خواتین کے خلاف تشدد کے کئی واقعات رپورٹ ہوئے۔ خواتین کے خلاف تشدد کے متاثرین کے لیے سرکاری یا نجی ایک بھی پناہ گاہ نہیں ہے۔ سکردو سے تعلق رکھنے والی انسانی حقوق کی کارکن اور وکیل زرینہ نے بتایا کہ انہوں نے 2021 میں سکردو کی ایک سیشن عدالت میں ایک مقدمہ دائر کرنے کی کوشش کی تھی جس میں انہوں نے تشدد کے متاثرین کے لیے ایک پناہ گاہ کا مطالبہ کیا تھا، لیکن مقامی عدالت نے مقدمے کو سماعت کے لیے مقرر کرنے ہی سے انکار کر دیا۔

بلتستان سے تعلق رکھنے والے ایک نامور وکیل اور انسانی حقوق کے کارکن آصف ناجی نے ان لڑکیوں کے استحصال کا معاملہ اٹھایا جنہیں دیگر ممالک، خاص کر مشرقِ وسطیٰ اور متحدہ عرب امارات کے مردوں سے شادی کے لیے رقم کی پیشکش کی جاتی ہے، لیکن انہیں شادی کے بعد جسمانی اور ذہنی بدسلوکی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گلگت سے تعلق رکھنے والی ایک ایسی ہی متاثرہ خاتون نے ایچ آر سی پی کو اپنے تجربے سے آگاہ کیا۔ اس نے بتایا کہ مقامی لوگوں کے ایک گروہ (غیر اندراج شدہ یا غیر رسمی شادی بیورو) نے اسے رقم کی پیش کش کی۔ شادی کے بعد اسے اپنے شوہر کے ہاتھوں تشدد کا سامنا رہا۔

بچے

جی بی میں بچوں سے زیادتی کے واقعات بڑھ گئے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ تر واقعات رپورٹ نہیں ہوتے۔ جولائی میں وادی یاسین کے علاقے سلیگان میں ایک کم سن بچی کو قتل کر دیا گیا جبکہ اسی ماہ ایک بچہ لاپتا ہو گیا۔ دونوں واقعات میں ملزمان اب تک گرفتار نہیں ہو سکے۔

اگست میں گلگت کے علاقے بارگو میں دو بچوں کو پانچ لڑکوں نے اجتماعی جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ ملزمان کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی اور یہ مقدمہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے۔ اسی ماہ دو درخواست گزاروں نے ایچ آر سی پی کے دفتر میں ایک شکایت درج کرائی جن کے آٹھ اور دس سالہ بیٹوں کو پانچ افراد نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔ ایچ آر سی پی نے کیس جی بی میں بچوں کے حقوق کے کمیشن کو منتقل کر دیا۔

بچوں سے زیادتی کا ایک واقعہ گلگت کے علاقے دینیور سے تعلق رکھنے والے ایک سماجی اور سیاسی کارکن نوید احمد نے اپریل میں رپورٹ کیا۔ نوید کے مطابق مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے ایک شخص نے ضلع گلگت کے علاقے دینیور میں ایک دس سالہ بچے کو زیادتی کا نشانہ بنایا۔ مقامی پولیس نے ملزم کو گرفتار کر لیا اور مقدمہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے۔

جی بی میں کم عمری کی شادی، بچوں سے زیادتی، بچوں کی مشقت اور بچوں کے خلاف تشدد میں اضافہ ہوا ہے۔ شہر کاری

میں اضافے کے ساتھ، بچوں کی بیگار اور کچرا چننا جی بی کے بڑے قصبوں میں عام مناظر بن چکے ہیں۔ اگرچہ جی بی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ وہ یونیسیف کے تعاون سے 2020 میں گلگت میں ایک چائلڈ پروٹیکشن یونٹ قائم کرے گی، تاہم گلگت میں جو یونٹ قائم کیا گیا اس میں نہ تو مالی اور انسانی وسائل دستیاب ہیں نہ ہی یہ فعال ہے۔

محنت کش

پی ٹی آئی حکومت نے حلف لینے کے کچھ ہی عرصے کے بعد جی بی میں نئی بھرتیوں پر پابندی عائد کر دی۔ حکومت کا یہ اقدام شدید تنقید کی زد میں رہا۔ لوگوں نے الزام عائد کیا کہ جی بی حکومت خالی اسامیوں پر بھرتی کے اپنے وعدے سے

وائے ڈی اے نے مارچ میں ہڑتال کر دی اور دھرنا دیتے ہوئے اپنی شرائط ملازمت کی مستقلی کا مطالبہ کیا اور اپنے رہنماؤں کو نشانہ بنائے جانے کی مذمت کی

انحراف کر رہی ہے۔ جی بی کے تمام لائن محکمہ جات کے ملازمین نے اپریل میں گلگت میں تین روز تک دھرنا دیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے الاؤنس میں پائے جانے والے تفاوت کو ختم کیا جائے۔ مارچ میں وائے ڈی اے نے بھی جی بی بھر میں ہڑتال کر دی اور دھرنا دیا۔ اس نے اپنی خدمات کی مستقلی کی مطالبہ کیا اور اپنے رہنماؤں کو نشانہ بنانے کی مذمت کی۔ ضلع دیامر میں دی گریجوایٹ الائنس دیامر نے دیامر بھاشا ڈیم پراجیکٹ میں بھرتیوں میں مقامی نوجوانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کے خلاف احتجاج کیا۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

دی ایسوسی ایشن آف دی پرسنز وِد ڈسیبلیٹیز معذوری کے ساتھ جیتے افراد کی شکایات کو اجاگر کرتی رہی۔ اس نے خاص طور پر سپیشل ایجوکیشن کمپلیکس کے ایک ہاسٹل پر قومی احتساب بیورو کے قبضے کی نشاندہی کی۔ ہاسٹل کی عمارت جی بی کے دور افتادہ علاقوں سے تعلق رکھنے والے معذوری کے ساتھ جیتے ان افراد کے لیے تعمیر کی گئی تھی جو سپیشل ایجوکیشن کمپلیکس میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جی بی کی چیف کورٹ نے 21 اکتوبر کو ایک حکم جاری کیا جس میں مقامی انتظامیہ کو تین ماہ

کے اندر ہاسٹل خالی کرانے کا کہا گیا۔ تاہم، ہاسٹل اب تک خالی نہیں کرایا جاسکا۔

گلگت بلتستان پرسنز وِدڈِسیبلیٹیز ایکٹ 2019 جس کا مقصد معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے حقوق کو یقینی بنانا ہے، اب تک نافذ نہیں ہوسکا کیوں کہ ایکٹ کے ضوابط کو اب تک حتمی شکل نہیں دی جاسکی۔ معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو نہ تو سرکاری اور نجی دفاتر، بینکوں اور مساجد تک رسائی ہے، نہ ہی ان کے ملازمتی کوٹہ پر قانون کے مطابق بھرتیاں کی جاتی ہیں۔ قانون کی رو سے سرکاری شعبے میں خصوصی افراد کا کوٹا تین فیصد ہے۔

گلگت - بلتستان

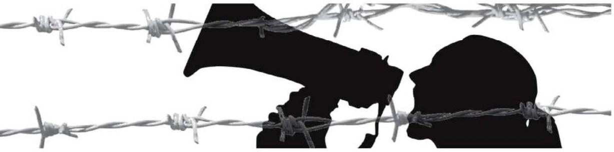

سماجی اور معاشی حقوق

صحت

خودکشیوں کی بڑھتی شرح جی بی کا سنگین ترین سماجی مسئلہ رہا۔ 2021 میں پولیس نے خودکشی کے 29 مقدمات درج کیے۔ ماہرین کے مطابق ذہنی صحت کے مسائل خودکشی کی سب سے بڑی وجہ ہیں۔ اس حوالے سے کئی عوامل (سماجی معاشی اور سماجی سیاسی) کارفرما ہیں۔ مثال کے طور پر علاقے میں نفسیاتی امراض کا ایک بھی مرکز نہیں ہے اور جی بی میں تربیت یافتہ ماہرین نفسیات کی تعداد بہت کم ہے۔

اگرچہ سال کے پہلے تین ماہ کے دوران کووڈ 19 کے کیسز کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہی، سال کے آخری چھ ماہ میں کیسز میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس کا ذمہ دار پاکستان بھر سے آنے والے سیاحوں اور جی بی حکومت کی جانب سے کیے گئے ناکافی اقدامات کو قرار دیا گیا۔ علاوہ ازیں، ویکسی نیشن مہم کی رفتار بھی سست رہی۔ اس بحران کے حوالے سے ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تعینات 100 سے زائد نرسوں اور دیگر پیرامیڈیکل عملے کے معاہدے نومبر 2020 میں ختم ہو گئے۔ دوسری جانب 2021 میں ینگ ڈاکٹرز کی ہڑتالوں اور دھرنوں نے جی بی میں نگہداشت صحت کی صورت حال کو مزید سنگین بنا دیا۔

زمین کے حقوق

مقامی کمیونٹیوں کا حکومت کے ساتھ حقوقِ اراضی کا مسئلہ گزشتہ چند سالوں میں شدت اختیار کر گیا ہے۔ مقامی آبادی سول حکومت، انتظامیہ اور سرمایہ دار اشرافیہ کو کمیونٹی کی زمینوں پر قبضے کا ذمہ دار قرار دیتی ہے۔ سول سوسائٹی کا دعویٰ ہے کہ ان تینوں کی ملی بھگت نے مقامی لوگوں کو مزید استحصال سے دوچار کر دیا ہے۔

2021 کے دوران جی بی کے طول وعرض میں اراضی سے متعلق کئی تنازعات سامنے آئے۔ ایک واقعے میں گلگت کے علاقے سکوار میں 100 کنال بنجر زمین حکومت اور مقامی کمیونٹی کے درمیان تنازع کا سبب بنی۔ مقامی آبادی کا دعویٰ ہے کہ حکومت ایک پولیس ٹریننگ اسکول اور پولیس کالونی سمیت سرکاری دفاتر کی تعمیر کے لیے ان کی زمینیں غیر قانونی طور پر حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کمیونٹی نے ستمبر میں نائب خان کی زیر قیادت اراضی پر قبضے کے خلاف سکوار میں احتجاج اور دھرنا دیا۔ ایسے ہی واقعات چلمش داس، تھکداس، ماقپون داس، ناپور، برمس، کوٹ محلّہ، نئی کوئی اور جی بی کے دیگر علاقوں میں بھی دیکھے گئے۔ جی بی کی حزب اختلاف کی جماعتوں نے بھی کئی موقعوں پر احتجاج کیا لیکن یہ مسئلہ اب تک حل نہیں ہو سکا۔

ستمبر میں ایف آئی نے گلگت میں لینڈ مافیا کے ساتھ کام کرنے کے الزام میں ایک پٹواری اور نائب تحصیل دار کو گرفتار

کرلیا۔

علاقے کے رہائشی قومی پارکوں کے نام پر زمینوں کے حصول کی حالیہ کوششوں کو مسترد کر چکے ہیں۔ جی بی حکومت نے 21 جنوری 2021 کو جی بی جنگلی حیات ایکٹ 1975 کی دفعہ 5 اور جی بی جنگلات ایکٹ 2019 کے تحت ہمالین نیشنل پارک اور نانگا پربت نیشنل پارک کے نوٹیفکیشن جاری کیے، جس کے تحت ان علاقوں کو 'ممنوعہ' علاقے قرار دیتے ہوئے وہاں مقامی آبادی کی تمام سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی۔ اسی دن جی بی جنگلات ایکٹ 2019 کے تحت ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے آب گاہوں کو بھی تحفظ شدہ علاقے قرار دیا گیا۔ مقامی کمیونٹیوں نے ان نوٹیفکیشنز کے خلاف احتجاج کیا اور انہیں اپنے حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ علاقے انہیں روزگار فراہم کرتے ہیں۔ مقامی آبادیوں اور حزب اختلاف کی جماعتوں کے احتجاج کے بعد جی بی حکومت نے نوٹیفکیشن واپس لینے کا اعلان کیا، البتہ اس پر اب تک عمل درآمد نہیں ہو سکا۔

نومل گاؤں کے رہائشیوں اور سکیورٹی فورسز کے درمیان چلمش داس (گلگت اور نومل گاؤں کے درمیان بنجر اراضی) کے تنازع پر تصادم ہوا۔ جی بی کے عوام حکومت اور بڑے سرمایہ کاروں کی جانب سے قدرتی وسائل اور اراضی کے استحصال کے بارے میں فکرمند ہیں۔ دانیال لاشاری کی جانب سے 2019 سے 2021 تک عطا آباد جھیل کے کنارے لکسس ہنزہ نامی ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر نے مقامی آبادیوں میں مایوسی کو جنم دیا۔ مقامی آبادی کا کہنا ہے کہ حکومت کی درپردہ حمایت سے ماحولیاتی لحاظ سے نازک علاقے میں اتنے بڑے انفراسٹرکچر کی تعمیر کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح، سرکاری مشینری نے خاموشی سے دیوسائی نیشنل پارک کے علاقے میں گلیمپنگ سائٹس کی تعمیر کی اجازت دے دی جو نیشنل پارکس کے قواعد وضوابط کے خلاف ہے۔

ماحول

گزشتہ موسم سرما کے دوران شدید برف باری نے رہائشیوں کی زندگی مشکل بنادی۔ ماہرین کے مطابق موسمی تبدیلی کے باعث علاقے میں گزشتہ نصف صدی کی شدید ترین برف باری دیکھی گئی۔ علاوہ ازیں، ہر سال مسلسل قدرتی آفات، جن میں 2010 سے اضافہ ہوا ہے، کے باوجود گزشتہ آفات نیز 2010 میں عطا آباد کی آفت کے نتیجے میں بے دخل ہونے والے افراد اب بھی مایوس کن حالات میں رہ رہے ہیں۔

18 مئی کو شسپر میں گلیشیائی جھیل پھٹنے کے نتیجے میں آنے والے سیلاب کے باعث ہنزہ کے علاقے حسن آباد میں ہنگامی صورت حال پیدا ہوگئی۔ سیلاب نے حفاظتی دیواروں اور اراضی کو نقصان پہنچایا۔ سیلاب سے حسن آباد میں شاہراہِ قراقرم کے ایک حصے کو بھی نقصان پہنچا۔ ایسا ہی ایک واقعہ 6 جولائی 2021 کو وادی غلتر میں پیش آیا جس سے آب پاشی کے نالوں، فصلوں اور جنگلات کو نقصان پہنچا۔ چار افراد لاپتا ہونے کے بعد مردہ پائے گئے اور کئی بے گھر ہوئے۔

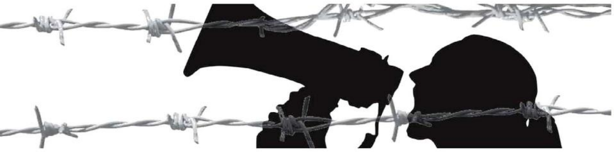

ضمیمہ 1

2021ء میں انسانی حقوق سے تعلق قانون سازی

اس ضمیمہ میں 2021ء میں منظور کیے گئے ان قوانین کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق انسانی حقوق سے ہے۔

آرڈیننس

- انتخابات (تیسرا ترمیمی) آرڈیننس 2021ء کے ذریعے 2017ء کے انتخابات ایکٹ میں ترمیم کر کے منتخب امیدوار پر لازم قرار دیا گیا کہ اگر وہ پہلی بیٹھک کے 60 دن کے اندر یا انتخابات آرڈیننس کے نفاذ کے 40 دن کے اندر حلف نہیں لیتا تو نشست خالی تصور کی جائے گی۔
- تحفظِ والدین آرڈیننس 2021ء والدین کو ان کے بچوں یا شریک حیات کی جانب سے گھر سے بے دخل کیے جانے سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے قید بامشقت یا سزا یا دونوں کے مستوجب ہوں گے۔
- انتخابات (دوسرا ترمیمی) آرڈیننس 2021ء سمندر پار پاکستانیوں کو اپنے ملک میں عام انتخابات کے دوران ووٹ ڈالنے کے قابل بناتا ہے۔ آرڈیننس عام انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے لیے الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں (ای وی ایمز) کی فراہمی کا بھی اہتمام کرتا ہے۔
- انتخابات (ترمیمی) آرڈیننس 2021ء کے ذریعے انتخابات ایکٹ 2017ء میں استعمال کی گئی زبان میں ترمیم کی گئی اور ووٹ ڈالنے سے متعلق دفعات شامل کی گئیں۔
- دی پاکستان فوڈ سکیورٹی فلو اینڈ انفارمیشن آرڈیننس 2021ء ایک ایسے مرکزی ڈیٹا بیس کے قیام کا اہتمام کرتا ہے جسے ضروری اشیائے خورونوش سے متعلق معلومات اکٹھا کرنے اور پالیسی بنانے کا اختیار ہو۔
- سرکاری املاک (تجاوزات کا خاتمہ) آرڈیننس 2021ء غیر منقولہ سرکاری املاک سے تجاوزات کے خاتمے کیلیے اقدامات تجویز کرتا ہے۔
- پاکستان نرسنگ کونسل (ہنگامی حالت کا انصرام) آرڈیننس 2021ء پاکستان نرسنگ کونسل کے ہنگامی انصرام کا اہتمام کرتا ہے۔
- پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی (ترمیمی) آرڈیننس 2021ء کے ذریعے پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی آرڈیننس 1965ء میں ترمیم کی گئی۔

وفاقی قانون سازی

- انتخابات (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2021ء کا مقصد یہ ممکن بنانا ہے کہ سمندر پار پاکستانی پاکستان میں عام انتخابات میں اپنے ووٹ کا حق استعمال کر سکیں۔
- بین الاقوامی عدالت انصاف (جائزہ و نظر ثانی) ایکٹ 2021ء فوجی عدالتوں کے احکامات اور فیصلوں کے حوالے سے غیر ملکی شہریوں کے جائزے اور نظر ثانی کے حق کو یقینی بناتا ہے۔
- مسلم خانگی قوانین (ترمیمی) ایکٹ 2021ء ازواج اور بچوں کے مرحوم شریک حیات کی غیر منقولہ جائیداد میں حصے پر حق کو تسلیم کرتا ہے۔
- انسدادِ ریپ (تفتیش اور ٹرائل) ایکٹ 2021ء ایکٹ خصوصی تفتیشی ٹیموں اور معین طریقہ کار کے ذریعے خواتین اور بچوں کے خلاف ریپ اور جنسی زیادتی سے متعلق جرائم کی فوری تلافی کو یقینی بناتا ہے۔
- کووڈ 19 (ذخیرہ اندوزی کی روک تھام) ایکٹ 2021ء کورونا وبا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ہنگامی صورت حال میں فہرست میں درج اشیا کی ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کا اہتمام کرتا ہے۔
- فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے تعزیرات پاکستان میں ترمیم کی گئی تاکہ بنیادی قانون میں تبدیلیوں کے ذریعے خواتین اور بچوں کے خلاف ریپ اور جنسی زیادتی کے واقعات پر مؤثر طور پر قابو پایا جا سکے۔
- پاکستان سنگل وِنڈو ایکٹ 2021ء کے ذریعے پاکستان میں سنگل وِنڈوز کے قیام کے لیے دفعات تشکیل دی گئیں۔
- دارالحکومت اسلام آباد جسمانی سزا کی ممانعت کا ایکٹ 2021ء بچوں کے خلاف جسمانی سزا کے خاتمے کا اہتمام کرتا ہے۔
- دارالحکومت اسلام آباد فوڈ سیفٹی ایکٹ 2021ء خوراک کے معیار اور محفوظ ہونے اور اسلام آباد فوڈ اتھارٹی کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- اسلام آباد رینٹ رِسٹرکشن (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے 2001ء کے کرایہ پر پابندی آرڈیننس میں ترمیم کی گئی۔
- خواتین کے جائیداد کے حقوق کے نفاذ کا (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے خواتین کے جائیداد کے حقوق کے نفاذ کا ایکٹ 2020ء میں ترمیم کی گئی۔
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے قومی کمیشن برائے حقوق نسواں ایکٹ

ضمیمہ 1

2020ء میں ترمیم کی گئی۔

- ہائیرایجوکیشن کمیشن (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے ہائیرایجوکیشن کمیشن سے متعلقہ قوانین میں ترمیم کی گئی۔
- پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ میڈیا پروفیشنلز ایکٹ 2021ء صحافیوں اور میڈیا کے افراد کی آزادی، غیر جانبداری، تحفظ اور اظہار رائے کی آزادی کے فروغ اور تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔
- بین الاقوامی عدالت انصاف (جائزہ اور نظر ثانی) ایکٹ 2021ء بین الاقوامی عدالت انصاف کے فیصلوں کے نفاذ کے حوالے سے جائزے اور نظر ثانی کے حق کو یقینی بناتا ہے۔
- باہمی قانونی معاونت (فوجداری معاملات) (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے 2020ء کے باہمی قانونی معاونت (فوجداری معاملات) ایکٹ میں ترمیم کی گئی۔

صوبائی قانون سازی

بلوچستان

- بلوچستان ویکسی نیشن (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے بلوچستان ویکسی نیشن آرڈیننس 1958ء میں ترمیم کی گئی۔
- بلوچستان ادائیگی واجبات ایکٹ 2021ء تمام اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کے واجبات کی ادائیگی کو باضابطہ بناتا ہے۔
- بلوچستان بچوں کی ملازمت (ممانعت اور باضابطگی) کا ایکٹ 2021ء کا مقصد بچوں سے زیادتی کے خاتمے کی غرض سے بچوں کی ملازمت کی ممانعت اور اسے باضابطہ بنانا ہے۔
- بلوچستان کم از کم اجرت کا ایکٹ 2021ء مختلف اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کے لیے کم از کم اجرت اور مختلف الاؤنسز کو باضابطہ بناتا ہے تاکہ مزدوروں کیلیے رہن سہن کے معقول حالات کو یقینی بنایا جا سکے۔
- ضابطہ فوجداری، 1898ء بلوچستان (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء) میں اس کے بلوچستان پر اطلاق کے حوالے سے ترمیم کی گئی۔
- بلوچستان معلومات کے حق کا ایکٹ 2021ء بلوچستان میں شفافیت اور معلومات تک رسائی کو یقینی بناتا ہے۔
- بلوچستان فوڈ اتھارٹی (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے بلوچستان فوڈ اتھارٹی ایکٹ 2014ء میں ترمیم کی گئی۔

- بلوچستان فوڈ فورٹی فکیشن ایکٹ 2021ء کا مقصد غذائی استحکام کے ذریعے غذائیت کی کمی کا خاتمہ ہے۔
- پاک اومان اسپتال پسنی ایکٹ 2021ء پاک اومان اسپتال پسنی کے قیام کا اہتمام کرتا ہے تا کہ ثانوی نگہداشت صحت کی سطح پر علاقے کے لوگوں کو ان کے گھر کی دہلیز پر صحت کی جدید سہولیات فراہم کی جا سکیں۔
- بلوچستان صوبے کے زیر انتظام سابق قبائلی علاقہ جات میں قوانین کے تسلسل کا ایکٹ 2021ء بلوچستان کے صوبے کے زیر انتظام سابق قبائلی علاقہ جات میں قوانین کے تسلسل کا اہتمام کرتا ہے۔

خیبر پختونخوا

- خیبر پختونخوا سزا واری ایکٹ 2021ء ان عناصر کی نشاندہی کرتا ہے جن پر عدالتوں کو سزائیں سناتے وقت غور کرنا چاہیے تا کہ سزاؤں میں باقاعدگی کو یقینی بنایا جا سکے۔
- خیبر پختونخوا خواتین کے خلاف گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) کا ایکٹ 2021ء کا مقصد صوبہ خیبر پختونخوا میں خواتین کے خلاف گھریلو تشدد کا خاتمہ ہے۔
- خیبر پختونخوا بورڈ آف ٹیکنیکل اینڈ کامرس ایجوکیشن ایکٹ 2021ء صوبہ خیبر پختونخوا میں خیبر پختونخوا بورڈ آف ٹیکنیکل اینڈ کامرس ایجوکیشن کے قیام نو کا اہتمام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا مخصوص ملازمین کے ادغام کا ایکٹ 2021ء خیبر پختونخوا کے ڈگری کالجوں کے ملازمین کے ادغام کا اہتمام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا مقامی حکومت (تیسرا ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے خیبر پختونخوا مقامی حکومت ایکٹ 2013ء میں ترمیم کی گئی۔
- خیبر پختونخوا یونیورسٹیز (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے خیبر پختونخوا یونیورسٹیز ایکٹ 2012ء میں ترمیم کی گئی۔
- خیبر پختونخوا یونیورسٹیز (ترمیمی) ایکٹ 2021ء خیبر پختونخوا یونیورسٹیز ایکٹ 2012ء میں ترمیم کی گئی۔
- خیبر پختونخوا گواہ کے تحفظ کا ایکٹ 2021ء گواہوں اور حساس نوعیت کی فوجداری کارروائیوں سے منسلک دیگر افراد کے تحفظ کا اہتمام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا پر تشدد انتہا پسندی کے خاتمے سے متعلق سنٹر آف ایکسیلنس ایکٹ 2021ء صوبہ خیبر پختونخوا میں پر تشدد انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے ایک تحقیق پر مبنی سینٹر آف ایکسیلنس کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا ایمپلائز سوشل سکیورٹی ایکٹ 2021 مخصوص ملازمین اور ان کے زیر کفالت افراد کو بیماری، زچگی، ملازمت، چوٹ یا موت کی صورت میں فوائد فراہم کرتا ہے۔

ضمیمہ 1

- خیبر پختونخوا ہوم بیسڈ ورکرز (فلاح وتحفظ) ایکٹ 2021ء صوبہ خیبر پختونخوا میں گھر پر کام کرنے والے ملازمین کے تحفظ اور فلاح کا اہتمام کرتا ہے اور ان کے کام کے حالات اور ضوابط کار کو باضابطہ بناتا ہے۔
- خیبر پختونخوا پروبیشن اینڈ پیرول ایکٹ 2021ء مجرموں کی پروبیشن، ان کی بحالی اور پیرول کے ضوابط فراہم کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا (سابق صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں ملازمت کی خدمات کو ضوابط میں لانے) کا ایکٹ 2021ء سابق صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں پراجیکٹ کی اسامیوں پر ٹھیکے کی بنیاد پر بھرتی کیے گئے مخصوص ملازمین کے تقرر اور ان کی خدمات کو باضابطہ کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔
- صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات لیویز فورس (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات لیویز فورس ریگولیشن ایکٹ 2012ء میں ترمیم کی گئی۔

پنجاب

- ایمرسن یونیورسٹی ملتان ایکٹ 2021ء ایمرسن یونیورسٹی ملتان کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- پنجاب خواتین کے جائیداد کے حقوق کے نفاذ کا ایکٹ 2021ء کا مقصد جائیداد میں خواتین کے ملکیتی حقوق کا تحفظ ہے۔
- دی انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اینڈ اپلائیڈ سائنسز خانیوال ایکٹ 2021ء انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اینڈ اپلائیڈ سائنسز کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- دی پنجاب اوورسیز پاکستانیز کمیشن ایکٹ 2021ء پنجاب اوورسیز پاکستانیز کمیشن کے قیام نو کا اہتمام کرتا ہے۔
- دی یونیورسٹی آف چائلڈ ہیلتھ سائنسز لاہور ایکٹ 2021ء یونیورسٹی آف چائلڈ ہیلتھ سائنسز لاہور کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- دی پنجاب ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز (قیام نو) ایکٹ 2021ء پنجاب میں مخصوص تعلیمی اداروں کے دوبارہ قیام کا بندوبست کرتا ہے۔
- دی نمل یونیورسٹی میانوالی ایکٹ 2021ء نمل یونیورسٹی میانوالی کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- دی یونیورسٹی آف چناب ایکٹ 2021ء یونیورسٹی آف چناب، گجرات کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- دی پنجاب کمیونٹی سیفٹی ایکٹ 2021ء عمارتوں، صحت اور فٹنس مراکز میں حفاظتی اقدامات کو یقینی بناتا ہے۔
- پنجاب پناہ گاہ اتھارٹی ایکٹ 2021ء پنجاب پناہ گاہ اتھارٹی کے قیام کا بندوبست کرتا ہے۔

- دی کِنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے مدت میں مزید توسیع کی گئی۔

سندھ

- دی ایجوکیشن سٹی (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے دی ایجوکیشن سٹی ایکٹ 2013ء میں ترمیم کی گئی تاکہ قانون میں یہ شامل کیا جاسکے کہ کون سے امور 'پراجیکٹ ڈائریکٹر'، 'پراجیکٹ امپلی مینٹیشن یونٹ' کے دائرے میں آتے ہیں اور بورڈ میں کون شامل ہوں گے۔
- ضیاءالدین یونیورسٹی امتحانات بورڈ (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے ضیاءالدین یونیورسٹی امتحانات بورڈ ایکٹ 2018ء میں ترمیم کی گئی۔
- سندھ ایمپلائز سوشل سکیورٹی (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے سندھ ایمپلائز سوشل سکیورٹی ایکٹ 2016ء میں ترمیم کرکے 'سیلف ایمپلائیڈ ورکر' اور 'سمارٹ کارڈ' کے لیے ایک ذیلی دفعہ شامل کی گئی۔
- سندھ شرائط ملازمت (سٹینڈنگ آرڈرز) (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے سندھ شرائطِ ملازمت (سٹینڈنگ آرڈرز) ایکٹ 2015ء میں ترمیم کی گئی تاکہ 'موسمی مزدور' کی حیثیت کی وضاحت کی جاسکے۔
- صحافیوں اور میڈیا کے دیگر افراد کے تحفظ کا ایکٹ 2021ء کا مقصد آئین پاکستان کی شق 19 کے مطابق اظہار رائے کے فروغ، تحفظ اور اس کی غیر جانبداری، حفاظت اور آزادی کو مؤثر طور پر یقینی بنانا ہے۔
- سندھ کنٹریکٹ پر رکھے گئے اساتذہ کی مستقلی کا (ترمیمی) ایکٹ 2019ء (2021ء میں منظور شدہ) کے ذریعے مستقلی ایکٹ 2018ء میں ترمیم کی گئی۔
- سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی ایکٹ 2011ء میں ترمیم کرکے قانون میں واضح کیا گیا کہ 'زیادتی' اور 'دیکھ بھال کرنے والا' سے کیا مراد ہے۔
- سندھ ٹیلی میڈیسن اینڈ ٹیلی ہیلتھ ایکٹ 2021ء کا مقصد صحت کے دور افتادہ مقامات کے ذریعے نگہداشت صحت تک رسائی میں آسانی، اضافے اور بہتری کو یقینی بنانا اور نگہداشت صحت کے ماہرین کی کمی کو پورا کرنا ہے۔
- سندھ مقامی حکومت (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کیذریعے سندھ مقامی حکومت ایکٹ 2013ء میں ترمیم کی گئی۔
- سندھ فوڈ فورٹی فکیشن ایکٹ 2021ء کا مقصد غذائی استحکام کے ذریعے غذائی کمی کا ازالہ اور خاتمہ ہے۔
- سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ ایکٹ 2021ء ٹھوس فضلے کو اکٹھا کرنے اور ٹھکانے لگانے، حفظانِ صحت کی خدمات کی مؤثر فراہمی، اور آلودگی سے پاک ماحول اور اس سے متعلقہ معاملات، اور صوبہ سندھ میں سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بورڈز کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔

انتظامی علاقوں میں قانون سازی

- گلگت۔بلتستان شعبہ صحت (ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکس کی خدمات کی مستقلی) کا ایکٹ 2021ء ان ڈی سی ایس کے ذریعے جو شعبہ صحت گلگت۔بلتستان میں اس وقت خدمات انجام دے رہے ہوں، ضابطے کے تمام کارروائیوں کی انجام دہی کے بعد مختلف شعبوں میں خالی نشستوں پر کنٹریکٹ پر بھرتی کیے گئے میڈیکل افسران کی مستقلی کا اہتمام کرتا ہے۔
- گلگت۔بلتستان مقامی حکومت (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے گلگت۔بلتستان مقامی حکومت ایکٹ 2014ء میں ترمیم کی گئی۔

آزاد جموں وکشمیر

- آزاد جموں وکشمیر انتخابات (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے آزاد جموں وکشمیر انتخابات ایکٹ 2020ء میں ترمیم کی گئی۔
- آزاد جموں وکشمیر کونسل (انتخابات) (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے آزاد جموں وکشمیر کونسل (انتخابات) ایکٹ 1978ء میں ترمیم کی گئی۔
- آزاد جموں وکشمیر بھرتی (تیسرے فریق کے ذریعے) ایکٹ 2021ء سرکاری اور کارپوریشن سروس میں بھرتی کے منصفانہ نظام کی بنیاد پر میرٹ اور مقابلے کے لئے قانون فراہم کرتا ہے۔
- آزاد جموں وکشمیر معاہدی، ایڈہاک یا عارضی سرکاری ملازمت کی مخصوص اقسام کی خدمات کی مستقلی (شرائط و ضوابط) کا ایکٹ 2021ء کا مقصد آزاد جموں وکشمیر کے عبوری آئین 1974ء کی دفعہ 49 کی مطابقت میں ایک قانون بنانا ہے۔
- آزاد جموں وکشمیر بچوں کے نظام انصاف کا ایکٹ 2021ء بچوں کے نظامِ فوجداری انصاف کا اہتمام کرتا ہے۔
- فوجداری قانون (پہلا ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے ضابطہ تعزیرات 1860ء اور ضابطہ فوجداری 1898ء میں ترمیم کی گئی۔
- آزاد جموں وکشمیر بیواؤں اور یتیموں کے لئے گزر بسر الاؤنس ایکٹ 2021ء مستحق بیواؤں اور یتیموں کے لئے گزر بسر الاؤنس کے لئے ایک قانون کا تقاضا کرتا ہے۔
- آزاد جموں وکشمیر ایمپلائز بنیو ولینٹ فنڈ اینڈ گروپ انشورنس (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے آزاد جموں و کشمیر ایمپلائز بنیو ولینٹ فنڈ اینڈ گروپ انشورنس ایکٹ 1971ء میں ترمیم کی گئی۔
- آزاد جموں وکشمیر رضا کارانہ سماجی بہبود ایجنسیز (اندراج اور کنٹرول) ایکٹ 2021ء رضا کار سماجی بہبود کی

ایجنسیوں کے اندراج، باضابطگی، تحلیل اور کنٹرول کا اہتمام کرتا ہے۔

- مغربی پاکستان وبائی امراض (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے مغربی پاکستان وبائی امراض ایکٹ 1958ء میں ترمیم کی گئی۔
- آزاد جموں وکشمیر مقامی حکومت (ترمیمی) ایکٹ 2021ء کے ذریعے آزاد جموں وکشمیر مقامی حکومت ایکٹ 1990ء میں ترمیم کی گئی۔

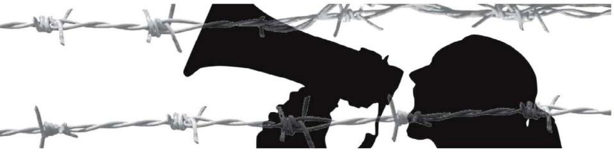

ضمیمہ 2

ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں

ورکشاپس، سیمینارز، میٹنگز اور پریس بریفنگز

جنوری

- 9 جنوری، کوئٹہ: کووڈ-19 کے دوران کمزور طبقات کے لیے ملازمت میں عدم مساوات پر فوکس گروپ ڈِسکشن۔
- 11 جنوری، اسلام آباد: میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوٹ آرڈیننس اور اس کے پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز پر اثرات کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آن لائن اجلاس۔
- 13 جنوری، حیدر آباد: کووڈ-19 کے دوران کمزور طبقات کے لئے ملازمت میں عدم مساوات پر فوکس گروپ ڈِسکشن۔
- 29 جنوری، اسلام آباد: پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کی نجکاری اور اس کے کم آمدنی والے مریضوں پر اثرات پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آن لائن اجلاس۔

فروری

- 4 فروری، اسلام آباد: مذہبی اقلیتوں کے لیے قومی لابینگ وفد کے ساتھ اجلاس۔
- 5 فروری، حیدر آباد: سندھ میں جرگوں، اس حوالے سے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلے اور انتظامیہ کے ردِعمل پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 9 فروری، لاہور: پاکستان میں پرائمری تعلیم کے لیے یکساں قومی نصاب کے مضمرات پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 10 فروری، ملتان: پاکستان میں خواجہ سرا افراد کو والدین کی معاونت کے کردار پر خواجہ سرا برادری کے نمائندوں کے ساتھ فوکس گروپ ڈِسکشن۔
- 12 فروری، کوئٹہ: بلوچستان میں انسانی حقوق کی پامالیوں پر ریاست کی خاموشی کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 16 فروری، اسلام آباد: سینیٹر رضا ربانی کی جانب سے دیے گئے عاصمہ جہانگیر میموریل لیکچر کا انعقاد۔
- 19-20 فروری، گلگت: شعبہ محنت اور مقامی سول سوسائٹی کے نمائندوں کی گلگت بلتستان میں لیبر قوانین کے حوالے سے تربیت کا انعقاد۔

- 23 فروری، ملتان: انسانی حقوق کے فروغ میں شہری صحافت کے کردار پر جنوبی پنجاب کے صحافیوں کے ساتھ فوکس گروپ ڈسکشن۔
- 24 فروری، لورالائی: بلوچستان میں کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے حقوق پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 25 فروری، حیدرآباد: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ ہوم بیسڈ ورکرز کے حقوق کے تحفظ پر اجلاس۔
- 25 فروری، لاہور: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ پاکستان میں طلبا فعالیت پر اجلاس۔
- 25 فروری، پشاور: جنوبی وزیرستان میں چار خواتین کے قتل کی مذمت کے لیے پریس کانفرنس کا انعقاد۔
- 26-28 فروری، پشاور: خیبر پختونخوا خواتین کے خلاف گھریلو تشدد (تحفظ اور روک تھام) بل 2021ء پر انسانی حقوق کے کارکنوں، وکلا، طلبا اور اساتذہ کے ساتھ اجلاس۔
- 27 فروری، ملتان: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ فوکس گروپ ڈسکشن۔

مارچ

- 3 مارچ، حیدرآباد/ جامشورو: بنیادی سہولیات کے فقدان اور قبضے کی دھمکیوں پر بحث کے لیے کسانوں اور محنت کشوں کے ساتھ اجلاس۔
- 5 مارچ، خضدار: بلوچستان میں انسانی سمگلنگ میں اضافے پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 6 مارچ، ملتان: خواتین کے عالمی دن اور آئندہ عورت مارچ پر سول سوسائٹی کے کارکنوں اور طلبا کے ساتھ مشاورت۔
- 8 مارچ، تربت: گائیڈ ایف پی پی اے، این آر ایس پی تربت اور آر وائے بی کے اشتراک سے خواتین کے عالمی دن پر سیمینار۔
- 9 مارچ، کوئٹہ: بلوچستان کی انسانی حقوق پالیسی پر فوکس گروپ ڈسکشن۔
- 1 اپریل، کوئٹہ: بلوچستان میں بچوں کے حقوق کی بہتری پر انسانی حقوق کے کارکنوں کے ساتھ اجلاس۔
- 3 اپریل، لاہور: کامران عارف کے لیے آن لائن ریفرنس۔
- 14 اپریل، لاہور: آئی اے رحمان کے لیے آن لائن ریفرنس۔
- 15 اپریل، حیدرآباد: ایچ یو جے کے اشتراک سے آئی اے رحمان کو خراج تحسین۔

- 17 اپریل، ملتان: آئی اے رحمان کے لئے آن لائن تعزیتی اجلاس۔

اپریل

- 1 مئی، ملتان: انسانی حقوق کے کارکنوں کے ساتھ محنت کشوں کے عالمی دن کے موقع پر محنت کشوں کے حقوق پر آن لائن فوکس گروپ ڈِسکشن۔
- 1 مئی، کوئٹہ: آئی اے رحمان کی یاد میں اجلاس۔
- 4 مئی، پشاور: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کے کنونشن (سیڈا) پر اجلاس۔
- 7 مئی، لاہور: طلبا کارکنوں کے ساتھ اجلاس۔
- 7 مئی، لاہور: راشد رحمان کی ساتویں برسی کے موقع پر آن لائن یادگاری ریفرنس۔
- 24 مئی، حیدرآباد: مذہبی بنیاد پرستی کے تدارک کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آن لائن اجلاس۔
- 24 مئی، پشاور: پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل کے خلاف قوانین پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 26 مئی، حیدرآباد: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آرٹیکل 19 اور لوگوں کے معلومات کے حق پر اجلاس۔
- 26 مئی، لاہور: کووڈ 19 کے دوران وکلا کے کام کے حالات پر اجلاس۔
- 27 مئی، حیدرآباد: نجی قرض دہندگان کے ہاتھوں چھوٹے قرض داروں کے استحصال پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آن لائن اجلاس۔
- 27 مئی، پشاور: طلبا یونینز کی اہمیت پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 31 مئی، لاہور: پاکستان میں لیبر قوانین کا جائزہ لینے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

جون

- یکم جون، اسلام آباد: پی ایف یو جے کے اشتراک سے ملک میں پریس کی آزادی اور تحفظ پر اجلاس۔
- 17 جون، تربت: تربت کی سول سوسائٹی کی جانب سے منعقد کردہ کانفرنس جس میں ایچ آر سی پی نے کونشکلات مندرو واقعے کی مذمت کی۔

- 17 جون، اسلام آباد: ایس سی بی اے پی، پی بی سی، اے جی ایچ ایس اور سیفما کے اشتراک سے عدلیہ اور میڈیا پر حملوں پر آل پاکستان لائرز ری پریزنٹیٹیوز کنونشن کا انعقاد۔
- 17 جون، ملتان: 2020ء میں پنجاب میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 21 جون، حیدرآباد: سندھ میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 22 جون، پشاور: خیبر پختونخوا میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 23 جون، کراچی: سندھ میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 23 جون، لاہور: پنجاب میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 23 جون، اسلام آباد: پاکستان میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 24 جون، حیدرآباد: رہائش کے حق اور ریاست کی ذمہ داریوں پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 24 جون، کراچی: وزیراعظم کے بیان کے جواب میں ریپ کے بارے میں تصورات کے خلاف دیگر انسانی حقوق کی تنظیموں کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس۔
- 25 جون، ملتان: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 26 جون، گلگت: گلگت بلتستان میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔
- 26 جون، حیدرآباد: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 26 جون، کوئٹہ: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 26 جون، تربت: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس اور مظاہرہ۔
- 30 جون، کوئٹہ: بلوچستان میں 2020ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر پریس کانفرنس۔

جولائی

- 14-16 جولائی، پشاور: تین مختلف گروپس کے لیے سماجی شہریت پر تربیت کا اہتمام۔
- 28 جولائی، لاہور: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت کے لیے پالیسی مکالمہ۔

اگست

_ 16اگست، لاہور: پاکستان میں طلباء کی سماجی اور سیاسی تحریکوں میں شرکت پر اجلاس۔

_ 24اگست، اسلام آباد: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو درپیش چیلنجز، حکمت عملیوں اور مسائل کے حل پر آن لائن اجلاس۔

_ 24اگست، پشاور: اقلیتوں کے حقوق کی صورت حال پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 24اگست، لورالائی: بلوچستان میں اقلیتوں کے حقوق کی صورت حال پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 25اگست، ملتان: جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کے فروغ کے لیے صحافیوں کے ساتھ آن لائن اجلاس۔

_ 26اگست، پشاور: طلباء کے حقوق پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 26اگست، کوئٹہ: بلوچستان میں معلومات کے حق کے قوانین پر عمل درآمد پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 27اگست، ملتان: جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کے کام کے فروغ کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 27اگست، لاہور: گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) بل 2021ء کا جائزہ لینے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 28اگست، حیدرآباد: پاکستان میں جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے سے متعلق مجوزہ ترمیمی بل پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 30اگست، گلگت: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 30اگست، اسلام آباد: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن اور جبری گمشدگیوں سے متعلق مجوزہ بل (فوجداری قوانین (ترمیمی) ایکٹ 2021ء) پر قومی ویبینار۔

_ 30اگست، پشاور: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 31اگست، لاہور: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر بحث کے لیے میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ اجلاس۔

ستمبر

- 15 ستمبر، کراچی: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر پالیسی مکالمہ۔
- 16 ستمبر، کراچی: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر بحث کے لیے میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ اجلاس۔
- 19 ستمبر، گلگت: گلگت ۔ بلتستان میں این سی ایس ڈبلیو کے کردار پر این سی ایس ڈبلیو کی چیئر پرسن اور دیگر سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ اجلاس۔
- 22 ستمبر، گلگت: گلگت ۔ بلتستان کے لیے مجوزہ انسانی حقوق پالیسی پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 27 ستمبر، اسلام آباد: گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) بل 2021ء کا جائزہ لینے کے لئے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آن لائن اجلاس۔

اکتوبر

- یکم اکتوبر، ملتان: انسانی حقوق کے دفاع کاروں، طلبا اور وکلا کے لیے سماجی شہریت پر تربیتی ورکشاپ کا انعقاد۔
- یکم اکتوبر، کوئٹہ: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر بحث کے لیے میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ اجلاس۔
- 2 اکتوبر، کوئٹہ: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر پالیسی مکالمہ۔
- 3 اکتوبر، اسلام آباد: کمیونٹی سہولت کاروں کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے حقوق اور ان کے لیے قانونی تحفظ، نیز سائبر سپیس میں فعالیت پر تربیت کا اہتمام۔
- 7 اکتوبر، پشاور: خانہ بدوش مزدوروں کے لیے شہریت کی دستاویزات کے حصول پر پالیسی بحث۔
- 11 اکتوبر، لاہور: سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر سزائے موت پر تھیٹر پرفارمنس کا انعقاد۔
- 11 اکتوبر، پشاور: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر پالیسی مکالمہ۔
- 12 اکتوبر، پشاور: خواتین کی سیاست میں مؤثر شرکت پر بحث کے لیے میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ اجلاس۔
- 13 اکتوبر، کوئٹہ: سزائے موت کے خلاف عالمی دن پر مشاورت۔
- 15 اکتوبر، گلگت: سزائے موت کے خلاف عالمی دن سے متعلق آگہی میں اضافہ کے لیے اجلاس کا انعقاد۔
- 15 اکتوبر، حیدر آباد: سزائے موت کے خلاف عالمی دن پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 15 اکتوبر، اسلام آباد: پاکستان میں افغان مہاجرین کی صورت حال اور اس انسانی بحران کا جائزہ لینے کے لیے سیپ ۔ پی کے کے اشتراک سے گول میز اجلاس کا انعقاد۔
- 15 اکتوبر، ملتان: سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے حوالے سے سیمینار۔

- 16 اکتوبر، گلگت: گلگت بلتستان میں خواتین کے خلاف تشدد پر ڈی آئی جی پولیس کے ساتھ اجلاس۔
- 16 اکتوبر، خضدار: بلوچستان میں طلبا کی تعلیم میں حائل رکاوٹوں پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 17 اکتوبر، حیدرآباد: سوشل میڈیا پر خواتین کارکنوں کے خلاف تشدد کی ترغیب پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 19 اکتوبر، پشاور: سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 22 اکتوبر، اسلام آباد: سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 22 اکتوبر، کوئٹہ: بلوچستان میں لسانی اور مذہبی بنیاد پرستی کے تدارک پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 25-26 اکتوبر، اسلام آباد: خواتین قانون سازوں کے لیے ضوابط کار، خواتین حامی قوانین، خواتین کی انجمنوں، قانون سازی سے متعلق مسودوں کی تیاری اور میڈیا کے ساتھ مشغولیت پر تربیتی ورکشاپ۔
- 26 اکتوبر، لاہور: طلبا تنظیموں کے کارکنوں کے ساتھ فوکس گروپ ڈسکشن۔
- 27 اکتوبر، لاہور: تحریک نسواں سے تعلق رکھنے والی کارکنوں کے ساتھ فوکس گروپ ڈسکشن۔
- 27 اکتوبر، حیدرآباد: پاکستان میں انسانی حقوق کی دفاع کار خواتین کو درپیش خطرات کے جائزے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 29 اکتوبر، اسلام آباد: وبا کے دوران معذوری کے شکار افراد کی معاشی زندگی میں حائل رکاوٹوں پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 29 اکتوبر، لاہور: ماہرین تعلیم کے ساتھ فوکس گروپ ڈسکشن۔

نومبر

- 8-9 نومبر، لاہور: ایڈووکیسی اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے تحفظ پر تربیت کا انعقاد۔
- 11 نومبر، حیدرآباد: خواجہ سرا برادری اور پاکستان میں برابری کے حق پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 12 نومبر، لورالائی: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ 'لورالائی اور بلوچستان میں پائیدار ترقیاتی اہداف کا

کس حدتک اطلاق کیا گیا ہے' کے موضوع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 12-13 نومبر، لاہور: ایچ آر سی پی کے کارکنوں کا سالانہ عمومی اجلاس اور پریس کانفرنس۔

_ 17 نومبر، اسلام آباد: پی ایف یو جے کے کنونشن میں آزادی اظہار رائے پر دستاویزی فلم کی سکریننگ۔

_ 18 نومبر، پشاور: انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ کے نظام کار پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 18 نومبر، ملتان: خواتین کے وراثتی حقوق پر وکلا کے ساتھ فوکس گروپ ڈِسکشن۔

_ 19 نومبر، کوئٹہ: بلوچستان کی کوئلے کی کانوں میں انسانی حقوق کی پامالیوں پر گفتگو۔

_ 19 نومبر، کوئٹہ: بلوچستان کی کوئلے کی کانوں میں انسانی حقوق کی پامالیوں پر پریس کانفرنس۔

_ 21 نومبر، ملتان: میڈیا اینڈ میڈیا پروفیشنلز بل 2021ء پر صحافیوں کے ساتھ فوکس گروپ ڈِسکشن۔

_ 22 نومبر، اسلام آباد: افغان مہاجرین کی صورت حال پر مشترکہ گول میز اجلاس۔

_ 23 نومبر، لاہور: سیاست میں سوشل میڈیا کے کردار پر فوکس گروپ ڈِسکشن۔

_ 24 نومبر، اسلام آباد: سیاست میں خواتین کی مؤثر شرکت پر پالیسی مکالمہ۔

_ 24 نومبر، پشاور: انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ کے نظام کار پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

_ 25 نومبر، ملتان: ٹیکسٹائل فیکٹری ملازمین کے ساتھ فوکس گروپ ڈِسکشن۔

_ 27 نومبر، پشاور: صنف کی بنیاد پر تشدد کے خلاف فعالیت کے 16 دنوں کے حوالے سے جنسی ہراسانی سے متعلق قوانین پر آگہی میں اضافے کے لیے اجلاس۔

_ 28 نومبر، لاہور: جبری گمشدگیوں پر فوکس گروپ ڈِسکشن۔

_ 29 نومبر، لاہور: پی ٹی ایم پر فوکس گروپ ڈِسکشن۔

_ 29 نومبر، لاہور: شہری ترقی پر فوکس گروپ ڈِسکشن۔

دسمبر

_ یکم دسمبر، ملتان: بہاولپور کے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ آگہی اجلاس۔

_ 2 دسمبر، ملتان: خواتین کے جائیداد کے حقوق کا ایکٹ 2021ء کے نفاذ پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

ضمیمہ 2

- 3 دسمبر، گلگت: معذوری کا شکار افراد کے عالمی دن کے حوالے سے معذوری کا شکار افراد کی ایسوسی ایشن کے ساتھ اجلاس۔
- 3 دسمبر، حیدر آباد: سندھ محکمہ سماجی بہبود کے اشتراک سے معذوری کا شکار افراد کے عالمی دن کے حوالے سے اجلاس۔
- 3 دسمبر، لاہور: پیشہ ور ماہرین کے ساتھ فوکس گروپ ڈِسکشن۔
- 5 دسمبر، ملتان: راشد رحمان کی سوانح حیات پر مبنی کتاب کی تقریب رونمائی۔
- 7 دسمبر، لاہور: پاکستان میں خواتین کی آن لائن ہراسانی کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 7 دسمبر، گلگت: گلگت۔بلتستان کے بچوں کے تحفظ سے متعلق مجوزہ پالیسی پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 10 دسمبر، حیدر آباد: انسانی حقوق کے بین الاقوامی دن کے موقع پر مزدوروں کے ساتھ اجلاس۔
- 10 دسمبر، گلگت: انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر آگہی اجلاس۔
- 10 دسمبر، تربت: انسانی حقوق کے بین الاقوامی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 10 دسمبر، پشاور: صنف کی بنیاد پر ہونے والے تشدد کے خلاف فعالیت کے 16 دن کے حوالے سے یو ڈی ایچ آر پر اجلاس۔
- 10 دسمبر، کوئٹہ: عدم مساوات کے خاتمے اور انسانی حقوق پر پیش رفت کے حوالے سے مشاورت۔
- 11 دسمبر، اسلام آباد: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی پر اجلاس۔
- 21-22 دسمبر، کراچی: ایڈووکیسی اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے تحفظ پر تربیت کا انعقاد۔
- 23-24 دسمبر، حیدر آباد: انسانی حقوق کی ایڈووکیسی اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے تحفظ کے حوالے سے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 29 دسمبر، ملتان: صحافیوں کے خلاف بڑھتے ہوئے حملوں پر صحافیوں کے ساتھ فوکس گروپ ڈِسکشن۔

فیکٹ فائنڈنگ اور جائزہ مشنز

- 13 جنوری، تونسہ شریف: رحمت بی بی کیس پر فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 26 جنوری، لاہور: ریور راوی اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ پر آن لائن مشاورت۔

- 29 جنوری، لاہور: پولیس مقابلوں پر فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 25 فروری، لاہور: رِیور راوی اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے خلاف کسانوں کے احتجاج پر جائزہ مشن۔
- 6 اپریل، تربت: پولیس مقابلوں پر فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 13 ستمبر، ملتان: ٹیکسٹائل صنعت میں مزدوروں کے کام کے حالات پر فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 4 اکتوبر، لاہور: پی ایم سی اور پولیس کی بربریت کے خلاف طلبا کے احتجاج کا جائزہ مشن۔
- 16-18 نومبر، کوئٹہ: بلوچستان میں کوئلے کی کانوں میں انسانی حقوق کی پامالیوں پر فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 26 نومبر، لاہور: طلبا یکجہتی مارچ کا جائزہ مشن۔
- 5 دسمبر، لاہور: این اے۔133 کے ضمنی انتخاب کا جائزہ مشن۔
- 8 دسمبر، گوادر: گوادر حق دو تحریک کا جائزہ مشن۔
- 9 دسمبر، اسلام آباد: وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کی جانب سے قومی پریس کلب سے ڈی چوک تک نکالی گئی احتجاجی ریلی کا جائزہ مشن۔
- 10 دسمبر، اسلام آباد: انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ڈیفنس آف ہیومن رائٹس کی جانب سے ڈی چوک پر لگائے گئے احتجاجی کیمپ کا جائزہ مشن۔
- 11-12 دسمبر، ٹانک: پی ٹی ایم کی ریلی کا جائزہ مشن۔
- 12 دسمبر، کراچی: پیپلز کلائمیٹ مارچ کا جائزہ مشن۔

احتجاج، ریلیاں اور یکجہتی کے دورے

جنوری

- 8 جنوری، کوئٹہ: ایچ آر سی پی نے بولان کے علاقے مچھ میں کوئلے کی کان میں کام کرنے والے 11 کان کنوں کے قتل کے خلاف اظہار یکجہتی کے لئے ہزارہ برادری سے ملاقات کی۔
- 21 جنوری، حیدرآباد: ایچ آر سی پی نے مظاہرین کے سندھ میں لاپتا افراد کو رہا کرنے کے مطالبات سے اظہار یکجہتی کے لئے سندھ سبھا کی جانب سے لگائے گئے بھوک ہڑتالی کیمپ کا دورہ کیا۔

فروری

- 20 فروری، تربت: ایچ آر سی پی نے شرکا کے لاپتا افراد کو رہا کرنے کے مطالبات سے اظہار یکجہتی کے لیے بلوچ یکجہتی کمیٹی کی جانب سے منعقد کی گئی ریلی کا دورہ کیا۔

_ 25 فروری، پشاور: شمالی وزیرستان میں چار خواتین سماجی کارکنوں کے قتل کی مذمت کے لئے احتجاجی مظاہرے کا انعقاد۔

مارچ

_ 3 مارچ، حیدرآباد: ایچ آر سی پی نے طلبا یونینز کی بحالی اور لاپتا افراد کی بازیابی کے لیے لگائے گئے احتجاجی کیمپ کا دورہ کیا۔

_ 8 مارچ، اسلام آباد: ایچ آر سی پی نے شرکا سے اظہار یکجہتی کے لیے عورت مارچ میں شرکت کی۔

_ 8 مارچ، لاہور: ایچ آر سی پی نے شرکا سے اظہار یکجہتی کے لیے عورت مارچ میں شرکت کی۔

اپریل

_ 23 اپریل، تربت: ایچ آر سی پی نے بلوچ یکجہتی تحریک کی جانب سے ایک دس سالہ بچے مراد عامر ہوشاپی کے ساتھ جنسی زیادتی کے خلاف منعقد کی گئی خواتین کی ریلی کا دورہ کر کے شرکا کے مطالبات کی حمایت کی۔

جون

_ 26 جون، گلگت: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

_ 26 جون، حیدرآباد: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

_ 26 جون، اسلام آباد: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

_ 26 جون، ملتان: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

_ 26 جون، پشاور: ایذارسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

اگست

_ 7 اگست، تربت: ایچ آر سی پی نے بی ایس او کی جانب سے چار سالہ بچے قدیر کے اغوا اور قتل کے خلاف احتجاجی مظاہرے کا دورہ کر کے اظہار یکجہتی کیا۔

_ 28 اگست، کوئٹہ: ایچ آر سی پی نے ہزارہ ٹاؤن کا دورہ کر کے افغان مہاجرین سے اظہار یکجہتی کیا۔

_ 30 اگست، حیدرآباد: جبری گمشدگی کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

_ 30 اگست، ملتان: جبری گمشدگی کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

_ 30 اگست، پشاور: جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کے بل میں مجوزہ ترامیم کے خلاف احتجاجی مظاہرہ۔

_ 30 اگست، تربت: جبری گمشدگی کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر اجلاس اور مظاہرہ۔

ستمبر

- 4 ستمبر، تربت: ایچ آر سی پی نے شاہینہ شاہین کے قتل کی پہلی برسی پر بھوک ہڑتال کیمپ کا دورہ کیا اور متاثرہ خاتون کے قاتلوں کی گرفتاری کے مطالبے کی حمایت کی۔
- 12-13 ستمبر، اسلام آباد: ایچ آر سی پی نے آر آئی یو جے، اسلام آباد پریس کلب اور پی ایف یو جے کے احتجاج کا دورہ کر کے ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔
- 13 ستمبر، گلگت: ایچ آر سی پی نے گلگت پریس کلب اور دیگر سول سوسائٹی کی تنظیموں کے اشتراک سے مقامی صحافی امجد برچھا کی گرفتاری کے خلاف گلگت میں وزیر اعلیٰ ہاؤس کے باہر احتجاج کیا۔

اکتوبر

- 10 اکتوبر، تربت: سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر اجلاس اور مظاہرہ۔
- 12 اکتوبر، تربت: ایچ آر سی پی نے ہوشاب دھرنے کا دورہ کر کے مظاہرین سے اظہار یکجہتی کیا جو 10 اکتوبر کو ایف سی کی شیلنگ سے ہلاک ہونے والے دو افراد اور زخمی ہونے والے دو بچوں کے لیے انصاف کا مطالبہ کر رہے تھے۔

دسمبر

- یکم دسمبر، ملتان: ایچ آر سی پی نے بہاولپور کے علاقے یزمان میں ایک ہندو برادری کا دورہ کر کے ان کے مسائل پر گفتگو کی۔
- 7 دسمبر، پشاور: سیالکوٹ میں سری لنکا کے فیکٹری مینیجر کی ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت کے خلاف مظاہرہ۔
- 8 دسمبر، پشاور: صنف کی بنیاد پر ہونے والے تشدد کے خلاف فعالیت کے 16 دن کے حوالے سے خواتین کے خلاف تشدد کو اجاگر کرنے کے لیے مظاہرہ۔
- 10 دسمبر، ملتان: انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر مظاہرہ اور موم بتیاں جلانے کی تقریب۔

ایوارڈز

2021ء میں مندرجہ ذیل ایوارڈ دیے گئے۔

- آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ 2020ء (جنوری 2021ء میں فریحہ عزیز کو دی گئی)۔
- آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ 2021ء (جولائی 2021ء میں رزشتہ سیٹھنا کو دی گئی)۔
- صحافت میں جرأت پر نثار عثمانی ایوارڈ (اگست 2021ء میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کو دیا گیا)۔

شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل کو یکم جنوری سے 31 دسمبر 2021ء تک کل 905 شکایات موصول ہوئیں۔ ان میں سے زیادہ تر کا تعلق صنف کی بنیاد پر ہونے والے تشدد اور دیگر انسانی حقوق کی پامالیوں سے تھا۔

انٹرن شپ پروگرام

2021ء میں پاکستان اور بیرون ملک کی یونیورسٹیوں سے نو طلبا ایچ آر سی پی کے انٹرن شپ پروگرام کا حصہ بنے۔

- علی گوہر بٹ (اگست 2021ء) نے اعداد و شمار جمع اور ان کی جانچ کرنے میں معاونت کی۔
- محمد زعیم ارشد (اگست تا ستمبر 2021ء) نے اعداد و شمار جمع اور ان کی جانچ کرنے میں مدد کی۔
- عاصمہ ساجد (7 فروری تا 4 مارچ 2022ء) نے اعداد و شمار جمع اور ان کی جانچ کرنے میں معاونت کی۔
- حارث ذکی (یکم اکتوبر تا 13 نومبر 2021ء) نے شراکت داروں کی رپورٹس کی جانچ، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات کے اندراج اور ایک پالیسی بیان کی تیاری میں معاونت کی۔
- ماہم سہیل (26 جولائی تا 3 ستمبر 2021ء) نے انسانی حقوق کی پامالیوں سے متعلق شکایات کے اندراج اور جبری گمشدگیوں کے خاتمے کی حمایت میں ایک فیکٹ شیٹ کی تیاری میں معاونت کی۔
- سوکینہ نامدار اور یُسرا نامدار (24 مئی تا 6 جولائی 2021ء) نے پریس کی آزادی سے متعلق پالیسی بیان کی تیاری اور کیس لاگ رپورٹس کے کوائف ترتیب دینے میں معاونت کی۔
- زینب حسن (17 جنوری تا 25 فروری 2022ء) نے اعداد و شمار جمع کرنے، گرافک ڈیزائن اور ڈیسک کی آرا کے حوالے سے معاونت کی۔
- رتیکا دودانی (15 جون تا 29 جولائی 2021ء) نے سیمینار اور فیکٹ فائنڈنگ رپورٹس کی ترتیب، تقریبات کے انعقاد اور شکایات سیل کے لیے گھریلو تشدد کے متاثرین کی سوالات کے جواب دینے میں معاونت کی۔

مطبوعات اور فلمیں

ایچ آر سی پی نے 2021ء میں مندرجہ ذیل مطبوعات اور فلمیں شائع کیں۔

- انسانی حقوق کی صورت حال 2020ء (سالانہ رپورٹ)۔
- آئی ایل او کے کنونشن 100 اور 111 کے تحت پاکستان کی ذمہ داریاں: ملازمت میں مزدوروں کا امتیازی سلوک سے تحفظ (موضوعی رپورٹ)۔
- خوف اور سنسر شپ کا خاتمہ: آزادی اظہار رائے کا تحفظ اور صحافیوں کی سلامتی (پالیسی بیان)

_ کاروبار کے لیے عنایت۔۔۔کسانوں کے لیے تباہی؟ دی راوی ریور فرنٹ اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)

_ امیدِ سحر (ایچ آر سی پی کے کام، وژن اور مشن پر مبنی دستاویزی فلم)

_ پاکستان میں اظہارِ رائے کی آزادی پر دستاویزی فلم (بلاعنوان)

ضمیمہ 2

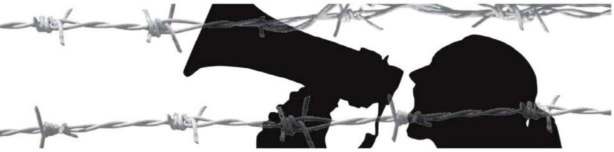

ضمیمہ نمبر 3

ایچ آر سی پی کے بیانات

سوشل میڈیا

قانون کی حکمرانی

- 10 فروری 2021۔ ایچ آر سی پی سپریم کورٹ کے آج کے فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہے جس میں ذہنی بیماری والے قیدیوں کو انتہائی غیر محفوظ افراد میں شامل مانتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق انھیں پھانسی نہیں دی جا سکتی۔
- 14 اکتوبر 2021۔ ایچ آر سی پی مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے قانون سازوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتا ہے جنھوں نے بجا طور پر مذہب کی جبری تبدیلی کے خلاف مسودہ قانون کا مطالبہ کیا ہے۔ ہم پاکستان میں انسانی حقوق کے انتہائی اہم معاملے پر حکومت کیا پنے ہی مؤقف سے ہٹ جانے کے عمل کی مذمت کرتے ہیں۔ حکومت کو نہ صرف جبری تبدیلی کے خلاف قانون سازی کرنا چاہیے، بلکہ اسے 2014 کے تصدق جیلانی فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے مذہبی اقلیتوں کے اپنے عقائد پر عمل اور ان کی تبلیغ کے آئینی حق کی حفاظت کے لیے موثر قانونی ڈھانچا بھی بنانا چاہیے۔
- 4 دسمبر 2021۔ ادریس خٹک کو ریاستی ایجنسیوں کی طرف سے چھ ماہ تک لاپتا رکھنے کے بعد، 14 سال کی سزا کا سنایا جانا نشان دہی کرتا ہے کہ آفیشل سیکرٹس ایکٹ کو انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے خلاف کتنی آسانی سے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ شفافیت اور باضابطہ قانونی کارروائی سے عاری فوجی عدالت کی جانب سے ایک عام شہری کو اس طرح سزا دیے جانے سے یہ سنجیدہ بحث شروع ہونا چاہیے کہ کیا ایسی عدالتوں کی ضرورت ہے؟ بہرحال، ان تمام مصائب سے گزرنے کے بعد، محترم خٹک کے اہلِ خانہ کم از کم ان کے خلاف مقدمے کے حقائق جاننے کے مستحق ہیں۔ ایچ آر سی پی اس امید کا اظہار کرتا ہے کہ اعلیٰ عدالت مسٹر خٹک کی اپیل پر غور کرتے ہوئے انصاف فراہم کرے گی۔
- 31 دسمبر 2021۔ ایچ آر سی پی گلگت بلتستان کے سابق چیف جج رانا شمیم سے متعلق ایک کیس کی کوریج کرنے والے دی نیوز انٹرنیشنل کے صحافیوں پر فرد جرم عائد کرنے کے عدالت عالیہ اسلام آباد کے فیصلے پر مایوس ہے۔ آزادیِ صحافت کا تحفظ اور صحافیوں کو اہل اقتدار کو احتساب کے کٹہرے میں لانے کی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی اجازت دینا بھی اتنا ہی عوامی مفاد ہے جتنا اس بات کو یقینی بنانا کہ عدلیہ بیرونی دباؤ سے محفوظ رہے۔ ہم معزز عدالت سے اس فیصلے کو کالعدم قرار دینے کی استدعا کرتے ہیں۔

ضمیمہ 3

قانون کا نفاذ

- 3 جنوری 2021۔ ایچ آر سی پی کو مچھ، بلوچستان کے قریب 11 شیعہ ہزارہ کوئلہ کان کنوں کے اغوا اور وحشیانہ قتل پر شدید تشویش ہے۔ حکومتی مشینری کو محض مذمت کے بجائے اس گھناؤنے جرم کے ذمہ دار دہشت گردوں کو فوری طور پر ڈھونڈ کر پکڑنا چاہیے اور تمام شہریوں کے زندگی اور آزادی کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری لینا چاہیے۔
- 19 جنوری 2021۔ ایچ آر سی پی کو ان اطلاعات پر تشویش ہے کہ بی ایس او۔ پجر کے مرکزی صدر زبیر بلوچ کو نامعلوم افراد نے نشانہ بنایا جو کیچ میں ان کے گھر میں گھس گئے اور ان کے خاندان کو ڈرایا دھمکایا۔ آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت، گھر کی خلوت ناقابلِ تنسیخ حق ہے اور ریاست کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ تمام شہری بلا امتیاز اس حق سے لطف اندوز ہوں۔
- 26 جنوری 2021۔ حکام نے جس طرح کارکن کریمہ بلوچ کی تدفین کے انتظامات میں خلل ڈالنے کی کوشش کی ہے وہ شرمناک ہے اور بلوچستان اور اس کے عوام کے ساتھ ریاست کے افسوس ناک رویے کا آئینہ دار ہے۔ ایچ آر سی پی ریاست سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان جائز خدشات کو تسلیم کرے اور ان کا ازالہ کرے جنہیں محترمہ بلوچ عمر بھر اجاگر کرتی رہیں۔
- 31 جنوری 2021۔ نیشنل پارٹی پنجاب چیپٹر کے صدر، کالم نگار اور انسانی حقوق کے دفاع کار ایوب ملک کی گاڑی اور گھر پر آتش زنی قابل مذمت ہے۔ یہ حملہ گاؤں نکہ کہوٹ، تلہ گنگ، چکوال میں ہوا۔ محترم ملک کی گاڑی جل گئی اور ان کے گھر کو نقصان پہنچا۔ ہم پنجاب حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پولیس ان شرپسندوں کی نشان دہی اور گرفتاری کے لیے فوری طور پر کارروائی کرے جنہوں نے پورے گاؤں میں خوف کی فضا پیدا کر رکھی ہے۔
- 2 فروری 2021۔ پروفیسر محمد اسماعیل کی حکام کے ہاتھوں مسلسل ہراسانی ناقابل معافی اقدام ہے۔ ان کی عبوری ضمانت قبل از گرفتاری کی منسوخی، ان اور ان کے خاندان کی نگرانی، ان کی نقل و حرکت کی آزادی پر پابندی، اور انہیں مضحکہ خیز الزامات، گرفتاریوں اور عدالتی تاریخوں کے ایک لامتناہی چکر میں پھنسانا، ان کی بیٹی جو کہ انسانی حقوق کی معزز کارکن ہیں، کو نشانہ بنانا اوچھے ہتھکنڈوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پروفیسر اسماعیل کو غیر مشروط طور پر اور فوری طور پر رہا کیا جائے، خاص طور پر کووڈ 19 کے ایک مریض کے طور پر ان کی کمزور صحت کے پیشِ نظر۔
- 22 فروری 2021۔ ایچ آر سی پی شمالی وزیرستان میں چار خواتین سماجی کارکنوں کے قتل کی مذمت کرتا ہے۔ ریاست کو اس گھناؤنے جرم کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کرنا ہوگی۔ علاقے میں دہشت گرد گروہوں کا دوبارہ ابھرنا تشویش ناک ہے۔ شہریوں کے جان و مال کا ہر قیمت پر تحفظ حکام کی ذمہ داری ہے۔ ایچ آر سی پی

ضمیمہ 3

قتل ہونے والی چار خواتین کے اہل خانہ اور ساتھیوں کے غم میں شریک ہے۔

_ 14 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی کو مریم نواز شریف کے ان الزامات پر تشویش ہے کہ ان کے ذاتی تحفظ کے حق کو خطرہ لاحق ہے۔ نہ صرف سیاسی رہنماؤں بلکہ سیاسی کارکنوں، انسانی حقوق کے محافظوں اور ماہرین تعلیم کو بھی تحفظ کی فراہمی میں ناکامی کی پاکستان کی تاریخ کو دیکھتے ہوئے، اس طرح کے الزامات کو ہلکا نہیں لیا جانا چاہیے اور فوری اور آزادانہ تحقیقات کو یقینی بنانا چاہیے۔

_ 24 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے جانی خیل، بنوں میں جاری دھرنے پر توجہ دینے کی پرزور اپیل کرتا ہے، جہاں قبائلی ان چار نوجوانوں کے لیے انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں جنہیں قتل کر کے ان کی نعشیں پھینک دی گئی تھیں۔ ریاست کو شہریوں کے زندگی کے حق کا تحفظ کرنا چاہیے، خاص طور پر ایسے علاقے میں جو غیر ریاستی عناصر کے تشدد کا جانا مانا ہدف ہے۔

_ 15 اپریل 2021۔ ٹی ایل پی کے حامیوں کی طرف سے ہونے والا تشدد قابل مذمت ہے، جس میں 300 سے زیادہ لوگ زخمی اور چار ہلاک ہوگئے ہیں۔ نشانہ بننے والے تقریباً سبھی ڈیوٹی پر مامور پولیس اہل کار تھے۔ یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ وسائل کے فقدان سے دوچار، کم تربیت یافتہ پولیس فورس کو قیمت چکانا پڑی ہے، جس کی ذمہ داری ریاست کو قبول کرنی چاہیے۔ بالکل اسی طرح، ریاست کو انتہائی دائیں بازو کے گروہوں کے لیے اپنی پوشیدہ اور واضح حمایت کا سلسلہ ترک کرنا پڑے گا اور ان تمام گروہوں اور افراد کے خلاف ایک متواتر اور واضح موقف اختیار کرنا ہوگا جو عقیدے کی بنیاد پر تشدد کو ہوا دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عشروں کی سرپرستی سے پہنچنے والے نقصان کی تلافی ہو۔

_ 19 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی کو ٹی ایل پی کے حالیہ مظاہروں پر ریاست کے ردعمل پر شدید تشویش ہے۔ ہم ٹی ایل پی کی طرف سے 11 پولیس اہل کاروں کے اغوا سمیت تشدد کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ تاہم، ریاست نے احتجاج کو روکنے کے لیے پُرامن ذرائع تلاش کرنے کے بجائے تشدد کا سہارا لیا جسے باعقل تدبیر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ صورت حال پر میڈیا بلیک آؤٹ مسلط کرنے کا فیصلہ بھی ایسا ہی تھا۔ حکومت کو احساس ہونا چاہئے کہ انتہائی دائیں بازو کو خوش کرنے کی سرکاری کوششوں نے تاریخی طور پر مؤخر الذکر کے سخت رویے کو تقویت دی ہے اور فیض آباد حادثے پر سپریم کورٹ کا 2017 کا فیصلہ غور و خوض کا متقاضی ہے۔ اب اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ مزید کوئی جان نہ جائے، چاہے پولیس کی ہو یا مظاہرین کی۔

_ 28 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی شیعہ برادری کی جبری لاپتا افراد کے خاندانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتا ہے، جو گزشتہ تین ہفتوں سے احتجاج کر رہے ہیں۔ ریاست کو جبری گمشدگیوں اور شہریوں کے آئینی و قانونی حقوق کو مجروح کرنے کا عمل بند کرنا چاہیے جن کے تحفظ کی وہ ذمہ دار ہے۔

_ 21 مئی 2021۔ ایچ آر سی پی چمن، بلوچستان میں ہونے والے بم دھماکے کی مذمت کرتا ہے، اور حکومت اور

سیکیورٹی فورسز سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ اس طرح کے وحشیانہ واقعات جن سے معصوم جانوں کا ضیاع ہوتا ہے، رُک جائیں۔ ہم متاثرین کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہیں۔

- 7 جون 2021۔ ایچ آر سی پی صحافی اور مصنفہ جگنو محسن پر حملے کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ہم یہ جان کر مطمئن ہیں کہ وہ محفوظ ہیں۔ مجرموں کے خلاف فی الفور قانونی کاروائی کی جائے۔

- 7 جون 2021۔ ہمیں سندھی قوم پرست پارٹی جے ایس کیو ایم پارٹی کے سربراہ سنان قریشی کی جبری گمشدگی پر شدید تشویش ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ انہیں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے کل صبح 3 بجے اغوا کیا تھا اور ابھی تک عدالت میں پیش نہیں کیا گیا، اس طرح ان کے باضابطہ قانونی کارروائی کے حق کی خلاف ورزی کی گئی۔

- 14 جون 2021۔ ایچ آر سی پی کو، حال ہی میں اسلام آباد میں ایک نابالغ حسن خان کی موت سمیت، پولیس کی حراست میں ہلاکتوں کی مسلسل رپورٹوں پر شدید تشویش ہے۔ اگرچہ ہمیں یہ جان کر اطمینان ہے کہ ذمہ دار پولیس اہل کاروں کے خلاف کارروائی کی گئی ہے، لیکن قانون نافذ کرنے والے ادارے اس روش کو اپنائے ہوئے ہیں اور اگر پولیس کو عوام کے محافظ کے طور پر اپنا کردار ادا کرنا ہے تو اسے اپنے طور طریقے بدلنا ہوں گے۔

- 28 جون 2021۔ آج سیاسی کارکن ڈاکٹر دین محمد کو جبری طور پر لاپتا ہوئے 12 سال ہوگئے۔ بلوچستان کے سینکڑوں دوسرے لوگوں کی طرح، ابھی تک علم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا بیتی اور وہ کہاں ہیں اور ان کے باضابطہ قانونی کاروائی کے حق کی پامالی کی جا رہی ہے۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے کیس کی تحقیقات کی جائے اور اسے ہمیشہ کے لیے حل کیا جائے اور یہ کہ ریاست اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن اقدام کرے کہ وہ محفوظ طریقے سے اپنے خاندان کے پاس واپس آجائیں۔ جبری گمشدگیوں کی لعنت کو اب ختم کرنا ہوگا۔

- 15 جولائی 2021۔ تاج محمد سرپرہ کو جبری طور پر لاپتا ہوئے ایک سال ہوگیا ہے۔ ایچ آر سی پی ان کی محفوظ واپسی کے مطالبے کی حمایت کرتا ہے۔

- 30 جولائی 2021۔ مسعود جنجوعہ کو جبری طور پر لاپتا ہوئے 16 برس بیت گئے۔ ایچ آر سی پی ڈیفنس آف ہیومن رائٹس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ انہیں بحفاظت بازیاب کیا جائے۔ لاپتا افراد کے تمام رشتہ دار جواب کے مستحق ہیں۔

- 1 اگست 2021۔ ایچ آر سی پی کو سندھ سے تعلق رکھنے والے انسانی حقوق کے محافظ اور وکیل عبدالغنی بجارانی پر قاتلانہ حملے کی اطلاع پر شدید تشویش ہے۔ ہم واقعے کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں: قصورواروں کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔

- 7 اگست 2021۔ ایچ آر سی پی سینئر صحافی اور بلاگر عمران شفقت کے اغوا کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ہم ان کی بحفاظت واپسی اور اس کے لاپتا ہونے کے حالات کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ گمشدگیوں میں اس

ضمیمہ 3

بظاہر اضافے کے پیشِ نظر، ایچ آر سی پی اس گھناؤنے عمل کیخاتمے کا مطالبہ کرنے کے لیے پاکستان بھر میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کو متحرک کرے گا۔

_ 7 اگست 2021۔ دو صحافیوں عمران شفقت اور عامر میر کو ایف آئی اے کی جانب سے ایک ہی دن کے اندر اپنی تحویل میں لینے کا اقدام انتہائی بلا جواز ہے۔ یہ کوئی اتفاق نہیں ہے کہ دونوں اختلاف رائے کے لیے پہچانے جاتے ہیں۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ شفقت اور میر کو فوری رہا کیا جائے۔

_ 16 اگست 2021۔ ایچ آر سی پی نے جیے سندھ اسٹوڈنٹس فیڈریشن آزاد کے کارکن ذاکر سہتو کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔ سیاسی مخالفین کے اغوا اور جبری گمشدگیوں کو فوری طور پر بند کیا جائے۔

_ 21 اگست 2021۔ صحافی اور مصنف مدثر نارو کے والدین نے کل اسلام آباد میں نیشنل پریس کلب کے باہر مظاہرہ کیا۔ انہیں لاپتا ہوئے تین سال ہو چکے ہیں اور اس دوران ان کا چار سالہ بیٹا بھی اپنی ماں کو کھو چکا ہے۔ سول سوسائٹی اب جواب مانگتی ہے۔

_ 22 ستمبر 2021۔ ایچ آر سی پی کراچی میں سینئر صحافی وارث رضا کی غیر قانونی اور من مانی حراست کی شدید مذمت کرتا ہے۔ انہیں گزشتہ رات سیکیورٹی اہل کاروں نے اغوا کیا تھا۔ رات گئے ان کے اغوا کا انداز، اور رینجرز کا یہ بتانے سے انکار کہ انہیں کیوں یا کہاں لے جایا جا رہا تھا، واضح طور پر ڈرانے دھمکانے کی کوشش تھی۔ اب جبکہ محترم رضا گھر واپس آ چکے ہیں، واقعے کی تحقیقات ہونا چاہیے اور مجرموں کو ان کے ناجائز عمل کی سخت سزا دی جانا چاہیے۔

_ 26 ستمبر 2021۔ ایچ آر سی پی طالبہ ہانی بلوچ کی موت کی وجہ جاننے کے لیے فوری تحقیقات کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ مظلوم خواتین اور پس ماندہ قومیتوں کے حقوق کے لیے ایک بہادر، آزاد آواز تھیں اور جبری گمشدگیوں کے خلاف مسلسل آواز اٹھاتی تھیں۔

_ 7 اکتوبر 2021۔ ایچ آر سی پی نے رانی پور، سندھ میں کمیونٹی ڈویلپمنٹ ورکر اور انسانی حقوق کے کارکن روشن راجپر کی موت کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق، انہیں دھمکیاں ملی تھیں لیکن پولیس انہیں تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہی۔ ہم ان کے خاندان اور دوستوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

_ 13 اکتوبر 2021۔ ایچ آر سی پی نے بلوچستان کے علاقے ہوشاپ میں دو بچوں کی ہلاکت کی فوری تحقیقات کے اپنے مطالبے کا اعادہ کیا ہے، جن کے اہلِ خانہ کا الزام ہے کہ وہ مارٹر حملے میں مارے گئے تھے۔ ان کی موت کے حالات کا تعین کیا جائے اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔

_ 5 نومبر 2021۔ ملیر میں ناظم جوکھیو کا وحشیانہ قتل، مبینہ طور پر پی پی پی کے ایک ایم پی اے کے کہنے پر، ایک بار پھر امیر اور مراعات یافتہ طبقے کو حاصل ہونے والے دائمی استثنٰی کو عیاں کرتا ہے۔ یہ امر قومی شرم کا باعث ہے کہ

محترم جوکھیو کو مبینہ طور پر اس وجہ سے مارا گیا کہ انہوں نے معدومی سے دوچار پرندے کے بارے میں فکرمندی کا مظاہرے کرتے ہوئے ٹھٹھہ میں ایم پی اے کی سربراہی میں تلور پرندے کے شکار کی وڈیو بنائی تھی اب جب کہ مجرم حراست میں ہے، اس کی سیاسی حیثیت کو انصاف کے راستے میں حائل ہونے کی اجازت نہیں دینا چاہیے۔

_ 23 نومبر 2021۔ ایچ آرسی پی کو ان اطلاعات پر تشویش ہے کہ حقوق کے دفاع کار پروفیسر محمد اسماعیل کے خلاف بغاوت اور دہشت گردی کے من گھڑت الزامات پر مقدمے کی کارروائی کے دوران باضابطہ قانونی تقاضے پورے نہیں کیے جارہے۔ یہ منصوبہ بند ہراسانی، جو جولائی 2019 سے جاری ہے، فوری طور پر بند ہونا چاہیے۔

_ 9 دسمبر 2021۔ ایچ آرسی پی گوادر میں اے ڈبلیو پی کے صدر اور تجربہ کار رہنما یوسف مستی خان کی گرفتاری کی مذمت کرتا ہے۔ مسٹر خان نے اس مطالبے کے سوا کچھ نہیں کیا کہ ریاست گوادر کے باسیوں کو وہ شہری، سیاسی اور معاشی حقوق دے جس کے وہ حقدار ہیں۔ ان پر قدیم اور جابرانہ نوآبادیاتی قوانین کے تحت الزام لگانا غیر جمہوری ہے۔ انہیں فوری اور غیر مشروط طور پر رہا کیا جانا چاہیے، خاص طور پر ان کی خراب صحت کے پیش نظر۔

جمہوری عمل میں شمولیت

_ 6 مارچ 2021۔ ایچ آرسی پی آج حزب اختلاف کے رہنماؤں بشمول خواتین پر کیے گئے منظّم تشدد کی مذمت کرتا ہے۔ کسی بھی سیاسی جماعت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دھینگا مشتی کا سہارا لے۔ یہ وہ مباحث ہیں جنہیں اسمبلی میں جمہوری انداز میں طے کیا جانا چاہیے۔

_ 27 جون 2021۔ ایچ آرسی پی کو سیاسی کارکن سینگار نوناری کے اغوا پر شدید تشویش ہے۔ انہیں نہ تو عدالت میں پیش کیا گیا اور نہ ہی ان کا ٹھکانا معلوم ہے۔ ہم ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس طرح کی غیر قانونی حراستوں اور گمشدگیوں کا فوری خاتمہ ہونا چاہیے۔

بنیادی آزادیاں

_ 26 جنوری 2021۔ ایچ آرسی پی یونیورسٹی آف سینٹرل پنجاب کے طلبا کے خلاف تشدد کی شدید مذمت کرتا ہے جو پرامن اجتماع کی آزادی کے اپنے آئینی حق کا استعمال کررہے ہیں۔ ان کے خدشات کو منصفانہ طور پر اور ہمدردی کے ساتھ سنا جانا چاہئے۔

_ 27 جنوری 2021۔ ایچ آرسی پی کو کم از کم 36 طلبا کی گرفتاری پر سخت تشویش ہے۔ انہیں کل یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب کے طلبا کے احتجاج کے بعد گرفتار کیا گیا جن میں سے متعدد نجی سیکیورٹی اور پولیس اہل کاروں کے تشدد سے زخمی ہوئے تھے، اور دو کی حالت نازک ہے۔ انہیں غیر مشروط رہا کیا جائے اور ان کے خلاف مقدمات بشمول دہشت گردی کے الزامات کو خارج کیا جائے۔ حکومت کو یہ بھی نوٹ کرنا چاہئے کہ ایسے حالات یہ تقاضا

کرتے ہیں کہ طلبا یونینیں بحال کی جائیں تا کہ طلبا کے مسائل کو پرامن اور عملی طور پر حل کیا جا سکے۔

- 29 جنوری 2021۔ ایچ آرسی پی صحافی عدنان حیدر کی پبلک نیوز سے بیجا برخاستگی کی مذمت کرتا ہے۔ ان کی برطرفی باضابطہ عمل کے بغیر ہوئی ہے اور مبینہ طور پر اس پروگرام سے منسلک ہے جس میں زمین اور رہائش پر کنٹرول کے باعث مقتدر حلقوں پر تنقید ہوئی۔ یہ امر کہ اس طرح کے موضوع کے محض ذکر کی قیمت ایک صحافی کو اپنی نوکری سے چکانا پڑتی ہے، پاکستان میں آزادی صحافت پر سنگین اثرات مرتب کرے گا۔

- 29 جنوری 2021۔ ایچ آرسی پی کراچی کے ایک اسپتال میں توہین مذہب کی ملزمہ ایک مسیحی نرس، تبیتھا کے خلاف تشدد کے دردناک مظاہرے کی واضح الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس طرح کے الزامات کتنی آسانی سے بلوائی تشدد کو جنم دے سکتے ہیں، ہم ریاست سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تبیتھا کو زندگی کے تحفظ اور آزادی کی ضمانت دی جائے جس کی وہ بطور پاکستانی شہری حقدار ہیں۔

- 11 فروری 2021۔ ایچ آرسی پی اسلام آباد میں مظاہرین کے خلاف حکومت کی طرف سے طاقت کے وحشیانہ استعمال کی شدید مذمت کرتا ہے۔ تشدد کا نشانہ بننے والے مظاہرین میں حکومت کے کئی اپنے ملازمین بھی شامل تھے، اور اس دوران ایک پولیس افسر کی موت کی اطلاع بھی موصول ہوئی ہے۔ حکومت کا اخلاقی اور آئینی فرض ہے کہ وہ نہ صرف مظاہرین کے پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کو برقرار رکھے بلکہ ان کے مطالبات کو منصفانہ طور سنے اور تشدد کا سہارا لینے کی روش ترک کرے۔

- 12 فروری 2021۔ ایچ آرسی پی پشاور میں احمدیہ برادری کے ایک اور رکن کے قتل پر شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقادر پر حملے کے طریقہ کار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ پر مبنی قتل ہوسکتا ہے۔ ہم واقعے کی فوری اور شفاف تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

- 15 فروری 2021۔ اسلام آباد میں 'آزمائش' کرنے کے لیے مظاہرین کے خلاف 'تھوڑی سی' آنسو گیس کے استعمال کا جواز پیش کرنے والے شیخ رشید کا تبصرہ غیر حساس تھا۔ حکومت کو علم ہونا چاہیے کہ وہ لوگوں کے پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا تحفظ کرنے کی پابند ہے، نہ کہ اسے مظاہرین کو تجرباتی جانوروں کی طرح استعمال کرنا ہے۔

- 19 فروری 2021۔ اسلام آباد میں لاپتا افراد کی بازیابی کے لیے مظاہرین کے کیمپ کا دورہ کرنے پر، ایچ آرسی پی کو یہ جان کر بہت تشویش ہوئی کہ ریاست احتجاج کو دبانے کے لیے بالواسطہ ذرائع استعمال کر رہی ہے، جس میں معمولی بنیادوں پر لوگوں کو حراست میں لینے کا حربہ بھی شامل ہے۔ مظاہرین کو خدشہ ہے کہ حکومت انہیں ہٹانے کے لیے طاقت کا سہارا لے سکتی ہے۔ ایچ آرسی پی نے وزیراعظم سے کیمپ کا دورہ کرنے اور اٹھائے جانے والے مسائل کی سنگینی کو تسلیم کرنے کی اپیل کی ہے۔ حکومت نے جبری گمشدگیوں کو ختم کرنے کا کھلے عام عہد کیا تھا۔ اسے اپنے عہد پر قائم رہنا چاہیے۔

- 21 فروری 2021۔ ایچ آر سی پی نے کراچی میں جنگ اور جیو کے مرکزی دفاتر پر مظاہرین کے ایک گروپ کی طرف سے پرتشدد ہجوم کے حملے کی مذمت کی ہے۔ میڈیا ہاؤسز کو ہر قسم کی دھونس اور دھمکیوں سے محفوظ بنانا ہوگا۔ جیو ٹی وی کے ایک اینکر کو حال ہی میں مزاح کے نام پر ایک مخصوص کمیونٹی کا مذاق اڑاتے ہوئے دیکھ کر بھی ایچ آر سی پی کو اتنا ہی صدمہ پہنچا۔ اگرچہ، غیر قانونی اور پرتشدد مظاہروں کو جواز نہیں دیا جا سکتا۔ حکام صحافیوں کے تحفظ اور اظہار رائے کی آزادی کو یقینی بنانے کے ذمہ دار ہیں۔

- 18 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی کو اس اطلاع پر تشویش ہے کہ سندھ یونیورسٹی کے طالب علم عرفان جتوئی کے ماورائے عدالت قتل کے خلاف احتجاج کے بعد سکھر میں جے ایس ایم اور جے ایس کیو ایم جماعتوں کے اراکین سمیت تقریباً 60 سیاسی کارکنوں کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ یہ اقدام پرامن اجتماع کے حق کو 'ریاست کے خلاف جرائم' سے ملانے کے مترادف ہے، جو ناقابلِ قبول اور غیر جمہوری ہے۔

- 26 مارچ 2021۔ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل مشن کو لکھے گئے اپنے خط میں، اقوامِ متحدہ کی خصوصی نمائندہ آئرین خان اور میری لالر نے 'پاکستان میں صحافیوں کے آزادیِ اظہار کے حق پر تشویشناک پابندیوں' کا حوالہ دیا۔ ایچ آر سی پی حکومت کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اقوامِ متحدہ کے خصوصی نمائندوں اور ورکنگ گروپس کے خطوط اور رپورٹس کو سنجیدگی سے لے اور اپنی آئینی اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو پورا کرے جن میں سے بہت سوں کا پاکستان ریاستی فریق ہے۔

- 1 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی کو سینئر صحافی اور مصنف امر جلیل پر لگائے گئے توہین مذہب کے الزامات پر بہت تشویش ہے۔ یہ محض انتقامی کارروائی نہیں اور ان پر انگلی اٹھانے والوں کو ایسے بے بنیاد الزامات لگانے پر جوابدہ ہونا چاہیے جن سے زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا جاتا ہے۔

- 20 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی اسلام آباد میں معروف صحافی اور پیمرا کے سابق سربراہ ابصار عالم پر قاتلانہ حملے کی شدید مذمت کرتا ہے۔ انہیں پیٹ میں گولی لگی ہے اور ان کا آپریشن ہوا ہے۔ ہم ان کی جلد صحت یابی کی دعا اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مجرموں کو فی الفور انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ ایچ آر سی پی صحافیوں پر تشدد کی اس طرح کی بزدلانہ کارروائیوں کو پہلے ہی سیزر باں بند ذرائع ابلاغ پر حملہ تصور کرتا ہے۔

- 4 مئی 2021۔ ہم نرسوں کے ایک گروہ کی طرف سے لاہور کے ایک اسپتال میں اپنے مسیحی ساتھیوں کے عبادت کے کمرے پر قابض ہونے اور جان بوجھ کر اپنے مذہبی ترانے پڑھ کر ان کو تنگ کرنے کی منظم کوشش کی مذمت کرتے ہیں۔ کسی برادری کو اس طرح سے ہراساں کرنا کسی بھی عقیدے کی روح اور درحقیقت مذہبی اقلیتوں کو دیے گئے آئینی تحفظ کے منافی ہے۔ حکام بالا کو چاہیے کہ اس واقعہ کی منصوبہ بندی کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی کریں۔ ہم ایک بار پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے تصدق جیلانی کے 2014 کے فیصلے پر مکمل عمل درآمد کیا جائے۔

- 26 مئی 2021۔ایچ آر سی پی صحافی اسد علی طور پر تین نامعلوم افراد کے وحشیانہ حملے کی شدید مذمت کرتا ہے جو ان کی رہائش گاہ میں گھس گئے۔ ہم اسے آزادی اظہار اور آزاد صحافت پر ایک اور حملے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ایچ آر سی پی حکام سے مطالبہ کرتا ہے کہ حملہ آوروں کو فوری طور پر پکڑ کر ان پر فرد جرم عائد کی جائے۔

- 27 مئی 2021۔ایچ آر سی پی پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتا ہے اور 28 مئی بروز جمعہ شام 5 بجے ہر شہر میں پریس کلبوں کے باہر ان کے ملک گیر احتجاج میں شامل ہوگا جس کا مقصد آزادی اظہار کی حمایت اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کے تحفظ اور سلامتی کا مطالبہ کرنا ہے۔

- 31 مئی 2021۔ایچ آر سی پی صحافی حامد میر کو ملک میں اظہار رائے کی آزادی پر قدغنوں میں اضافے کے خلاف سخت ناقدانہ گفتگو کرنے کے تین دن بعد ان کے پروگرام سے ہٹائے جانے کے فیصلے کی شدید مذمت کرتا ہے۔محترم میر نے رپورٹر اسد علی طور پر بہیمانہ حملے کے بعد اپنے پیشہ ور ساتھیوں کی حفاظت کے بارے میں بجا طور پر اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا۔محترم میر کو فوری طور پر خاموش کیا جانا اور ان کے خاندان کو مبینہ طور پر دھمکیاں دیا جانا آزادی صحافت کے لیے انتہائی تشویش ناک ہے۔اب یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو انتہائی تنقید کا نشانہ بننے والے جرنلسٹس پروٹیکشن بل، جس کی سرکاری حلقوں کی طرف طویل عرصہ سے حمایت بھی کی جا رہی تھی، کی نمائشی منظوری سے حل ہونے والا نہیں۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ محترم میر کو اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریاں فوری طور پر دوبارہ شروع کرنے کی اجازت دی جائے اور ان کے خلاف دھمکیوں کو سنجیدہ لیتے ہوئے ان کا ازالہ کیا جائے۔

- 25 جون 2021۔ایچ آر سی پی جانی خیل کے مظاہرین کے مئی میں نامعلوم حملہ آوروں کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے قبائلی بزرگ ملک نصیب خان کے لیے انصاف کے مطالبہ کے حق کی حمایت کرتا ہے۔اس واقعے نے قبائلیوں کو اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کرنے پر مجبور کیا۔ریاست کو پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا احترام کرنا چاہیے۔اس لیے ہمیں یہ جان کر شدید تشویش ہے کہ بنوں میں مظاہرین میں سے کم از کم ایک شخص ہلاک اور عام شہریوں اور پولیس سمیت تقریباً 20 افراد زخمی ہوئے۔

- 28 جون 2021۔صحافی اسد علی طور پر ان کے پیشہ ورانہ امور کی وجہ سے وحشیانہ حملہ ہوئے اب ایک ماہ ہو گیا ہے، جس کے بعد سینئر صحافی حامد میر کا ٹی وی پروگرام اور اخبار میں ان کا کالم بند کر دیا گیا۔محترم طور اور صحافی ابصار عالم حیدر پر حملوں میں ملوث مجرموں کا احتساب ہونا چاہیے اور محترم میر کو انتقامی کارروائی کے خوف کے بغیر اپنے پیشہ ورانہ فرائض دوبارہ شروع کرنے کی اجازت دی جانا چاہیے۔

- 5 جولائی 2021۔ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہے کہ سما ٹی وی کے اینکر ندیم ملک کو ایف آئی اے نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 160 کے تحت ایک نیوز پروگرام کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔صحافی نے پروگرام میں ایک ذریعہ کے حوالے سے کہا تھا کہ اس نے الزام لگایا گیا تھا کہ ایک سابق جج کو سابق وزیر اعظم نواز شریف کے خلاف بدعنوانی کے ریفرنس میں فیصلہ سنانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ایف آئی اے کو ان صحافیوں کو ہراساں کرنے

کے لیے اپنا اختیار استعمال کرنے سے باز رہنا چاہیے جو محض اپنا کام کر رہے ہیں۔

- 7 جولائی 2021۔ ایچ آر سی پی یہ جان کر غمزدہ ہے کہ سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی کے سکیورٹی گارڈز کے ہاتھوں مزدور دودو بھیل پر مبینہ تشدد کے خلاف احتجاج کرنے والی بھیل برادری پر اسلام کوٹ پولیس کی جانب سے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا گیا۔ انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مظاہرین کی گرفتاری حراست کے اختیار کے حد سے متجاوز استعمال کے طور پر قابل مذمت ہے۔ پرامن احتجاج آئینی حق ہے جسے تحفظ ملنا چاہیے۔ ایچ آر سی پی دودو بھیل کی موت کی فوری اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کے مظاہرین کے مطالبات کی حمایت کرتا ہے۔ دودو کے اہل خانہ کی جانب سے جمع کرائی گئی ایف آئی آر میں نامزد افراد کو بھی فوراً گرفتار کیا جانا چاہیے۔

- 13 جولائی 2021۔ پی سی ٹی بی کی جانب سے نصابی کتاب کی ضبطی، مبینہ طور پر اس لیے کہ اس میں نوبیل انعام یافتہ اور حقوق کی کارکن ملالہ یوسفزئی کی تصویر شامل ہے، ریاست کی معلومات کو کنٹرول کرنے اور عوامی مکالمہ کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا نیا ریاستی ہتھکنڈا ہے۔ پی سی ٹی بی کو یہ حکم فوری واپس لینا چاہیے۔

- 5 اگست 2021۔ بھونگ، رحیم یار خان میں ایک ہندو مندر پر افسوس ناک حملہ، کمزور مذہبی اقلیتوں کے خلاف بلوائی تشدد کی بار بار سامنے آنے والی مثال ہے۔ یہ حقیقت کہ یہ حملہ عدالت کی طرف سے ایک معمولی جرم کے الزام میں ایک بچے کو ضمانت دینے کے جواب میں ہوا ہے، اس اقدام کو اور زیادہ تشویش ناک بنا دیتا ہے۔ حکومت کو قصورواروں کے خلاف قانونی کارروائی اور تمام مذہبی اقلیتوں اور ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے فوری اقدامات کرنا چاہئیں۔ ایچ آر سی پی ایک بار پھر مطالبہ کرتا ہے کہ سپریم کورٹ کے 2014 کے تصدق جیلانی فیصلے پر فوری عمل درآمد کیا جائے۔

- 11 اگست 2021۔ اقلیتوں کے قومی دن پر، ایچ آر سی پی نے شدید تشویش کے ساتھ مشاہدہ کیا کہ پاکستان میں فرقہ وارانہ اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک اور تشدد کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک بار پھر، ایچ آر سی پی حکومت سے 2014 کے تصدق جیلانی کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے اور اقلیتوں کے لیے ایک خود مختار قانونی قومی کمیشن قائم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ درحقیقت، ایک آٹھ سالہ ہندو لڑکے کے خلاف حالیہ الزامات سے ثابت ہوا ہے کہ توہین مذہب کے قوانین کا غلط استعمال تشویش ناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ اگر یہ ریاست خود کو صحیح معنوں میں ایک منصفانہ ریاست کہنا چاہتی ہے تو پھر اسے اقلیتوں کو ہر قسم کے تشدد کے خلاف بہتر اور مستقل تحفظ فراہم کرنا چاہیے۔

- 28 اگست 2021۔ ایچ آر سی پی کو تمام ملازمین کو بغیر اجازت سوشل میڈیا پلیٹ فارم استعمال کرنے سے روکنے کے حکومتی نوٹیفکیشن پر تشویش ہے۔ اگرچہ سرکاری ملازمین کو حساس معلومات دینے سے روکنا مناسب عمل ہو سکتا ہے مگر بطور شہری انہیں اپنی رائے کے اظہار کی اجازت نہ دینا من مانی اور غیر متناسب پابندی ہے اور لازمی طور پر

ضمیمہ 3

اظہار کی آزادی کو دبانے کی ایک اور کوشش ہے۔

- 1 ستمبر 2021۔ ایچ آر سی پی نے لاہور میں میڈیکل کے طلبا کے حالیہ احتجاج کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھیوں اور واٹر کینن کے استعمال کی مذمت کی ہے۔ اطلاعات کے مطابق، اس دوران کیمیکل سپرے بھی استعمال کیا گیا۔ یہ طلبا، جن کا اجتماع کا حق آئین میں درج ہے، کے خلاف طاقت کا غیر متناسب استعمال تھا۔

- 12 ستمبر 2021۔ ایچ آر سی پی نے آج ظالمانہ پی ایم ڈی اے بل کے خلاف پارلیمان کے باہر پی ایف یو جے کے مظاہرے میں شرکت کی۔ یہ بل موجودہ حکومت میں اظہار رائے کی آزادی کو مزید دبا دے گا۔

- 24 ستمبر 2021۔ ہم کوئٹہ میں میڈیکل کے اُن سینکڑوں طلبا کے خلاف طاقت کے غیر متناسب استعمال کی مذمت کرتے ہیں، جنہوں نے کل پی ایم سی کے آن لائن امتحانات میں بے ضابطگیوں کے خلاف پرامن احتجاج کیا تھا۔ پولیس نے لاٹھی چارج، آنسو گیس اور ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے 75 طلبا کو گرفتار کیا۔ ایچ آر سی پی مظاہرین کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتا ہے۔ گرفتار افراد کو رہا کیا جائے اور مظاہرین کے مطالبات کی منصفانہ سماعت کی جائے۔

- 21 اکتوبر 2021۔ ایچ آر سی پی کو سینئر صحافی عاصمہ شیرازی کے خلاف حکومتی مشیر شہباز گل کی بدزبانی اور ان کی پیشہ ورانہ اور ذاتی ساکھ کو بدنام کرنے کی کوششوں پر تشویش ہے۔ اس طرح کا رویہ تنقیدی رپورٹنگ جو کہ جمہوری نظام میں ہر صحافی کا حق ہے، کے لیے حکومت کی افسوسناک عدم برداشت کی عکاسی کرتا ہے۔

- 2 نومبر 2021۔ صحافیوں کے خلاف جرائم کے لیے استثنیٰ کے خاتمے کے عالمی دن پر، ایچ آر سی پی نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ صحافیوں اور میڈیا پروفیشنلز کے تحفظ کے لیے مسودہ قانون کی منظوری دے جو طویل عرصہ سے التوا کا شکار ہے۔ پاکستان اس سال ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس میں 180 ممالک میں سے تین درجے گر کر 145 پر آ گیا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کے خلاف بدسلوکی، دھمکی اور تشدد کی تحقیقات اور مجرموں کو سزا دینے کے لیے ایک قانونی ڈھانچے کو فعال کیا جائے۔ کسی بھی صحافی کو فرض کی ادائیگی میں جان یا جسمانی سلامتی کو خطرے سے دوچار نہ کرنا پڑے۔

- 24 نومبر 2021۔ ایچ آر سی پی کو ملک میں آزادیِ اظہار اور رائے کو سلب کرنے کی کوششوں پر تشویش ہے۔ چاہے ایسی کوششوں کا تعلق عاصمہ جہانگیر کانفرنس سے انٹرنیٹ سروسز میں خلل ڈالنے کی پی ٹی اے کی کوشش اور اس کی فنڈنگ پر سوالات اٹھانے والے ناقدین سے ہو یا پاکستان علما کونسل کے اس مطالبہ سے کہ ریاست فوج اور عدلیہ کو مبینہ طور پر 'بدنام' کرنے پر منتظمین کے خلاف کارروائی کرے۔ ایک ایسے ماحول میں جہاں پس ماندہ آوازوں، خاص طور پر بلوچستان سے اور نچلی سطح کی تحریکوں جیسے کہ پشتون تحفظ موومنٹ کو انسانی حقوق پر اپنا مؤقف سنانے کے لیے لڑنا پڑتا ہے، ایسے اقدامات حکومت کے اس دعوے کی نفی ہیں کہ پاکستان کا میڈیا 'آزاد' ہے۔

- 26 نومبر 2021۔ایچ آر سی پی طلبہ کے آج کے یکجہتی مارچ کی مکمل حمایت کرتا ہے اور طلبہ یونینوں کی بحالی کے مطالبے کا اعادہ کرتا ہے۔ نہ صرف انجمن سازی کا حق آئین میں درج ہے، بلکہ ملک کی طلبہ تنظیم کو سننے کی ضرورت ہے، چاہے پڑھائی، سیکھنے اور رابطے تک رسائی سے متعلق مسائل ہوں، یا طلبہ کی جبری گمشدگی کے متعلق تلخ سچائیاں اور کیمپس میں ہراسانی۔
- 2 دسمبر 2021۔حکومت کو اسلام آباد میں ہڑتال کرنے والے اساتذہ کے مطالبات پر دھیان دینا چاہیے، جنہیں خدشہ ہے کہ وہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2021 کے تحت اپنے فوائد سے محروم ہو سکتے ہیں۔موجودہ معاشی ماحول میں، اور عام طور پر اساتذہ کی کم اجرت کے پیش نظر مظاہرین اپنے مستقبل کے بارے میں خوف زدہ ہونے میں حق بجانب ہیں۔ ریاست کو کسی بھی صورت میں پرامن مظاہرین کے خلاف تشدد کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔
- 3 دسمبر 2021۔ سیالکوٹ کے ایک مشتعل ہجوم نے جس ناقابل تصور وحشیانہ کارروائی میں سری لنکا کے ایک شخص کو توہین مذہب کے جھوٹے الزامات پر تشدد کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کی لاش کو جلا ڈالا اس سے پاکستان میں پھیلتی بنیاد پرستی کی تلخ حقیقت ایک بار پھر آشکار ہوئی ہے۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ریاست کا ردعمل یا تو بزدلانہ یا پھر بدترین صورت حال میں معاون کا رہا ہے۔ ہم واقعے کی فوری اور شفاف تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ نہ صرف مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جانا چاہیے بلکہ ریاست کو انتہائی دائیں بازو کے عناصر کے ساتھ اپنے گٹھ جوڑ کو بھی ختم کرنا چاہیے۔
- 7 دسمبر 2021۔ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہے کہ سینئر صحافی رانا ابرار خالد کی وزیراعظم کو غیر ملکی حکومتوں سے ملنے والے تحائف کے بارے میں معلومات کی درخواست کو کابینہ ڈویژن نے اس بنیاد پر بار بار مسترد کیا ہے کہ یہ خفیہ معلومات کے زمرے میں آتی ہیں۔ یہ حق اطلاعات قانون 2017 کی خلاف ورزی ہے۔ہمیں یہ بھی مصدقہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ مسٹر خالد ریاستی ایجنسیوں کی نظر میں ہو سکتے ہیں، جس میں مبینہ طور پر ان کی آر ٹی آئی درخواست کے سلسلے میں حیلے بہانے سے ان کے گھر میں داخل ہونے کی خفیہ کوشش بھی شامل ہے۔ اب ہم ان کی ذاتی حفاظت کے لیے فکر مند ہیں۔صحافیوں کو ہراساں کرنے اور درست عوامی معلومات کو دبانے کا یہ سلسلہ فوری بند ہونا چاہیے۔

پس ماندہ طبقوں کے حقوق

- 8 جنوری 2021۔ایچ آر سی پی کو وزیراعظم عمران خان کے اس بیان تشویش ہے کہ کوئٹہ میں ہزارہ سوگواران انہیں بلیک میل کر رہے ہیں جنہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے مرنے والوں کو صرف اس وقت دفن کریں گے جب وزیراعظم ان کے پاس آئیں گے اور مستقبل میں ان کی حفاظت یقینی بنائیں گے۔ ہزارہ عرصہ دراز سے

دیوار سے لگائے جا رہے اور نسل کشی کی حد تک مظالم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ انہیں 'بلیک میلرز' کہہ کر مسترد کرنا شرمناک ہے۔ وزیر اعظم کا فرض ہے کہ وہ برادری کی دیکھ بھال کریں اور ان کے مطالبات کا احترام کریں۔ ریاست ان کی زندگی اور آزادی کے تحفظ کے لیے فوری اقدامات کرے۔

_ 28 جنوری 2021۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس کی چیئر پرسن حنا جیلانی کو امریکا میں افریقی نسل کے لوگوں کے خلاف پولیس کی منظم نسل پرستانہ تشدد پر عالمی انکوائری کمیشن کی کمشنر مقرر کیا گیا ہے۔ نسل پرستی کے خلاف جنگ ایچ آر سی پی کی بنیادی قدر رہے۔

_ 12 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی عورت مارچ کے خلاف، بشمول میڈیا کے کچھ حلقوں کی طرف سے، دانستہ نفرت انگیز مہم کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ایک بار پھر، توہین مذہب کے الزامات کو ہتھیار بنایا گیا ہے، اس بار اُن خواتین کے خلاف جنہوں نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہراسانی اور جنسی حملوں کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ یہ طرز عمل ناگوار ہی نہیں بلکہ تشدد پر اکساتا ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسے تمام افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔ محض معذرت کافی نہیں ہے۔ درحقیقت، یہ انتہائی شرم کی بات ہے کہ اس طرح کا ردعمل ہر بار عورت مارچ پر سامنے آتا ہے۔

_ 15 مارچ 2021۔ اگرچہ ایچ آر سی پی نے پشاور میں ایک 14 سالہ لڑکے کی حراستی موت کی عدالتی تحقیقات کا خیر مقدم کیا ہے، مگر اس طرح کے واقعے کا پیش آنا یہ تلخ یاد دہانی ہے کہ حراستی تشدد اب بھی ریاست کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ ایک بچے کا مبینہ طور پر اس طرح کے تشدد کا شکار ہونا ناقابل بیان ہے اور عدالتی تحقیقات ضائع ہونے والی زندگی کو واپس نہیں لائے گی۔ یہ ضروری ہے کہ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ جووینائل جسٹس سسٹم ایکٹ 2018 کے تحت بچوں کو دیے گئے تحفظ کو حراست کے عمل کے ہر مرحلے پر لاگو کیا جائے، جس میں بچے کا یہ قانونی حق بھی شامل ہے کہ اسے گرفتاری پر لاک اپ کی بجائے آبزرویشن ہوم میں رکھا جائے۔

_ 16 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی کو بلوچستان کے علاقے ہرنائی میں نو کان کنوں کی موت پر نہایت افسوس ہے۔ ہم اسے ریاست اور کان مالکان کی سنگین ناکامی سمجھتے ہیں۔ کام کے خطرناک حالات اور حکومت کی طرف سے کھلی غفلت کی وجہ سے ہر سال سینکڑوں کان کن اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ حفاظتی ضوابط کو فوری طور پر نافذ کیا جائے اور مالکان، جن کے لالچ اور غفلت کے سبب قیمتی جانیں گئی ہیں، کے خلاف کارروائی کی جائے۔

_ 26 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی کو عورت آزادی مارچ کے خلاف ایسے الزامات کے تحت ایف آئی آر کے اندراج کی عدالتی ہدایت پر سخت تشویش ہے جن کی واضح طور پر تردید کی گئی ہے۔ اس نے نہ صرف منتظمین کی حفاظت کو خطرے میں ڈالا ہے بلکہ اس سے اس عورت دشمنی کی بازگشت بھی سنائی دی ہے جس کے خلاف

جاری ہے

پاکستان بھر کی خواتین جدوجہد کر رہی ہیں۔

- 31 مارچ 2021۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر صدمہ ہوا ہے کہ 15 سالہ رانی میگھوار کو تھرپارکر کے چھاچھرو میں واقع اس کے گاؤں سارنگیار سے اغوا کیا گیا اور ایک سیاسی بااثر فرد نے مبینہ طور پر زیادتی کا نشانہ بنایا۔ اسے چھوڑ دیا گیا اور پھر دوسری بار اغوا کیا گیا۔ اس کے اہل خانہ کو بھی خدشہ ہے کہ زبردستی اس کا مذہب تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے والد نے ایف آئی آر درج کروائی تو اسے بھی اغوا کر لیا گیا۔ سندھ حکومت کو اس واقعے کی فوری تحقیقات کرنی چاہیے اور مجرموں کا محاسبہ کرنا چاہیے، چاہے ان کی سیاسی وابستگی کچھ بھی ہو۔

- 3 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی نے بلوچستان ایمپلائز اینڈ ورکرز گرینڈ الائنس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے دوران تنخواہوں میں اضافے کے مطالبے کے لیے ان کے دھرنے کو آج پانچواں دن ہے اور حکومت کو ان کے مطالبات پر توجہ دینی چاہیے۔ ہمیں یہ سن کر بھی تشویش ہوئی ہے کہ کمیونیکیشن اینڈ ورکس ڈیپارٹمنٹ کے لگ بھگ 360 ملازمین کو 10 سال ملازمت کے بعد اس بنیاد پر برطرف کر دیا گیا ہے کہ اُس وقت بھرتی کا عمل 'غلط' تھا۔ انہیں انتظامی پیچیدگیوں کی قیمت ادا نہیں کرنا چاہیے۔

- 5 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی روزنامہ اُمت میں خواتین کے خلاف غیر اخلاقی اور نامناسب زبان کے استعمال کی مذمت کرتا ہے۔ اخبار کو غیر مشروط معافی نامہ شائع کرنا چاہیے اور آئندہ ایسی زبان استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ وہی اخبار ہے جو معروف بزرگ ادیب امر جلیل کے خلاف توہین آمیز مہم چلا رہا ہے۔ اس طرح کے طرزِ عمل سے صحافت کے پیشے کی بدنامی ہوتی ہے۔ اے پی این ایس اور سی پی این ای کو نوٹس لینا چاہیے۔

- 6 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی وزیراعظم عمران خان کے ریپ کے واقعات کو 'فحاشی' سے جوڑنے والے حالیہ بیان اور اس تجویز سے پریشان ہے کہ یہ مسئلہ 'پردے' سے حل ہوگا۔ اس سے نہ صرف یہ کہ جنسی تشدد کہاں، کیوں اور کیسے ہوتا ہے، کے بارے میں حیران کن لاعلمی کی نشان دہی ہوتی ہے، بلکہ یہ بیان جنسی تشدد کے متاثرین کو بھی موردالزام ٹھہراتا ہے جن میں، حکومت کو معلوم ہونا چاہیے، کہ چھوٹے بچوں سے لے کر غیرت کے نام پر جرائم کا شکار ہونے والے افراد تک شامل ہیں۔ عوامی رہنما کی جانب سے یہ رویہ ناقابلِ قبول ہے۔ ہم حکومت سے فوری معافی اور جنسی تشدد سے نمٹنے کے لیے تجدید عہد کا مطالبہ کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ وہ اسے تشدد اور طاقت کے اظہار کا عمل تصور کرتے ہوئے اس کا تدارک کرے گی۔

- 1 مئی 2021۔ ایچ آر سی پی نے مزدوروں کے عالمی دن پر تمام مزدوروں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ریاست محنت کشوں، کسانوں، کان کنوں اور ماہی گیروں کے بنیادی حقوق اور معاشی بہبود کو اپنی پالیسی سازی میں مرکزی مقام دے۔ ریاست کو کنٹریکٹ لیبر کی حوصلہ شکنی اور یونین سازی کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے، کام کی جگہ پر تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے، اور کم از کم اجرت میں خاطر خواہ اضافہ کرنا چاہیے۔

- 15 جولائی 2021۔ایچ آر سی پی کراچی میں دھمکی آمیز آڈیو/ ویڈیو پیغامات کے ذریعے خواجہ سراؤں کے خلاف تشدد کو اکسانے کی اطلاعات پر فکر مند ہے۔سندھ حکومت کو پہلے سے غیر محفوظ برادری کو نشانہ بنانے کی ایسی منظّم کوششوں کا نوٹس لینا چاہیے اور تحقیقات کرنی چاہیے۔

- 29 جولائی 2021۔ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہے کہ قومی کمیشن برائے حقوق نسواں کی چیئر پرسن کے تقرر میں متعلقہ پارلیمانی کمیٹی کے قواعد کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ پارلیمانی کمیٹی کے چھ ارکان کا کہنا ہے کہ ان کا ووٹ غیر قانونی طور پر مسترد کیا گیا۔ وزارت انسانی حقوق کو کمیٹی کے ارکان کی اکثریت کے ووٹوں کی تعداد کی بنیاد پر اس نوٹیفکیشن کو دوبارہ جاری کرنا چاہیے۔

- 30 جولائی 2021۔سمگلنگ کے متاثرین خصوصاً خواتین، بچوں اور گروی مزدوروں کو استحصال سے نکالے جانے کے بعد بھی خصوصی تحفظ اور مدد فراہم کی جائے۔حکومت کو افراد کی سمگلنگ سے نمٹنے کے لیے ایک جامع منصوبہ اپنانا چاہیے، جس میں لیبر اور جنسی سمگلنگ کے تحقیقات کاروں کی تعداد اور استعداد کو بڑھانے کے اقدامات شامل ہیں، خاص طور پر جہاں سرکاری ساز باز کا شبہ ہو۔

- 11 اگست 2021۔ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں تمام ڈیلیوری رائڈرز کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتا ہے، جن میں سے بہت سے کہتے ہیں کہ انہیں مہینوں سے معاوضے کی ادائیگی نہیں کی گئی۔رائڈرز کے اوقات کار طویل ہیں مگر اجرت کم ہیاور روزگار کے فوائد بھی نہیں۔انہیں محفوظ، مہذب اور پیداواری کام کے ساتھ ساتھ محنت کے وقار کا حق حاصل ہے۔حکومت کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ان کے آجروں کا احتساب ہو۔

- 16 اگست 2021۔ایچ آر سی پی کو گلگت بلتستان میں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کو خودکشیوں کا رنگ دینے کی اطلاعات پر تشویش ہے۔ 27 سالہ ادیبہ کو مبینہ طور پر شمشال میں اس کے سسرال والوں نے قتل کر دیا۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسی ٹیم کے ذریعے واقعے کی دوبارہ تحقیقات کی جائے جس میں خواتین تفتیشی افسران شامل ہوں اور ملزمان کی ضمانتیں منسوخ کی جائیں۔

- 24 ستمبر 2021۔ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہے کہ سان، جامشورو میں ایک زمیندار نے مقامی ملاح برادری کو اپنے آبا ؤ اجداد کی قبروں کو کھودنے اور باقیات کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ سید خاندان کی قبروں کے لیے 'مزید جگہ بنائی' جا سکے۔اس سے نہ صرف وقار اور احترام کے عام معیارات کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ نسل پرستی کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔مقامی ملّاح برادری کو اپنے مردوں کو سان میں دفنانے کا پورا حق ہے۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر زمیندار اس فیصلے کو واپس نہ لے اور ملاح برادری سے معافی نہ مانگے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔

- 20 نومبر 2021۔بچوں کے عالمی دن پر، ایچ آر سی پی ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پاکستان کے بچوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داری تسلیم کرے۔تمام بچوں کو تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، کھیل کود، صاف ہوا اور پانی تک

رسائی، اور جبری مشقت، کم عمری کی شادی یا گھریلو تشدد ایسے استحصال اور بدسلوکی سے پاک زندگی گزارنے کا حق ہے۔ بچے مساوی حقوق کے حامل شہری ہیں، اور ریاست اور معاشرہ دونوں کو ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔

- 20 نومبر 2021۔ ایچ آر سی پی کو کراچی میں تین ہٹی کچی آبادی میں آتشزدگی کا جان کر بہت تشویش ہوئی ہے۔ ریاست کو اس واقعے کی تحقیقات کرنی چاہیے، اور سماج کے سب سے نچلے طبقے کیان متاثرہ خاندانوں کے لیے، جن کے پاس رہنے کے لیے کوئی اور جگہ نہیں ہے، فوری ریلیف اور از سر نو آبادکاری کے لیے اقدامات کرنا چاہییں۔

- 25 نومبر 2021۔ خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کے عالمی دن پر، ہم ریاست اور سول سوسائٹی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ گھریلو تشدد، بدسلوکی اور ہراسانی سے پاک دنیا کی تعمیر کا عہد کریں۔ گھر پر، کام کی جگہ پر، عوامی مقامات پر، اور ڈیجیٹل مقامات پر۔ 2021 میں، غیرت کے نام پر جرائم، جنسی تشدد اور جنسی حملوں، جبری شادی، گھریلو تشدد اور آن لائن ہراسانی کے واقعات میں کمی کے آثار نظر نہیں آئے۔ خواتین کی آوازوں کو سن کر، دقیانوسی صنفی تصورات کو توڑ کر، اور مجرموں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر کے اب صنفی بنیاد پر تشدد کا خاتمہ کریں۔

- 14 دسمبر 2021۔ ایچ آر سی پی نے کراچی کلائمیٹ مارچ کے ایک خواجہ سرا کارکن پر ہونے والے حالیہ جسمانی اور جنسی حملے پر تشویش کا اظہار اور ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا ہے۔ اس اقدام کا مارچ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے قانون نافذ کرنے والے اہل کاروں کی طرف سے انجام دیا جانا ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہے کیونکہ خواجہ سرا برادری پہلے ہی غیر متناسب تشدد کا شکار ہے۔ جب سب سے زیادہ کمزور لوگ اپنے جیسوں کے لیے مارچ کرنے کے لیے متحرک ہوتے ہیں، تو ان کے پاس جو تھوڑی سی جگہ ہوتی ہے اسے کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جانا چاہیے۔

سماجی اور معاشی حقوق

- 19 جنوری 2021۔ ایچ آر سی پی کو وفاقی حکومت کے حالیہ فیصلے پر شدید تشویش ہے جس میں صوبوں اور نجی اداروں سے کووڈ 19 ویکسین درآمد کرنے کو کہا گیا ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ محنت کش طبقے، جو پاکستان کی آبادی کا بڑا حصہ ہے، کو کم قیمت پر ویکسین فراہم کرے۔۔ کم آمدنی والے طبقے وفاقی حکومت کی غلط ترجیحات اور امیر نواز پالیسیوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے معاشی بحران سے بچنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ موصول ہونے والی امداد اور وبائی مرض سے لڑنے کے لیے مختص کی جانے والی رقم کو شفاف طریقے سے استعمال اور شہریوں کو حفاظتی ٹیکے لگانے پر خرچ کیا جانا چاہیے۔

ضمیمہ 3

- 6 اپریل 2021۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت یہ یقینی بنائے کہ ملک کی سہولیات سے عاری اور گنجائش سے زائد قیدیوں سے بھری جیلوں میں قیدیوں اور جیل کے عملے کو کووڈ 19 ویکسین ترجیحی بنیادوں پر فراہم کی جائے، خاص طور پر بڑی عمر کے لوگوں کو۔ ہم نظامِ انصاف اور جیلوں کے حالات میں اصلاحات کے اپنے مطالبے کا اعادہ کرتے ہیں۔
- 2 جولائی 2021۔ ایچ آر سی پی نے کے پی حکومت سے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی تعمیل کا مطالبہ کیا ہے کہ فرنٹیئر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے سابق ملازمین کو سرکاری شعبہ کا حصہ بنایا جائے اور ان کے بقایا جات کا تصفیہ کیا جائے۔ پشاور میں تقریباً 300 ملازمین ملازمت کے حق کے لیے احتجاج کر رہے ہیں- ان کے مطالبات کو سنا جانا چاہیے۔
- 7 نومبر 2021۔ ایچ آر سی 8 نومبر کو لاہور میں سول سوسائٹی کے زیرِ اہتمام ہونے والے موسمیاتی انصاف مارچ کا حامی ہے۔ ہمیں جس موسمیاتی ہنگامی صورت حال کا سامنا ہے اس کا اثر غریبوں، کمزوروں اور انتہائی محروم افراد پر پڑے گا۔

انسانی حقوق کے ساتھی دفاع کاروں کی وفات

- 30 جنوری 2021۔ ایچ آر سی پی دلیر صحافی اور دی نیوز انٹرنیشنل کے ادارتی صفحات کے ایڈیٹر زین العابدین کے بے وقت انتقال پر سوگوار ہے۔ ہم ان کے خاندان، دوستوں اور ساتھیوں سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔
- 8 مئی 2021۔ ایچ آر سی پی آرٹسٹ، کارکن اور ساڑھے تین سالہ بیٹے کی والدہ صدف چغتائی کی وفات پر دکھی ہے۔ یہ کہ انہوں نے اپنے شوہر، شاعر، فلم ساز اور صحافی مدثر نارو کو ڈھونڈنے کے لیے پچھلے تین سال جدوجہد میں گزارے، اس المیے کا ایک پیمانہ ہے۔ ہم ان کے اہل خانہ اور دوستوں کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور حکومت سے مدثر نارو کی فوری بازیابی کے مطالبے کا اعادہ کرتے ہیں۔ ہم محترمہ صدف کی موت کے حالات کے بارے میں ایک سرکاری انکوائری کا بھی مطالبہ کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ 20 مئی کو جبری گمشدگیوں سے متعلق اقوامِ متحدہ کے کمشنر کی سماعت میں پیش ہونے والی تھیں۔
- 27 اگست 2021۔ ایچ آر سی پی نے خواتین کے حقوق کی نامور کارکن ڈاکٹر روبینہ سہگل کے انتقال پر دکھ کا اظہار کیا۔ صنف، قوم پرستی، انسانی حقوق اور تعلیم پر ان کے کام نے تین نسلوں کے کارکنوں اور ماہرین تعلیم کو متاثر کیا ہے۔ ویمن ایکشن فورم کی ایک اہم رکن کے طور پر، ڈاکٹر سہگل ہمیشہ پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریک کے ہراول دستے میں شامل رہیں۔ ان کی کمی شدید محسوس ہوگی۔
- 3 ستمبر 2021۔ ایچ آر سی پی بزرگ سیاسی رہنما سردار عطاء اللہ مینگل کے انتقال پر شدید دکھ کا شکار ہے۔ وہ ایک جمہوری وفاق کے لیے جدوجہد کے استعارے اور بلوچ عوام کے حقوق کے شدید حامی تھے۔ ان کے

انتقال پر نہ صرف بلوچ بلکہ جمہوریت، وفاقیت اور انسانی حقوق پر یقین رکھنے والے تمام افراد سوگوار ہوں گے۔

- 25 ستمبر 2021۔ ایچ آر سی پی حقوق نسواں اور امن کارکن کملا بھسین کی وفات پر غمزدہ ہے۔ کے حقیقی معنوں میں ایک جنوبی ایشیائی شہری، وہ ایچ آر سی پی کے متعدد اراکین کی دوست اور رہبر تھیں۔ نہ صرف وہ علاقائی امن کی تحریک کے سب سے زیادہ جانے پہچانے چہروں میں سے ایک تھیں، بلکہ محترمہ بھسین ایچ آر سی پی کی چند انتہائی قابل قدر اقدار کا بھی مجسمہ تھیں: جمہوری نظریات کے تحفظ کے لیے جدوجہد، پدرانہ نظام کے خلاف مزاحمت اور سب سے بڑھ کر، مختلف طبقوں کو اپنے حقوق کے لیے متحرک کرنے کی طاقت۔ پاکستان بھر میں انسانی حقوق کے دفاع کاران کی کمی محسوس کریں گے۔

عالمی امن اور انسانی حقوق

- 25 نومبر 2021۔ ایچ آر سی پی سری نگر میں مقیم انسانی حقوق کے محافظ خرم پرویز کی خیریت کے بارے میں فکرمند ہے، جنہیں 72 گھنٹے سے زائد عرصے سے ظالمانہ غیر قانونی سرگرمیاں (روک تھام) ایکٹ کے تحت بیجا طور پر حراست میں رکھا گیا ہے۔ محترم پرویز ایک بین الاقوامی سطح پر جانے مانے کارکن ہیں جن کا جبری گمشدگیوں پر کام اور مودی حکومت پر سخت تنقید انسانی حقوق کے لیے ان کی وابستگی کے عکاس ہیں حالانکہ ان کی تنظیم اور وہ خود مستقل طور پر خطرات سے دوچار ہیں۔ ہم بھارتی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ انہیں فوری اور غیر مشروط رہا کیا جائے۔

پریس ریلیزیں

قانون کی حکمرانی

اداروں میں بے جا مداخلت سے پاکستان کا جمہوری مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے

20 مئی 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کو یہ جان کر شدید تشویش ہے کہ سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی اسمبلی سندھ کے دو اراکین کی رکنیت کو اس وجہ سے معطل قرار دے دیا کہ وہ آوارہ کتوں سے چھٹکارہ پانے کی مہم کی نگرانی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں عدالت نے منتخب نمائندوں کی معطلی کا حکم صادر کر کے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے کیونکہ منتخب نمائندوں کا کام قانون سازی کرنا ہے نہ کہ قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنانا۔ کمیشن نے فاضل عدالت سے یہ فیصلہ واپس لینے کی استدعا کی ہے۔

درحقیقت، اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ اس کی حالیہ ترین مثال قومی احتساب بیورو (نیب) کے مریم نواز شریف سے متعلق الزامات ہیں۔ نیب کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی بھی شہری پر 'ریاست مخالف پراپیگنڈے' میں ملوث ہونے کا الزام لگائے۔ یہ ایک ایسا مبہم الزام ہے جس کا ان دنوں سیاسی مخالفین، ماہرین تعلیم، صحافیوں اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو بڑی آسانی کے ساتھ نشانہ بنایا جارہا ہے۔ نیب پر وقتاً فوقتاً لگایا گیا یہ الزام صداقت پر مبنی ہے

ضمیمہ 3

کہ وہ اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز اور جانبدارانہ احتساب کی پالیسی پر گامزن ہے۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ حکومت کو بھی اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کے جائز الزامات کا جواب دینا ہوگا۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان پر حکومت کا حملہ دستور اور جمہوری اقدار کے لیے احترام کے فقدان کی عکاسی کرتا ہے۔ حکومت اور تمام ریاستی اداروں کو یاد رکھنا ہوگا کہ نہ تو خودمختاری پر حملہ اور نہ ہی اداروں میں بے جا مداخلت پاکستان کے جمہوری مستقبل کے لیے نیک شگون ہے۔

ایچ آر سی پی ایذارسانی کو جرم قرار دینے سے متعلق بل کا خیر مقدم کرتا ہے

13 جولائی 2021۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) ایذارسانی اور زیرِ حراست موت (روک تھام اور سزا) سے متعلق بل کی منظوری کا خیر مقدم کرتا ہے۔ یہ بل سینیٹ میں رُکن سینیٹ شیری رحمٰن نے پیش کیا اور وزیر انسانی حقوق شیریں مزاری نے اس کی حمایت کی۔ اس بات کے پیش نظر کہ پاکستان نے 2010ء میں ایذارسانی کے خلاف معاہدے کی توثیق کی تھی اور یہ بل ایک طویل عرصے سے زیرِ التوا تھا، اس بل کی منظوری اس مروجہ سرگرمی کو جرم قرار دینے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

اصولی طور پر، ایذارسانی کے خلاف قانون کو ضابطہ تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنایا جانا چاہئے تھا۔ اس کے باوجود، یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس بل میں ایذارسانی کی جامع تعریف کی گئی ہے، اس میں حراستی جنسی تشدد کو حراستی تشدد کے دائرے میں شامل کیا گیا ہے، اور یہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کو ضروری بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیے جانے کے بعد ایذارسانی کے واقعات کی تحقیقات کا اختیار دیتا ہے۔

تاہم، ایچ آر سی پی کو اس بات پر تشویش ہے کہ ایذارسانی سے متعلق جرائم کی شکایات کی تحقیقات کا بنیادی اختیار وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) کو دیا گیا ہے۔ شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ ایف آئی اے خود ایذارسانی کی کارروائیوں میں ملوث رہا ہے اور اس کے موجودہ ڈھانچے میں اصلاح کی جانی چاہئے تاکہ یقینی بنایا جاسکے کہ یہ دیگر ریاستی ایجنسیوں کی ملی بھگت سے ایذارسانی کے استعمال کو فوجداری تحقیقات کے آلے کے طور پر استعمال نہ کرے۔ ایذارسانی کو سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں کو دھمکانے کے لئے استعمال کرنے کے حوالے سے پاکستان کی طویل تاریخ کو دیکھتے ہوئے، انسانی حقوق کے دفاع کاروں، صحافیوں اور ریاست کو سزا سے استثنا کے خاتمے کی غرض سے کی گئیں آئینی اصلاحات کے ذریعے، ایک ایسے کلچر کے خاتمے کا عہد کرنا چاہئے جو فوجداری نظامِ انصاف میں ایذارسانی کی حمایت کرتا ہے۔

قانون کا نفاذ

حتیٰ کہ ایک جبری گمشدگی بھی صورتحال کی سنگینی کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے

30 اگست 2021۔ جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ

آر سی پی) نے جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن کی مایوس کن کارکردگی بشمول اس کے چیئر پرسن کی خراب ساکھ اور اِس سنگین جرم میں مجرموں کے محاسبے کے لیے اس میں صلاحیت یا ارادے کے فقدان پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید دکھ ہوا ہے کہ گذشتہ 10 برسوں میں علاقائی لحاظ سے جبری گمشدگیوں کا دائرہ وسیع ہوا ہے اور اب یہ جرم تمام صوبوں اور علاقوں تک پھیل گیا ہے، جبکہ پس منظر کے لحاظ سے متاثرین میں اب نہ صرف سیاسی کارکنان شامل ہیں بلکہ صحافی اور انسانی حقوق کے دفاع کار بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔

اگرچہ حال ہی میں جبری گمشدگیوں کے خلاف تجویز کیا گیا مسودہ قانون کاغذی کارروائی کے اعتبار سے ایک اچھا قانون ہے اور کم از کم صورتحال کی سنگینی کا اعتراف کرتا ہے مگر ایچ آر سی پی کے لیے پریشان کن امر یہ ہے کہ مسودہ قانون میں مجرموں کی شناخت اور محاسبے کے لیے ٹھوس اور قابلِ عمل طریقہ کار موجود نہیں اور متاثرین اور اُن کے ورثاء کے لیے معاوضے کا بندوبست بھی دستیاب نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ، جب تک ذمہ داری صرف افراد پر عائد کرنے کی بجائے قانون کے تحت تمام ریاستی ایجنسیوں کو جوابدہ نہیں ٹھہرایا جاتا، صرف قانون کے موجودگی سے جبری گمشدگیوں کا سلسلہ نہیں رکنے والا۔ ایچ آر سی پی عدالت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ کی ذمہ داری ادا کرے اور جبری گمشدگیوں کے لیے جوابدہی کو یقینی بنانے کے لیے پہلے سے زیادہ پختہ عزم کا مظاہرہ کرے۔

سزائے موت پر پابندی بحال کی جائے

10 اکتوبر۔ سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) ریاست سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ سزائے موت پر پابندی بحال کرے اور فوجداری تحقیقات کے نظام میں بہتری پر توجہ مرکوز کرے اور اس مقصد کے لیے جیل میں وسیع تر اصلاحات متعارف کروائے تاکہ وہاں بند قیدیوں جن کی نگہداشت ریاست کی ذمہ داری ہے، کے بنیادی حقوق محفوظ ہو سکیں۔

ایچ آر سی پی اِس تاریخی دن کے موقع پر سزائے موت پر اپنا مؤقف دہرانا چاہتا ہے: ریاست کا فریضہ زندگی کو محفوظ کرنا ہے، اسے ختم کرنا نہیں، اور یہ کہ عملی اعتبار سے دیکھا جائے تو اِس امر کے سائنسی شواہد موجود نہیں کہ سزائے موت جرائم میں کمی کا سبب بنتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ غیر تسلی بخش عدالتی نظام میں سزائے موت کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ نہ صرف غریب اور وسائل سے محروم لوگ پھانسی چڑھنے کے خطرے سے دوچار ہوتے ہیں بلکہ سزائے موت کے حامی نظاموں میں بچے اور ذہنی معذور لوگ بھی اس کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

یہ حقیقت قابلِ ذکر ہے کہ ایچ آر سی پی کی رپورٹس کے مطابق، ریاست نے 2020 کے دوران کسی فرد کو پھانسی نہیں دی اور ایسے کیسز بھی کمی ہوئی ہے جن میں سزائے موت سنائی گئی تھی۔ 2019 میں 578 قیدیوں کو سزائے موت سنائی گئی تھی جبکہ 2020 میں یہ تعداد 177 تھی۔ اس کے علاوہ، فروری میں عدالتِ عظمیٰ کا یہ فیصلہ خوش آئند پیش رفت ہے کہ سنگین ذہنی بیماریوں میں مبتلا قیدیوں کو پھانسی نہیں دی جاسکتی۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ ریاست اس پیش رفت

کے بعد پہلے قدم کے طور پر سزائے موت والے جرائم جن میں سے زیادہ تر عالمی قانون کی رُو سے، 'انتہائی سنگین' جرائم کی تعریف پر پورا نہیں اترتے، کی تعداد (جو فی الوقت 33 ہے) پر نظرِ ثانی کرے اور تسلیم کرے کہ انسانی حقوق کے ضمن میں اُس کی عالمی ذمہ داریاں اُسے کسی بھی قسم کے حالات میں موت کے سزا کے استعمال کی اجازت نہیں دیتیں۔

جمہوری عمل میں شمولیت

2020 میں جی بی کی حیثیت میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہوا

26 جون 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال میں اس افسوس ناک حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ گلگت بلتستان کو پاکستان کا آئینی حصہ بنانے کے دیرینہ مطالبے کے باوجود، یہ علاقہ عملی اعتبار سے ابھی تک ایک انتظامی یونٹ ہے، اس کے شہری پاکستان کی قومی اسمبلی، سینٹ اور دیگر پالیسی ساز اداروں میں سیاسی نمائندگی کے حق سے محروم ہیں۔ اس کے علاوہ، جی بی کا عدالتی نظام ریاست کے انتظامی ستون کے زیرِ کنٹرول رہا اور تقرریاں سیاسی بنیادوں پر ہوتی رہیں۔ پاکستان کے دیگر علاقوں کی طرح، جی بی پر بھی کوویڈ 19 کے پھیلاؤ کے شدید اثرات مرتب ہوئے جس کے سبب دہاڑی دار مزدور بیروزگار ہوئے، تمام سطحوں پر تعلیمی سلسلہ معطل رہا، اور صحت کے نظام پر شدید دباؤ پڑا۔

2020 میں ایک بنیادی پیش رفت اکتوبر میں ہنزہ میں سیاسی قیدیوں کے اہل خانہ اور اسیران ہنزہ رہائی کمیٹی کا مشترکہ دھرنا تھا جس کے بعد نگران حکومت اور کمیٹی کے رہنماء اس بات پر متفق ہوئے کہ سیاسی قیدیوں کو ضمانت پر رہا کیا جائے گا۔ بعدازاں، ایسے تمام قیدی، بشمول عرصہ دراز سے قید عوامی ورکرز پارٹی (اے ڈبلیو پی) کے بابا جان کو رہائی ملی۔

انسداد دہشت گردی قوانین کا ناجائز استعمال، ایک ایسا افسوس ناک رجحان جس کا ایچ آر سی پی کئی برسوں سے مشاہدہ کر رہا ہے، 2020 میں بھی جاری و ساری رہا جس کے باعث انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے چوتھے شیڈول کے تحت انسانی حقوق کے کارکنوں، صحافیوں، سیاسی ورکروں، اور قوم پرستوں کی کڑی نگرانی کی جاتی رہی۔ انسانی حقوق کے کارکن یہ شکایت کرتے رہے کہ چوتھے شیڈول کو سیاسی اختلاف کا گلا گھونٹنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے ایک معروف کیس قوم پرست سیاسی کارکن عرفان حیدر جون کا ہے جنھوں نے پشتون تحفظ موومنٹ کے رہنما اور قومی اسمبلی کے رکن محسن داوڑ کی میزبانی کی تو اس کے بعد مقامی انتظامیہ نے انہیں سوشل میڈیا کے استعمال اور سیاسی سرگرمیوں سے متنبہ کیا۔ ایچ آر سی پی کی رپورٹ میں یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ 2020 میں مقامی صحافیوں پر ریاستی و غیر ریاستی عناصر کی دھمکیوں اور حملوں میں اضافہ ہوا ہے۔

جی بی کی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات 15 نومبر کو منعقد ہوئے۔ اگرچہ پولنگ کا عمل بڑی حد تک پرامن اور باضابطہ تھا، مگر ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہوئی کہ آزاد انتخابی مشاہدہ کار بشمول چار کیسز میں کمیشن کے مشاہدہ کاروں کی اپنی

بقیہ

ٹیم کو گلگت شہر میں ووٹوں کے گنتی کے وقت پولنگ اسٹیشنوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ پاکستان تحریک انصاف نے جی بی میں نئی صوبائی حکومت تشکیل دی۔ البتہ، ایچ آر سی پی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 2009 میں گذشتہ انتخابات کے بعد سے مقامی انتخابات کی غیر موجودگی کی وجہ سے نچلی سطح پر قیادت بڑی عجلت سے نمودار ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 2020 میں جی بی کی قانون ساز اسمبلی کے انتخاب میں امیدوار اتنی بڑی تعداد میں سامنے آئے۔

اے جے کے انتخابات کے دوران تشدد کے واقعات تشویش کا باعث ہیں: ایچ آر سی پی

26 جولائی 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کو 25 جولائی کو آزاد جموں وکشمیر (اے جے کے) میں ہونے والے انتخابات کے دوران پی ٹی آئی کے دو کارکنان کی ہلاکت پر شدید تشویش ہے۔ سامنے آنے والی اطلاعات کے مطابق، پی پی پی کا ایک رکن بھی قتل ہوا جب کوٹلی میں پی ٹی آئی کے کارکنان نے مبینہ طور پر پی پی پی کے ایک امیدوار کی گاڑی پر فائرنگ کی۔ آزاد مبصرین کی ابتدائی اطلاعات کے مطابق، کم از کم آٹھ اور ایسے واقعات سامنے آئے ہیں جن میں مخالف سیاسی گروہوں نے ایک دوسرے کو تشدد کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں کئی سیاسی کارکنان اور پولیس اہل کار زخمی ہوئے۔ ایک واقعے میں، وادیِ جہلم کے حلقہ ایل اے 32 میں ڈھل چاکھیا پولنگ سٹیشن پر جماعتِ اسلامی کے کارکنان نے لاٹھیوں کے وار کر کے پانچ پولیس اہل کاروں کو زخمی کیا۔ باغ میں پیش آنے والے کم از کم ایک واقعے میں، اطلاعات کے مطابق، پی ٹی آئی کے امیدوار تنویر الیاس سے وابستہ افراد نے ووٹروں میں رقم تقسیم کر کے انہیں اپنے امیدوار کے حق میں ووٹ ڈالنے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی۔

الیکشن کمیشن کو پی پی پی کے ان الزامات کی تحقیقات بھی کرنی چاہیے کہ انتخابی عمل پر اثر انداز ہونے کے لیے طاقت کا استعمال کیا گیا جس میں ایل اے 30 کے لیے ان کے پولنگ ایجنٹ کی پولنگ سے پہلے گرفتاری بھی شامل ہے، اور یہ اطلاعات بھی کہ ایل اے 18 میں منڈل بازار پولنگ اسٹیشن پر پی ٹی آئی کے کارکنوں نے پولنگ اسٹیشن اور مہر شدہ بیلٹ پیپرز 'چھین' کر اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔

ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ انتخابات کے موقع پر ہونے والے تشدد اور دھاندلی کے تمام واقعات کی فوری الفور شفاف تحقیقات کی جائے۔ آزاد مبصرین کی یہ اطلاع بھی تشویش کا سبب ہے کہ انہیں کالعدم تحریکِ لبیک پاکستان کے پولنگ کیمپ نظر آئے تھے۔ ہم حکومت سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اے جے کے میں تمام عورتوں کو کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ جاری کیے جائیں تا کہ انتخابی فہرستوں میں ان کی تعداد بڑھے اور یوں انتخابات میں ان کی زیادہ سے زیادہ شمولیت یقینی بن سکے۔

بنیادی آزادیاں

سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت حقوق سے انحراف کی روش جاری ہے: دوسرا عاصمہ جہانگیر میموریل لیکچر

16 فروری 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی طرف سے منعقد ہونے والے دوسرے

عاصمہ جہانگیر میموریل لیکچر کے موقع پر، سینیٹر رضا ربانی نے کہا کہ ملک کے دستور نے تو انجمن سازی کی آزادی کے حق کو تحفظ فراہم کر رکھا ہے مگر ریاست اس حق سمیت دیگر بنیادی حقوق سے 'انحراف' اور 'انکار' کی سوچی سمجھی پالیسی پر گامزن ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ایوب خان اور ضیاء الحق کی آمریتوں نے جانی بوجھی سازش کے تحت طالبعلموں، محنت کشوں اور دانشوروں سمیت جمہوری جدوجہد کے بنیادی عناصر کو الگ تھلگ کیا۔ اگرچہ مرحومہ بےنظیر بھٹو نے 1988 میں طلباء یونینوں کی بحالی کی کوشش کی مگر ماضی وحال کی تمام سیاسی حکومتوں کو 'یرغمال' بنانے اور خود کو سب سے بالاتر سمجھنے والے ریاستی ڈھانچے نے ایسی کاوشوں کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیا۔ سینیٹر ربانی نے اس حقیقت کو بھی آشکار کیا کہ جون 1992 میں طلباء یونینوں پر پابندی عائد کرنے والا عارضی عدالتی حکمنامہ ' آرٹیکل 17 میں کھلی مداخلت' تھی، اور بعد میں محدود حد تک طلباء سرگرمیوں کی اجازت دینے والا مارچ 1993 کا عدالتی فیصلہ اس ناقص سوچ پر مبنی تھا کہ طالبعلموں کو سیاسی معاملات میں دخل دینا زیب نہیں دیتا۔

سینیٹر ربانی نے اپنے سامعین کو یاد دلایا کہ پاکستان میں طلبا ئیونینوں نے ایسے رہنماء پیدا کیے جنہوں نے سیاست میں مثالی کردار ادا کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جس طلباء تحریک کے دوران پاکستان میں اختلافِ رائے کو دبانے کے لیے طلبا ئرہنماؤں پر بغاوت کے مقدمے چلانا ریاست کا وتیرہ بن گیا تھا، اسی تحریک سے متاثر ہو کر انہوں نے مجموعہ تعزیرات پاکستان سے دفعہ 124 الف ہٹانے کے لیے پارلیمان میں ایک مسودہ قانون پیش کیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ یہ امر 'باعثِ شرمندگی' ہے کہ بلوچستان میں طالبعلموں کو اٹھا کر غائب کیا جا رہا ہے: 'پارلیمان نے اس معاملے کو اٹھایا تھا، مگر بالآخر نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ گہری ریاست (deep state) اس مسئلے پر کان دھرنے کو تیار نہیں۔'

2020 داغ دار رہوا معاشی مسائل اور اختلاف رائے پر پابندیوں سے سال

انسانی حقوق کی صورت حال پر ایچ آر سی پی کی رپورٹ کا اجرا

3 مئی 2021؛ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی اہم سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورتحال کے اجراء کا مقصد ریاست اور حکومت دونوں کو جھنجوڑ کر انہیں اس خود اطمینانی سے باہر نکالنا ہے کہ ایک نیولبرل اور متعصب نظام پاکستان کے عوام کو وہ حقوق اور آزادیاں دے سکتا ہے جن کے وہ قانونی اور آئینی طور پر مستحق ہیں۔

کووِڈ 19 بحران کا انسانی حقوق کے نقطہ نظر سے جائزہ لیتے ہوئے، ایچ آر سی پی اس نتیجے پر پہنچا کہ وباء نے پہلے سے موجود ناہمواریوں میں اضافہ کر دیا ہے جس سے لاکھوں مزدور اپنے روزگار سے محرومی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ بینظیر انکم اسپورٹ پروگرام اور احساس پروگراموں کو حکومت نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وباء سے نبٹنے کی حکمت عملی کا حصّہ بنایا۔ اس وجہ سے امید ہے کہ ہزاروں لوگ غربت کی پاتال سے بچ جائیں گے۔ مگر یہ پروگرام غریب دوست حکمت عملی کا محض ایک چھوٹا سا حصّہ ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ صحت کے حق کو دستور کے تحت بنیادی حق

تسلیم کرے اور مستعدی، معیار اور رسائی کے شعبوں کے لیے مناسب وسائل مختص کرے۔

انتخابات ایکٹ 2017 اور اٹھارہویں آئینی ترمیم کی روح سے روگردانی کرتے ہوئے چاروں صوبوں میں مقامی حکومت کے انتخابات تاخیر کا شکار ہوئے۔ یہ انتہائی پریشان کن امر ہے۔ کوویڈ 19 جیسی صورتحال میں مؤثر مقامی حکومتوں کا وجود انتہائی ضروری ہے۔

وبا تعلیمی اداروں کے لیے بھی بہت بڑا دھچکا ثابت ہوئی۔ طالب علم آن لائن کلاسز لینے پر مجبور ہوئے اور بھروسے کے قابل انٹرنیٹ تک کم یا عدم رسائی کے باعث بلوچستان، خیبر پختونخوا کے قبائلی اضلاع اور گلگت بلتستان میں ہزاروں طالب علموں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال کا صحافت کی آزادی کے عالمی دن کے موقع پر جاری ہونا ریاست کے لیے لمحہ فکریہ ہونا چاہیے۔ اب یہ لگاتار تیسرا برس ہے کہ ایچ آر سی پی اپنی رپورٹ میں اظہار اور رائے کی آزادی پر بڑھتی قدغنوں کو اجاگر کر رہا ہے۔ سینیئر صحافی مطیع اللہ جان کے اغوا سے لے کر جنگ گروپ کے سربراہ شکیل الرحمٰن کی گرفتاری تک کی کارروائیوں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ ذرائع ابلاغ کو سرکاری مؤقف کے آگے جھکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ یہ امر بھی پریشانی کا سبب ہے کہ قومی احتساب بیورو شفاف سماعت اور باضابطہ قانونی کارروائی کے حق سمیت دیگر بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے لیے بدستور ایک آلہ کار کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی تعداد گنجائش سے بہت زیادہ رہی۔ جیلوں میں قید افراد کی شرح 124 فیصد تھی۔ یہ تعداد 2019 کے مقابلے میں کچھ حد تک کم تھی مگر ملک کی جیلوں میں وباء کے حالیہ خطرے کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ریاست دیکھ بھال کے فریضے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ ایک خوش آئند پیش رفت یہ ہوئی کہ 2020 میں لگ بھگ 177 افراد کو سزائے موت سنائی گئی۔ یہ تعداد 2019 کے مقابلے میں بہت کم ہے جب 578 افراد کو موت کی سزا ہوئی اور کسی فرد کو تختہ دار پر لٹکانے کی اطلاع سامنے نہیں آئی۔

موجودہ حکومت کے 2018 سے عزم کے مسلسل اظہار کے باوجود، جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کا بل طویل عرصہ سے قانون کا درجہ حاصل نہیں کر سکا۔ اس کے باوجود کہ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگیاں اس جرم میں ملوث عناصر کا قانونی کارروائی سے استثنیٰ ختم کرنے میں ناکام ثابت ہوا ہے، حکومت نے اس کے اختیارات میں تین سال کی مزید توسیع دے دی ہے۔

دریں اثناء، فرنٹیئر کور کے سپاہی کے ہاتھوں ایک غیر مسلح طالبعلم حیات بلوچ کے قتل سے لے کر چار سالہ برمش پر فائرنگ تک، اور ان الزامات سمیت کہ حملہ آوروں کو 'ڈیتھ اسکواڈ' کے ایک مقامی رہنما نے بھیجا تھا، بلوچستان مقتدر حلقوں کی زیادتیوں کا خاص نشانہ بنا رہا۔

خوف اور سنسر شپ کا خاتمہ ضروری ہے': ایچ آر سی پی کی جانب سے صحافت کی آزادی پر پالیسی بیان کا اجراء

1 جون 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے خوف، تشدد اور سنسر شپ کی بڑھتی ہوئی فضا جس نے ملک میں اظہارِ رائے کی آزادی کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے، پر شدید تشویش ظاہر کی ہے۔ رپورٹر اسد علی طور پر مبینہ طور پر اس کے کام کی وجہ سے نامعلوم افراد کا حملہ، اور سول سوسائٹی کے ایک احتجاجی مظاہرے کے دوران اسٹیبلشمنٹ پر تنقید کے بعد اینکر حامد میر کے پروگرام پر پابندی ملک میں غیر اعلانیہ سنسر شپ اور پر تشدد انتقام کی سوچی سمجھی پالیسی کی عکاسی کرتی ہے۔

ایچ آر سی پی کی جانب سے پاکستان میں صحافت کی آزادی پر جاری ہونے والے پالیسی بیان، نیز پالیسی بیان کے لیے ہونے والی گفتگو میں حصہ لینے والے صحافیوں کی متفقہ رائے کے مطابق، معلومات پر ریاستی و غیر ریاستی عناصر کی مضبوط گرفت کی بدولت اب یہ واضح ہو گیا ہے کہ ہر وہ فرد سزا پائے گا جس نے مخصوص من پسند بیانیے کو چیلنج کرنے کی جسارت کی۔

یہ دستاویز الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے قانون (پیکا) 2016 کے شدید خلاف ہے جس کا ناجائز استعمال صحافیوں کو زبان بندی پر مجبور کر رہا ہے، اور مطالبہ کرتی ہے کہ پیمرا حکومت کا ذیلی ادارہ بننے کی بجائے ایک خودمختار ادارے کے طور پر کام کرے۔ یہ یقینی بنانا بھی انتہائی ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ساتھ وابستہ افراد کو ان کے مالکان اور ریاستی اداروں سے تحفظ فراہم کیا جائے، خاص طور پر بلوچستان اور کے پی میں جہاں صحافی حقائق کی چھان بین کرنے اور انہیں سامنے لانے میں بہت زیادہ خوف محسوس کرتے ہیں۔ جہاں صحافی اپنے فریضے کی انجام دہی کے دوران قتل کر دیے جائیں، وہاں ایف آئی آرز درج ہونی چاہییں، مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے اور متاثرین کے اہلِ خانہ کو معاوضہ دیا جائے۔

ایسے شعبے جس میں خطرات کے امکانات کافی زیادہ ہوتے ہیں، میں حفاظتی انتظامات کا نہ ہونا بھی ناقابلِ قبول امر ہے۔ تصادم زدہ علاقوں جیسے کہ بلوچستان اور کے پی کے مختلف حصوں سے رپورٹنگ کرنے والے صحافیوں کو تحفظ، ابتدائی طبی امداد، جہاں ضروری ہو گولیوں سے محفوظ رکھنے والی جیکٹیں فراہم کی جائیں اور ان کی زندگی کا بیمہ کروایا جائے۔

اس کے علاوہ، ذرائع ابلاغ کے مالکان اور انتظامیہ کو یہ یقینی بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا کہ یہ شعبہ نہ صرف ہراسانی اور حملوں سے محفوظ و آزاد ہو سکے بلکہ روزگار کا منصفانہ اور قابلِ بھروسہ ذریعہ بھی بن سکے۔ سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ سے وابستہ تمام افراد کو بروقت تنخواہیں ادا کی جائیں اور تنخواہوں میں کٹوتیاں واپس لی جائیں۔ اسلام آباد میں واقع میڈیا ٹربیونل کو ضلعی سطح تک وسعت دی جائے تا کہ تنخواہوں اور دیگر واجبات کی ادائیگی یقینی ہو سکے۔ حکومت کو ان سوشل میڈیا اکاؤنٹس کا سراغ لگانے میں انتہائی سرگرمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا جو صحافیوں، خاص

طور پر خواتین صحافیوں کو ہراساں کرنے اور ڈرانے دھمکانے میں ملوث ہیں۔

صحافت جرم نہیں ہے۔ اختلافِ رائے جرم نہیں ہے۔ جیسا کہ ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی نے آج منعقد ہونے والی ایک پریس ریلیز کے موقع پر کہا کہ، 'اگر ریاست اور زیادہ مضبوط بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ تحفظ دینے کی اپنی استعداد مضبوط کرے نہ کہ کنٹرول کرنے کی استعداد۔'

کووڈ 19 پر سندھ حکومت کا ردِعمل قابلِ تعریف تھا، مگر 2020 کے دوران انسانی حقوق کی صورتِ حال پریشان کن رہی

21 جون 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) کی سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال میں بتایا گیا ہے کہ سال کے اختتام تک، ملک بھر میں سے کووڈ 19 کے مریضوں اور اموات کی سب سے زیادہ اطلاعات سندھ سے رپورٹ ہوئیں۔ سال کے اختتام پر، سندھ میں کووڈ 19 سے مرنے والوں کی تعداد 3,560 تھی۔ صوبائی حکومت نے ملکی لاک ڈاؤن کے اطلاق سے قبل، وبا کے ابتدائی مرحلے کے دوران، اسکول بند کر کے اور عوامی اجتماعات پر عارضی پابندی عائد کر کے وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے انتہائی مستعدی کا مظاہرہ کیا۔

سندھ کووڈ 19 ایمرجنسی ریلیف آرڈیننس 2020 کی منظوری اس لحاظ سے ایک خوش آئند پیش رفت تھی کہ اس نے مزدوروں، طالبعلموں اور مزارعوں کو ریلیف پہنچایا۔ البتہ، یہ اقدامات کمزور نفاذ سے شدید متاثر ہوئے۔ مزدوروں کی تنظیموں نے مزدوروں کی وسیع پیمانے پر چھانٹیوں کی شکایت کی، خاص طور پر نجی شعبے میں۔ پاکستان اسٹیل ملز نے بھی مزدوروں کی چھانٹی کے اس عمل کے دوران 4,500 سے زائد مزدوروں کو ملازمت سے نکالا۔

ایچ آر سی پی کے مشاہدے میں آیا ہے کہ مقامی حکومتوں کی چار سالہ مدت 30 اگست کو ختم ہو رہی ہے مگر صوبائی حکومت نے 2020 کے اختتام تک، مقامی انتخابات کی نئی تاریخ کا اعلان نہیں کیا تھا۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ 2020 کے دوران، صوبے میں 121 قیدیوں کو سزائے موت سنائی گئی۔ البتہ، حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ کسی بھی قیدی کو تختہ دار پر نہیں لٹکایا گیا۔

قانون کا نفاذ غیر مستحکم رہا جس کا ایک سبب نئے پولیس چیف کی تقرری پر وفاقی و صوبائی حکومت کے درمیان طویل کشمکش تھی جس سے شعبہ پولیس میں غیر یقینی کی صورتِ حال پیدا ہوئی۔ اکتوبر میں سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں سندھ انسپکٹر جنرل کے اغوا نے حزبِ اختلاف کے رہنما کی گرفتاری کے لیے پولیس پر بے جا سیاسی دباؤ کے سنگین خدشات کو جنم دیا۔

وفاقی حکومت نے اجتماع کی آزادی کے حق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، مئی میں جیے سندھ قومی محاذ (آریسر) سمیت تین سندھی قوم پرست سیاسی جماعتوں پر باقاعدہ پابندی عائد کر دی۔ صوبے میں جبری گمشدگیوں میں بھی تشویشناک حد تک اضافہ دیکھا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق، 2020 کے دوران سندھ میں کل 127 افراد لاپتہ ہوئے جن میں سے 112 بازیاب ہو گئے تھے مگر 15، سال کے اختتام تک، اب بھی لاپتہ تھے۔ ایک معروف کیس

ضمیمہ 3

سیاسی کارکن سارنگ جویو کا تھا جنہیں ان کی جبری گمشدگی کے دوران مبینہ طور پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

تعلیم تک بچوں کی رسائی غیر تسلی بخش تھی۔ سندھ کے وزیرِ تعلیم سعید غنی کا کہنا تھا کہ لگ بھگ 35 لاکھ بچے سکول سے باہر تھے۔ غیرت کے نام پر قتل بلا روک ٹوک جاری رہے: ایچ آر سی پی نے صرف سندھ میں عزت کے نام پر 197 جرائم قلم بند کیے۔ متاثرین میں 79 مرد اور 136 عورتیں تھیں۔ صوبے میں ہندو لڑکیوں کے مذہب کی جبری تبدیلی کے کم از کم چھ واقعات رپورٹ ہوئے۔

2020 میں صحافت کی آزادی کی صورتِ حال تشویش ناک تھی

23 جون 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال میں بتایا گیا ہے کہ سال کے اختتام تک، ملک بھر میں سے کوویڈ 19 کے مریضوں اور اموات کی سب سے زیادہ اطلاعات سندھ سے رپورٹ ہوئیں۔ سال کے اختتام پر، سندھ میں کوویڈ 19 سے مرنے والوں کی تعداد 3,560 تھی۔ سندھ کوویڈ 19 ایمرجنسی ریلیف آرڈیننس 2020 کی منظوری اُس لحاظ سے ایک خوش آئند پیش رفت تھی کہ اُس نے مزدوروں، طالبعلموں اور مزارعوں کو کچھ ریلیف پہنچایا۔ البتہ، یہ اقدامات غیر مؤثر نفاذ سے شدید متاثر ہوئے۔ مزدوروں کی تنظیموں نے مزدوروں کی وسیع پیمانے پر چھانٹیوں کی شکایت کی، خاص طور پر نجی شعبے میں۔

صحافت کی آزادی اور ذرائع ابلاغ میں کام کے حالات 2020 میں تشویش کا سبب بنے رہے۔ ہزاروں میڈیا ورکرز اپنی ملازمتوں سے محروم ہوئے، استعفوں پر مجبور ہوئے یا اُنہیں تنخواہوں میں کٹوتی کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی واقعات میں، قانون کے نفاذ کے اداروں یا سیکیورٹی ایجنسیوں نے صحافیوں کو بیجا طور پر اغواء کیا، حراست میں لیا یا غدّاری کے الزامات پر گرفتار کیا۔ ایسی کاروائیوں سے قبل اکثر ایسے الزامات سامنے آئے کہ نشانہ بننے والے صحافی ریاست پر تنقید کرتے تھے۔

ایچ آر سی پی کے مشاہدے میں آیا ہے کہ مقامی حکومتوں کی چار سالہ مدت 30 اگست کو ختم ہو رہی ہے مگر صوبائی حکومت نے 2020 کے اختتام تک، مقامی انتخابات کی نئی تاریخ کا اعلان نہیں کیا تھا۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ 2020 کے دوران، صوبے میں 121 قیدیوں کو سزائے موت سنائی گئی۔ البتہ، حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ کسی بھی قیدی کو تختہ دار پر نہیں لٹکایا گیا۔

قانون کا نفاذ غیر مستحکم رہا جس کا ایک سبب نئے پولیس چیف کی تقرری پر وفاقی و صوبائی حکومت کے درمیان طویل کشمکش تھی جس سے شعبہ پولیس میں غیر یقینی کی صورتِ حال پیدا ہوئی۔ اکتوبر میں سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں سندھ انسپکٹر جنرل کے اغواء نے حزبِ اختلاف کے رہنماء کی گرفتاری کے لیے پولیس پر بیجا سیاسی دباؤ کے سنگین خدشات کو آشکار کیا۔

صوبے میں جبری گمشدگیوں میں بھی تشویشناک حد تک اضافہ دیکھا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق، 2020 کے

دوران سندھ میں کُل 127 افراد لاپتہ ہوئے جن میں سے 112 بازیاب ہو گئے تھے مگر 15 افراد، سال کے اختتام پر، لاپتہ تھے۔ ایک معروف کیس سیاسی کارکن سارنگ جویو کا تھا جنہیں اُن کی جبری گمشدگی کے دوران مبینہ طور پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

تعلیم تک بچوں کی رسائی غیر تسلّی بخش تھی۔ سندھ کے وزیرِ تعلیم سعید غنی کا کہنا تھا کہ لگ بھگ 35 لاکھ بچے سکول سے باہر تھے۔ غیرت کے نام پر قتل بلا روک ٹوک جاری رہے: ایچ آر سی پی نے صرف سندھ میں عزّت کے نام پر 197 جرائم قلم بند کیے۔ متاثرین میں 79 مرد اور 136 عورتیں تھیں۔ صوبے میں ہندو لڑکیوں کے مذہب کی جبری تبدیلی کے کم از کم چھ واقعات رپورٹ ہوئے۔

سابق فاٹا کو مرکزی دھارے میں لانے کا وعدہ **2020** میں پورا نہیں کیا گیا

23 جون 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال میں خیبر پختونخوا (کے پی) میں کووِڈ 19 کے تباہ کن اثرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ صوبے میں کووِڈ کے 58,702 کیسز اور 1,649 مریضوں کی اموات قلم بند ہوئیں۔ بہت کم تعداد میں لوگوں کے کووِڈ 19 معائنے ہوئے جس سے صورتِ حال اور زیادہ گھمبیر ہوئی۔ سال کے اختتام تک، ساڑھے تین کروڑ باشندوں میں سے نصف سے بھی کم کا معائنہ ہوا تھا۔ کووِڈ سے متعلقہ پابندیوں نے نقل و حرکت اور انجمن سازی کی آزادی کو بھی بہت زیادہ متاثر کیا۔

کے پی کی اسمبلی نے 30 سے زائد قوانین منظور کیے جن میں سے کم از کم 17 کا انسانی حقوق سے براہ راست تعلق تھا۔ طویل عرصہ سے التوا کا شکار ہونے کے باوجود، 2020 میں بھی مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد نہ ہو سکے۔ اس کا مقامی ترقی پر بہت برا اثر پڑا کیونکہ حکومت 2020 / 2019 میں مقامی حکومتوں کو مختص ہونے والے 46 ارب روپوں میں سے 43 ارب روپوں کو استعمال نہیں کر سکی۔ سابق قبائلی علاقہ جات جو پہلے وفاق کے زیرِ انتظام تھے، کو صوبہ کے پی کے مرکزی دھارے میں لانے کا وعدہ بھی پورا نہ ہو سکا کیونکہ قبائلی عشرہ حکمت عملی کا نفاذ بہت غیر مؤثر تھا۔ ترقیاتی مد میں 74 ارب روپے کا وعدہ کیا گیا تھا مگر مختص صرف 37 ارب روپے کیے گئے۔

2020 میں جیلیں گنجائش سے زیادہ قیدیوں سے بھری رہیں۔ 11,000 سے زائد قیدیوں میں سے لگ بھگ 8,000 قیدی ایسے تھے جن کے مقدمات کی سماعت التوا کا شکار تھی۔ عدالتوں میں پڑے مقدمات کے انبار سے نمٹنے کے لیے بہت کم پیش رفت ہوئی۔ 2020 کے اختتام پر، عدالتِ عالیہ پشاور میں 41,042 جبکہ ضلعی عدالتوں میں 230,869 مقدمات زیرِ التوا تھے۔ ایک خوش آئند پیش رفت یہ ہوئی کہ عدالتِ عالیہ پشاور نے ایسے تقریباً 200 افراد کو رہا کرنے کا حکم صادر کیا جنہیں فوجی عدالت نے دہشت گردی سے متعلق مقدمات میں سزا سنائی تھی۔ عدالتِ عالیہ پشاور کے اس فیصلے نے ہمارے نظامِ انصاف پر انصاف کے قتل کی فردِ جرم عائد کی ہے۔ اس کے علاوہ، سال کے

دوران، کسی فرد کو پھانسی نہیں لگی، اگرچہ کم از کم ایک فرد کو سزائے موت سنائی گئی۔

صوبے میں امن عامہ کی صورت حال غیر مستحکم رہی۔ دہشت گردی کے حملے، مذہبی اقلیتوں اور خواجہ سراؤں پر حملے، عورتوں کی ہراسانی اور بچوں کے ساتھ زیادتی کی اطلاعات پورا سال سامنے آتی رہیں۔ بہت کم مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا گیا جس سے جرم کے خلاف قانونی کارروائی کے فقدان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ 2020 کے اختتام تک، جبری گمشدگیوں پر انکوائری کمیشن نے 1,335 لاپتہ افراد کا سراغ لگایا تھا۔ مجموعی طور پر، 2011 میں اس کے آغاز سے لے کر اب تک، کمیشن نے 713 افراد کا حراستی مراکز اور 93 کا جیلوں میں سراغ لگایا مگر یہ اعداد و شمار صوبے میں جبری گمشدگیوں کی شدت کو پوری طرح واضح نہیں کرتے کیونکہ حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔

میں این سی ایچ آر، این سی ایس ڈبلیو غیر فعال رہے

23 جون 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال میں یہ افسوسناک حقیقت سامنے آئی ہے کہ کووِڈ 19 پر حکومت کا ابتدائی ردِعمل غیر شفاف اور غیر مؤثر تھا: سخت لاک ڈاؤن کی اشد ضرورت کے وقت اس کے اطلاق سے گریز کیا گیا، ہسپتالوں میں کیسز کی بہتات سے نمٹنے کی استعداد نہیں تھی، اور مساجد میں عملی قواعد و ضوابط کی عدم پاسداری کے مسئلے کو حل نہیں کیا گیا تھا۔ وباء کے بحران پر قابو پانے کے لیے نیشنل کوآرڈینیشن کمیٹی اور نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر کا قیام پارلیمان یا کابینہ کی منظوری کے بغیر کیا گیا۔ البتہ، وفاقی حکومت کے احساس پروگرام کے تحت رقم کی تقسیم ان لوگوں کے لیے بڑی حوصلہ افزاء پیش رفت ثابت ہوئی جنہیں اس وقت سماجی تحفظ کے کسی مؤثر بندوبست کی شدید ضرورت تھی۔

صدارتی حکم نامے باقاعدہ ایک تواتر کے ساتھ جاری ہوتے رہے۔ حکومت مسودہ قانون کو پارلیمان میں پیش کرنے اور مسودے پر مفصّل بحث کرنے ایسے درست آئینی طریقہ کار سے انحراف کرتی رہی۔ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں ایسے انسانی حقوق کے اداروں کا سارا سال غیر فعال رہنا لمحہ فکریہ ہے۔ مثبت پیش رفت یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے انسانی حقوق کے کئی اہم قوانین منظور کیے مثال کے طور پر زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ اور معذوری کے شکار افراد کے حقوق کا آئی سی ٹی ایکٹ۔ وزارت برائے انسانی حقوق نے وزیرِ اعظم کو اپنی رپورٹ میں جیلوں میں اصلاحات کے لیے سفارشات بھی پیش کیں۔

اظہار اور اجتماع کی آزادی بھی خطرات میں گھری رہی۔ 2020 میں اختلاف رائے کے لیے فضا مزید سکڑتی دکھائی دی۔ الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر نئی قدغنیں لگانے کی حکومتی کوشش، قومی احتساب بیورو کی طرف سے حزبِ اختلاف کے سیاست دانوں پر مقدمات جبکہ حکمران جماعت کی زیادتیوں سے چشم پوشی اور مخصوص مروجہ خیالات کے مخالف کے طور پر پہچانے جانے والے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف صدارتی ریفرنس سے یہ حقیقت بالکل عیاں تھی۔

صحافیوں اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد خاص طور پر دباؤ کا نشانہ بنتے رہے۔ پاکستان کے سب سے بڑے میڈیا گروپ کے مالک میر شکیل الرحمان کو قومی احتساب بیورو نے 35 سالہ پرانے مقدمے میں جیل میں بند رکھا اور سینیئر صحافی مطیع اللہ جان کو دن دہاڑے اغوا کیا گیا، اور عوام نے شدید غم و غصّے کا اظہار کیا تو پھر 12 گھنٹوں بعد انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عورت مارچ کو لیکٹو کو بھی مختلف حلقوں سے شدید مخالفت اور ہراسانی کا سامنا کرنا پڑا۔ عورت مارچ، اسلام آباد کے شرکاء کو دورانِ ریلی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

پسے ہوئے طبقوں جیسے کہ بچوں، عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف جرائم کا افسوسناک سلسلہ بلا روک ٹوک جاری رہا۔ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان، عالمی کمیشن برائے ماہرین قانون (آئی سی جے) کی ملامت کا نشانہ بنا۔ آئی سی جے نے جبری گمشدگیوں میں ملوث مجرموں کے محاسبے میں انکوائری کمیشن کی ناکامی پر اسے ہدفِ تنقید بنایا۔

روز افزوں مہنگائی اور انتہا پسندی باعثِ تشویش ہے

12 نومبر 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے کہا ہے کہ ملک میں انسانی حقوق کی مخدوش صورت حال تشویشناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ ایسے حالات میں کہ جہاں لوگ آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی اور مذہبی انتہا پسندی کے ظہور میں پھنسے ہوئے ہیں، اسٹیبلشمنٹ اور حکمران جماعت کا پارلیمان کو دیوار سے لگانا ملک کی جمہوریت کی بقا کے لیے خطرے کی علامت ہے۔ سیاسی انجینئرنگ کی لگاتار کوششیں اور لسانی اختلافات کا استحصال پاکستان کی کمزور جمہوریت کو کئی دہائیاں پیچھے دھکیل سکتی ہے۔ ایچ آر سی پی نے ایسی ترامیم کی بھی پرزور مخالفت کی ہے جن کا مقصد مقامی حکومتوں کے اختیار کو کم کرنا ہے۔ سیاسی حزبِ اختلاف کا فریضہ ہے کہ وہ مہنگائی کے بحران کا حل ڈھونڈیں۔

ایچ آر سی پی حکومت پر بھی زور دیتا ہے کہ وہ ترقی کے نیولبرل نمونوں پر نظر ثانی کرے جو اس نے اختیار کر رکھے ہیں۔ یہ اقدامات نہ تو غیرب پرور ہیں نہ ہی انسانی حقوق کے نقطہ نظر سے بہتر ہیں۔ اگر ریاست اپنے شہریوں کو روٹی اور مکان فراہم نہیں کر سکتی تو اُن سے اُن کا کچھ بچا کھچا چھیننے کا حق بھی نہیں رکھتی۔ حکومت کا تحریکِ طالبان پاکستان کے ساتھ مذاکرات ایسا اقدام ہے جس کی ضمیر اجازت نہیں دے سکتا۔ انتہائی دائیں بازو کے شدت پسند گروپ جو اندازاً پاکستانی اموات کا ذمہ دار ہے، کے سامنے ریاست کا یوں گھٹنے ٹیکنا ترقی پسند، سیکولر قوتوں کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ ایچ آر سی پی کو اس امر پر بھی تشویش ہے کہ حکومت تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے حامیوں کے تشدد کے دوران کم از کم سات پولیس اہل کاروں کی ہلاکت کے بعد بھی حکومت اپنی عملداری قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ٹی ایل پی کے ساتھ حکومتی مذاکرات سے دیگر کالعدم تنظیموں کو شہہ ملے گی جو عام انسانوں کو دستیاب تھوڑی بہت شہری آزادی پر قابض ہونے میں ذرہ بھر تامّل نہیں کریں گی۔ عورتوں، بچوں اور خواجہ سرا افراد کے خلاف بڑھتے تشدد کے تناظر میں، ایچ آر سی پی نے بچوں کے تحفظ کے اداروں، عورتوں کے دارالامانوں، اور صنفی تشدد کی روک تھام کی عدالتوں کو مضبوط کرنے اور خواتین پولیس افسران کو تمام ضروری وسائل سے لیس کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایچ آر سی پی نے پاکستان میں

افغان مہاجرین کی صورت حال پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے اور حکومت سے پُر زور مطالبہ کیا ہے کہ وہ مہاجرین کے حوالے سے ایسی مربوط پالیسی نافذ کرے جو اُن کی سلامتی اور نقل و حرکت کی آزادی کے حق کی ضمانت دے۔ آرسی پی عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کو خوش آئند قرار دیتا ہے جس میں خیبر پختونخوا کے ضلع کرک میں ایک ہندو مندر پر حملہ کرنے والے شر پسندوں کو سزا سنائی گئی ہے۔ اس سے ایک اہم نظیر قائم ہوئی ہے اور یہ واضح پیغام ملنا چاہیے کہ ریاست مذہبی اقلیتوں کی جائے عبادات پر حملے برداشت نہیں کرے گی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ واحد اقدام مذہب یا عقیدے کی آزادی کو محفوظ کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ ہم، 2014 کے عدالتِ عظمیٰ کے تصدق جیلانی فیصلے کے اطلاق، اقلیتوں کے لیے ایک خود مختار قانونی قومی کمیشن کے قیام، مذہب کی جبری گمشدگیوں کے خلاف قانون سازی کرنے، اور مذہب کی تضحیک پر سینٹ کی 2018 کی رپورٹ کی سفارشات پر نظر ثانی کرنے کا مطالبہ دہراتے ہیں۔

اگر چہ ایچ آرسی پی جبری گمشدگیوں کے رجحان کے خلاف فوری قانون سازی کا حامی ہے، مگر اِسے فکر لاحق ہے کہ مسودہ قانون میں اُن ریاستی ایجنسیوں کے لیے خوف کا سبب بننے یا ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے یا ان کے محاسبے کا کوئی بندوبست موجود نہیں جو اِس روش کو لوگوں پر دھونس دھمکی جمانے کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ ہم پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ میڈیا پروفیشنلز ایکٹ کی منظوری کو خوش آئند قرار دیتے ہیں، مگر قواعد وضوابط جو ابھی جاری ہونا باقی ہیں، اظہار اور رائے کی آزادی کے حق پر اثر انداز نہیں ہونے چاہییں، نہ ہی ان قواعد کے اجرا میں تاخیر ہونی چاہیے۔ البتہ یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ یہ قانون پرووینشن آف الیکٹرانک ایکٹ 2016 اور مجوزہ، خوفناک، پاکستان میڈیا ڈیولپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس سے غیر ہم آہنگ ہے۔ ایچ آرسی پی نے موجودہ فضا میں انتہائی مناسب اقدام اٹھاتے ہوئے 2021 میں دلیرانہ صحافت کے لیے نثار عثمانی ایوارڈ 2021 کے لیے پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) کا چناؤ کیا ہے جو جابر نظام کی مسلط کردہ سنسر شپ کی مزاحمت کے لیے ایک ناگزیر قوت ثابت ہوئی ہے۔

پس ماندہ طبقوں کے حقوق

عورتوں کی آواز سننا پڑے گی

8 مارچ 2021۔ عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) نے عورتوں کے حقوق کو تسلیم کرنے، اور انہیں تحفظ و فروغ دینے کے عالمگیر مطالبے کی مکمل حمایت و تائید کا اظہار کیا ہے۔ سب سے پہلے، ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ گھریلو تشدد، جنسی تشدد، اور نام نہاد 'عزت' کے نام پر جرائم سے لے کر مذہب کی جبری تبدیلیوں، عورتوں کی اسمگلنگ اور جائے روزگار پر ہراسانی سمیت صنف کی بنیاد پر تشدد کی تمام اشکال کا خاتمہ کیا جائے۔ شمالی وزیرستان میں ایک این جی کے ساتھ وابستہ چار عورتوں کی حالیہ ٹارگٹ کلنگ، گوجرانوالہ میں دو خواجہ سراؤں کا قتل، اور گذشتہ برس موٹر وے پر ایک عورت کے بہیمانہ ریپ سے ریاست کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ عورتیں اور خواجہ سراء غیر محفوظ ہیں چاہے وہ جائے روزگار پر، گھر پہ یا عوامی مقامات پر ہوں۔

ایچ آر سی پی توقع کرتا ہے کہ ریاست عورتوں کے پر امن اجتماع کے آئینی حق کو تحفظ دے گی اور 8 مارچ کو پاکستان بھر میں عورتوں کی ریلیوں کی حفاظت ہو گی اور انہیں محفوظ عوامی مقامات فراہم کیے جائیں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ریاست وسماج دونوں کو عورتوں کی آواز کو سننا اور ان پر سوچ بچار کرنا ہو گا۔ اپنے معاوضے اور کام کے بہتر حالات کے لیے سراپا احتجاج لیڈی ہیلتھ ورکرز سے لے کر لاپتہ افراد کے کیمپوں پر اپنے پیاروں کی بحفاظت بازیابی اور مجرموں کو سزا کا مطالبہ لے کر بیٹھی عورتوں، اور طبقہ امرا کے لیے ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے لیے ہتھیائی گئی زمینوں کی واپسی کے لیے احتجاج کرنے والی کسان عورتوں کی تکالیف پر توجہ دیں۔ عورتوں کے حقوق خلا میں اپنا وجود نہیں رکھتے۔ وہ ایک مہذب معاشرے کے استحکام وخوشحالی کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ اور پاکستان کو جنسی یا صنفی شناخت کی بنیاد پر امتیاز، اخراج یا پابندیوں سے بالاتر سماج کی تعمیر کا اپنا عہد نبھانا ہو گا۔

2020 کے دوران پنجاب میں وبا نے پسے ہوئے طبقوں پر تباہ کن اثرات مرتب کیے

23 جون۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ، 2020 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ کووِڈ 19 نے بیماریوں سے نمٹنے کی تیاری اور سہولیات تک رسائی، دونوں میدانوں میں شعبہ صحت کی خامیوں کو کس حد تک بے نقاب کیا ہے۔ خاص طور پر، پنجاب کی جیلوں میں حالات خطرناک نہج تک پہنچ گئے تھے جہاں گنجائش سے کہیں زیادہ قیدیوں کی موجودگی اور ناقص حفظانِ صحت نے پہلے سے ہی غیر محفوظ قیدیوں کے لیے صورت حال اور زیادہ گھمبیر بنا دی تھی۔ سب سے زیادہ مسائل کا سامنا فیکٹری مزدوروں اور دہاڑی دار محنت کشوں کو کرنا پڑا۔ لاک ڈاؤن کے دوران لاکھوں مزدور ملازمت سے نکال دیے گئے۔ آن لائن کلاسز صرف اُن علاقوں کے لیے مفید ثابت ہوئیں جہاں انٹرنیٹ سروس کی فراہمی کا مستحکم نظام موجود تھا۔ اُس تکلیف دہ حقیقت نے طالبِ علموں کو احتجاج کرنے پر مجبور کیا۔ البتہ، ایسے عوامی اجتماعات کو محدود کرنے والی کارروائیاں حکام کی متلوّن مزاجی کی غماز تھیں، اور سیاسی اجتماعات کو مذہبی اجتماعات یا عام شہریوں کے احتجاجی مظاہروں کی نسبت زیادہ پابندیوں کا سامنا تھا۔

پنجاب درسی کتب ونصابی ترمیمی بل اور پنجاب تحفظ بنیادِ اسلام بل 2020 کی منظوری عوام کے غم وغصّے کا نشانہ بنی جن کا کہنا تھا کہ مذہب کے تحفظ کی آڑ میں ان قوانین کے ذریعے اِظہار، فکر اور عقیدے کی آزادیوں پر مزید پابندیاں لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ زیر التوا مقدمات کے انبار سے نمٹنے کے لیے کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ دسمبر 2020 کے اختتام پر، عدالتِ عالیہ لاہور میں 188,176 مقدمات تصفیہ طلب تھے۔ ایچ آر سی پی کے مشاہدے کے مطابق، سال کے دوران، 91 مقدمات میں 148 افراد کو سزائے موت سنائی گئی۔ تاہم حوصلہ افزاء پیش رفت یہ ہے کہ کسی فرد کو پھانسی نہیں دی گئی۔ پنجاب میں قانون کا نفاذ پولیس فورس میں لگاتار تبادلوں اور اندرونی کشمکش کا شکار رہا۔ شہریوں کی شکایت تھی کہ ابتدائی اطلاعاتی رپورٹ کے اندراج میں اِنہیں شدید مشکلات پیش آتی رہیں، خاص طور پر پولیس 'مقابلوں' یا پولیس کی تحویل میں اِن کے رشتہ داروں کی ہلاکت، یا اراضی پر بااثر افراد کے قبضے ایسے واقعات

میں ۔قومی احتساب بیورو بھی سیاسی بنیادوں پر گرفتاریاں کرنے پر ہدفِ تنقید بنا رہا۔

بچوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات بلا روک ٹوک جاری رہے۔ ملک بھر سے رپورٹ ہونے والے ایسے کُل واقعات میں سے 57 فیصد پنجاب سے رپورٹ ہوئے۔ مذہبی اقلیتوں کو پورا سال امتیازی سلوک کا سامنا رہا۔ مذہب کی بے حرمتی کے الزامات اور مذہب کی جبری تبدیلی کی اطلاعات منظر عام پر آتی رہیں۔ پولیس کے کوائف سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف پنجاب میں مذہب کی بے حرمتی کے 487 مقدمات درج ہوئے۔خوش آئند پیش رفت یہ ہے کہ پنجاب حکومت نے سوشل میڈیا پر نفرت انگیز تقریر کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے جن کی بدولت محرم کے مہینے میں امن عامہ قائم رکھنے میں مدد ملی۔ایسی 4,000 سے زائد ویب سائٹس بند ہوئیں اور اُن کے آپریٹرز کے خلاف فرقہ ورانہ تشدد کو ہوا دینے کے جرم میں کاروائی ہوئی۔ستمبر 2020 میں لاہور- سیالکوٹ موٹروے پر ایک عورت کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی کے واقعے نے بڑے پیمانے پر عوام کے غم و غصّے اور مذمت کو جنم دیا، خاص طور پر لاہور پولیس کا سربراہ اپنے اُس غیر مہذب بیان کے بعد ملامت کا نشانہ بنا کہ وقوعے کی براہ راست ذمہ دار متاثرہ عورت خود تھی۔عورتوں کے حقوق کے کارکنان نے عورت کی پاکدامنی کی تصدیق کے لیے 'دو انگلیوں کے معائنے' جیسے فرسودہ اور قابلِ مذمت قانون کو عدالتِ عالیہ لاہور میں چیلنج کر کے اہم کامیابی حاصل کی۔

وزیراعظم کو ریپ کو خواتین کے لباس سے منسلک کرنے کے اپنے بیان پر معافی مانگنی چاہیئے

24 جون 2021۔آج ہونے والی ایک پریس کانفرنس میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی)، ویمنز ایکشن فورم، تحریکِ نسواں، عورت مارچ، پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار لیبر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ اور دیگر سمیت سول سوسائٹی کی 16 تنظیموں نے وزیرِاعظم عمران خان کے اس بیان کی شدید مذمت کی ہے جس میں انہوں نے ریپ کے واقعات کو خواتین کے لباس سے منسلک کیا تھا۔ایسا دوسری مرتبہ ہوا ہے کہ وزیرِاعظم نے ریپ کو 'لبھائے جانے' کے فعل تک محدود کر دیا ہے۔ یہ بات خطرناک حد تک سہل پسندانہ ہے اور یہ عوام میں پائے جانے والے اس عام تصور کی تائید کرتی ہے کہ خواتین 'دانستہ' متاثرین اور مرد 'بے یارو مددگار' جارحیت پسند ہیں۔ایک ایسی حکومت جو خواتین اور غیر محفوظ گروہوں کے حقوق کے تحفظ کا دعویٰ کرتی ہے، کے سربراہ کا اپنی اس رائے پر قائم رہنا قطعی ناقابلِ معافی ہے۔

یہ بات بھی اتنی ہی مایوس کن ہے کہ حکمران جماعت کی کئی خواتین اراکین نے وزیرِاعظم کا دفاع کیا ہے اور ان کے بیان کو بے معنی اور غیر منطقی اصطلاحات میں جائز قرار دیا ہے۔

اگر خبروں پر سرسری سی ہی نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنسی زیادتی کے متاثرین میں خواتین، لڑکیاں، مرد، لڑکے اور خواجہ سرا سبھی شامل ہو سکتے ہیں اور یہ کہ ایسے واقعات سکولوں، کام کی جگہوں، گھروں اور عوامی مقامات پر پیش آسکتے ہیں۔ جنسی زیادتی کا تعلق جنس، عمر اور لباس سے زیادہ دن کے وقت اور متاثرہ فرد اور مجرم کے مابین رشتے سے ہے۔وزیرِاعظم کو یہ بات سمجھنا ہوگی کہ ریپ طاقت کا فعل ہے نہ کہ جنسی ضبط کی کمی کا۔

ہم وزیرِ اعظم سے فوری معافی اور اس یقین دہانی کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ریپ کے بارے میں ان کا انتہائی غلط تصور پاکستان میں اس سنگین اور وسیع پیمانے پر جاری جرم پر قابو پانے کی حکومتی کوششوں میں رکاوٹ کا باعث نہیں بنے گا۔

ایچ آر سی پی نے انسانی حقوق کے بحران پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے صورتحال کی بہتری کے لیے فوری اقدامات کا مطالبہ کیا ہے

14 اگست **2021**۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی گورننگ کونسل نے اپنے ششماہی اجلاس کے اختتام پر ملک کے کمزور ترین شہریوں کے تحفظ میں ریاست کی مکمل ناکامی پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ بچوں کی حفاظت کے یونٹوں کو فعال کیا جائے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بچوں کے خلاف جرائم میں ملوث مجرموں کا سراغ لگانے اور اُن کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کے لئے اپنی کوششوں میں تیزی لائیں۔ عورتوں اور لڑکیوں پر تشدد جس کی حالیہ مثال اسلام آباد میں نور مقدم کا بہیمانہ قتل ہے، نیز راولپنڈی میں ایک خاتون جبکہ کوئٹہ میں کم از کم تین بچوں کے ساتھ جنسی بدسلوکی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں جنس کی بنیاد پر عورتوں پر سنگین مظالم کی دیدہ دانستہ مہم جاری ہے جس کا تدارک انتہائی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں، گھریلو تشدد کے خلاف انتہائی اہم مسودہ قانون کو بلاوجہ صرف مردوں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

مذہبی اقلیتیں اور مسالک شدید دباؤ کا شکار ہیں، اُن کی عبادت گاہوں کو اکثر حملوں یا بے حرمتی کا سامنا رہتا ہے۔ ریاست کو عدالتِ عظمیٰ کے 2014 کے فیصلے پر عمل درآمد کے لئے فوری اور ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں۔ اِس عدالتی فیصلے میں عبادت گاہوں کے تحفظ کے لئے خصوصی پولیس فورس کے قیام کا تقاضہ کیا گیا تھا۔ حکومت کو یہ احساس بھی کرنا ہوگا کہ شیعہ ہزارہ برادری فرقہ وارانہ تشدد کے خاص نشانے پر ہے۔

ایچ آر سی پی کو کراچی کے علاقوں گجر نالہ اور اورنگی میں تجاوزات مخالف مہمات کے اثرات پر تشویش ہے۔ صوبائی حکومت کو چاہیے کہ وہ بے گھر ہونے والے لوگوں کو مناسب معاوضہ دے اور ان کی آبادکاری کا ایسا بندوبست کرے کہ جس سے اُن کے ذریعہ آمدن پر کوئی منفی اثر نہ پڑے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ بحریہ ٹاؤن کے ترقیاتی منصوبوں کی نتیجے میں ہونے والی جبری بیدخلیوں کا سلسلہ بند کیا جائے۔

حکومت کو مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کی حفاظت پر خصوصی توجہ دینا ہوگی، خاص طور پر گوادر میں ماہی گیروں کے ذریعہ روزگار کو درپیش خطرات، اوکاڑہ میں فوج کے زیر ملکیت کھیتوں میں چھوٹے کسانوں اور بلوچستان اور کے پی میں برے ترین حالات میں کام کرنے والے کان کنوں کے مسائل پر۔

ایچ آر سی پی کو جبری گمشدگیوں میں ملوث مجرموں کا محاسبہ نہ ہونے پر شدید تشویش ہے۔ تمام ریاستی ایجنسیوں کو قانون کے دائرے میں لایا جائے اور انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان صرف اعداد ہی پیش نہ کرے بلکہ جوابات بھی دے۔

ایچ آر سی پی کو گذشتہ تین برسوں میں اظہارِرائے کی آزادی پر لگائی گئی قدغنوں پر شدید تشویش ہے۔ صحافیوں کے اغواء اور اُن پر تشدد کی اطلاعات اکثر و بیشتر موصول ہوتی رہتی ہیں، سیلف سنسر شپ معمول کا حصہ بن چکی ہے اور ریاست کی جابرانہ پالیسیوں کی وجہ سے صحافیوں کے لیے اپنی ملازمت برقرار رکھنا تک مشکل ہو گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حال ہی میں 'ریاست مخالف رجحانات' پر سرکاری جاری کردہ رپورٹ انسانی حقوق کے کئی نامور دفاع کاروں اور صحافیوں کو بدنام کرنے کی سوچی سمجھی کوشش ہے۔

خیبر پختونخوا میں ضم ہونے والے اضلاع میں سیاسی انجینئرنگ کا سلسلہ بند کیا جائے اور سیاسی اختلاف رائے پر عائد پابندیاں اٹھائی جائیں۔ اسی طرح ریاست کو اس علاقے سے تمام بارودی سرنگیں ختم کے لیے فوری اقدامات کرنا ہوں گے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت حال ہی میں طالبان کی جاری کردہ 'قتل فہرست' کی تحقیقات کرے اور اُس سے متعلق تمام افراد کو سکیورٹی فراہم کرے۔

افغانستان میں پُرتشدد صورتحال مہاجرین کی بہت بڑی تعداد کی ہجرت کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر ایچ آر سی پی حکومت کو یاددہانی کرانا چاہتا ہے کہ ملک کی سرحدوں کے اندر مقیم تمام افراد کی آزادی اور سلامتی کے حق کی ضمانت اس کا اخلاقی فریضہ ہے۔ پاکستان کو مہاجرین کی حیثیت سے متعلق جنیوا کنونشن 1951 پر دستخط بھی کرنے چاہئیں اور ان تمام افراد کے حقوق کی حفاظت کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے جو پناہ کی درخواست دیں۔ شدت پسندی کے امکان میں اضافے کو مدنظر رکھتے ہوئے، ریاست کو چاہیے کہ وہ شہریوں کو نیشنل ایکشن پلان کے نفاذ کے صورتحال کے بارے میں بھی آگاہ کرے۔

حکومت کے جابرانہ طرزِعمل میں اضافے کی وجہ سے ریاست اور سول سوسائٹی کے درمیان اتفاقِ رائے کی فضا سکڑ رہی ہے۔ ایچ آر سی پی کو گذشتہ تین برسوں کے دوران ملک کے وفاقی ڈھانچے پر پڑنے والے شدید دباؤ پر بھی پریشانی ہے۔ طالبعلموں کے سیکولر تعلیم کے حق کو مدنظر رکھتے ہوئے، کسی صوبے کو بہت زیادہ تنقید کا نشانہ بننے والے یکساں قومی نصاب اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

پارلیمانی کارروائیاں خفیہ انداز سے نہیں ہونی چاہییں۔ عوام کو ایوان میں ہونے والی بحث اور فیصلہ سازی جاننے کا حق ہے۔ بالکل اِسی طرح، ایچ آر سی پی عدلیہ کی آزادی کی مخدوش حالت، سندھ اور کے پی میں جرگے کے بدستور اطلاق، اور قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی غیر فعال حالت بھی فکرمند ہے۔

ایچ آر سی پی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ویکسینیشن مہم میں تیزی لائے اور یقینی بنائے کہ ایسے افراد سماجی تحفظ کی اسکیموں سے مستفیض ہونے سے محروم نہ رہ جائیں جن کے پاس شہریت کی دستاویزات نہیں اور اُن لاکھوں بیضابطہ کنٹریکٹ ملازمین کو بھی ان اُسکیموں میں شامل کیا جائے جو روزگار کے لیے کے اپنی نقل و حرکت کی آزادی پر منحصر ہیں۔

لاہور، 27 اگست۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کو یہ جان کر شدید دکھ ہوا ہے کہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں حکومت کان کنوں کی سلامتی کے حق کو مسلسل نظرانداز کر رہی ہے۔ 24 اگست کو مرواڑ، بلوچستان میں تین کان کنوں کا قتل سال 2021 میں پیش آنے والا کم از کم ایسا دوسرا واقعہ ہے۔ اِس سال جنوری میں، مچھ میں، 11 کان کن مسلح جنگجوؤں کے ہاتھوں اغواء ہو کر گولیوں کا نشانہ بن کے ہلاک ہو گئے تھے۔ اِس کے علاوہ، اپریل میں شانگلہ، خیبر پختونخوا میں 16 کان کنوں کی باقیات کی بازیابی جنہیں ایک عشرہ قبل اغوا کر کے قتل کیا گیا تھا، ایک تلخ یاددہانی ہے کہ کان کنوں کی زندگیاں عرصہ دراز سے غیر اہم سمجھی جا رہی ہیں۔ انہیں نہ صرف کام کے خطرناک حالات میں کام کرنے پر مجبور ہیں بلکہ دوردراز واقع کانوں کے علاقہ جات جہاں جنگجو گروپ اکثر کانوں کے مالکان سے بھتہ وصول کرتے ہیں، میں امن عامہ کی مخدوش صورتحال کے نتیجے میں سنگین خطرات سے بھی دوچار ہیں۔

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اطلاعات کے مطابق، سیکیورٹی ایجنسیوں نے پیداوار پر غیر سرکاری سیکیورٹی محصول عائد کر رکھا ہے جسے کانوں کے مالکان بھتہ قرار دیتے ہیں مگر پھر بھی وہاں سیکیورٹی کی فراہمی جو کہ بطورِ سرکاری ملازم اُن کا بنیادی کام ہے، میں ناکام ہیں۔ ایچ آر سی پی نے مرواڑ واقعے کی فوری تحقیقات اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اِن حالات کے پیشِ نظر، ریاست کو چاہیے کہ وہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں کان کنوں کو کام کے محفوظ مقامات فراہم کرے اور اُن مقتولین کے خاندانوں کو معاوضہ دے جو فرقہ وارایت یا جنگجوئی کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

پسے ہوئے موسمی مزدوروں کے لیے شہریتی دستاویزات کی شرائط وضوابط میں نرمی برتی جائے

1 اکتوبر 2021۔ شہریتی دستاویزات پر خانہ بدوش مزدوروں کے حق کے موضوع پر آج پالیسی سازی سے متعلق ایک مشاورت میں، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے کراچی اور اس کے گردونواح میں کام کرنے والے موسمی مزدوروں کو شہریت کے حصول میں درپیش مشکلات سے متعلق ایک تحقیق کے بنیادی نتائج پیش کیے ہیں۔ تحقیق سے ظاہر ہوا ہے کہ ایسی برادریوں کی عورتوں کو اکثر یہ حق دینے سے انکار کیا جاتا ہے کیونکہ اُن کے لیے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈز (سی این آئی سیز) اہم تصور نہیں کیے جاتے جو کہ حقیقت میں دیگر خودمختاری کا اہم ذریعہ ہیں۔ وہ بچے زیادہ غیر محفوظ ہوتے ہیں جن کی ولدیت معلوم نہیں: اُن کی پیدائش کے اندراج کا کوئی بندوبست نہیں جس کی وجہ سے وہ تشدد، اسمگلنگ اور چائلڈ لیبر کے نشانے پر رہتے ہیں۔ جن خانہ بدوش مزدوروں کا سروے کیا گیا اُن میں سے بیشتر نے کہا کہ شہریتی دستاویزات نہ رکھنے کی وجہ سے وہ کووِڈ 19 بحران کے دوران امداد کے حصول سے محروم رہے۔

تحقیق نے دیگر اقدامات کے علاوہ، یہ سفارش بھی پیش کی ہے کہ موسمی مزدوروں کی سی این آئی سی تک رسائی آسان بنانے کے لیے موبائل یونٹوں کی پہنچ کو وسعت دی جائے اور لیڈی ہیلتھ ورکرز اور پولیو ورکرز کو بھی اس عمل میں شامل کیا جائے۔ اس کے علاوہ، اگر اس غیر محفوظ گروپ کو سماجی تحفظ کی اسکیموں سمیت شہریت کے فوائد تک رسائی دینا مقصود ہے تو پھر دستاویز سے متعلق شرائط میں نرمی کرنا ہوگی۔

ضمیمہ 3

اپنی سلامتی کو درپیش خطرات کے باعث ملک چھوڑنے والے لوگوں کے لیے سرحدیں بند نہیں ہونی چاہئیں

15 اکتوبر 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) اور ساؤتھ ایشیا پارٹنرشپ۔ پاکستان (سیپ-پی کے) کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ایک گول میز کانفرنس میں مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ افغانستان جہاں انتہائی دائیں بازو کے جنگجو گروپ کے اقتدار میں آنے کے بعد سے انسانی حقوق کی اطلاعات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے، وہاں طالبان کی حکومت سے فرار ہونے والے افغان مہاجرین کی مدد کے لیے، ترجیحی عمل کے طور پر، ایک باربط پالیسی تشکیل دے۔

سیپ-پی کے ایگزیکٹوڈائریکٹر محمد تحسین نے کہا کہ اس قسم کی پالیسی کی عدم موجودگی کا مطلب ہے کہ سرحد پار کر کے پناہ کے لیے پاکستان آنے یا دیگر ممالک میں ویزہ کے حصول جیسے معاملات میں قدرے مستحکم حالات والے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ غریب اور پسماندہ لوگوں کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن حنا جیلانی نے کہا کہ افغانستان میں ہونے والی پیش رفتیں پاکستان کی سول سوسائٹی پر شدید اثرات مرتب کر رہی ہیں اور یہ کہ اس معاملے پر 'خفیہ بریفنگز" ناقابل قبول ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بلاشبہ افغانستان کا اقتدارِاعلیٰ قابل احترام ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ پاکستان کی سول سوسائٹی کو افغانستان میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف بولنے نہ دیا جائے۔

سابق سینیٹر اور ایچ آر سی پی کے کونسل رکن فرحت اللہ بابر نے افغان پناہ گزینوں کے حوالے سے انسانی حقوق پر مبنی پالیسی کی تشکیل پر زور دیا۔ نہ صرف کل اراکین کی پارلیمانی کمیٹی کو اسے آگے لے کر چلنے کی ضرورت ہے بلکہ اس طرح کی پالیسی کی تشکیل میں سول سوسائٹی کو بھی شامل کیا جائے۔ پاکستان میں افغان پناہ گزینوں اور افغان شہریوں کے بندوبست کے لیے قومی پالیسی تشکیل دینے سے متعلق کابینہ کے 2017 کے فیصلے کو بحال کیا جانا چاہیے۔

سابق سینیٹر اور ایچ آر سی پی کے چیئرپرسن افراسیاب خٹک نے کہا کہ خود افغان پناہ گزینوں کو سننا بہت ضروری ہے۔ دستاویزات سازی کا مشکل عمل اور سرحد پر حکام کی طرف سے پناہ گزینوں سے رشوت لیے جانے کی اطلاعات پریشانی کا سبب ہیں۔ ان کا کہنا تھا، یہ ضروری ہے کہ پاکستان 1951 کے پناہ گزین کنونشن اور اس کے 1967 پروٹوکول کو تسلیم کرے اور ان ذمہ داریوں کے پیش نظر ملکی قانون سازی کرے۔

لاہور کے 'نظرانداز شہری': پکھی واس برادری کی سی این آئی سی تک رسائی

10 نومبر 2021۔ آج منعقد ہونے والی ایک پالیسی مشاورت میں، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے ایک تحقیق کے کلیدی نتائج پیش کیے جس میں لاہور اور گردونواح میں مقیم موسمی مزدوروں جن میں سے بیشتر خانہ بدوش یا پکھی واس برادری سے ہیں، کو شہریت کے حوالے سے درپیش مشکلات کا جائزہ لیا گیا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ پکھی واس برادری کی بہت بڑی تعداد کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈز (سی این آئی سیز) کے فوائد سے لاعلم تھی۔ وہ

اس حقیقت سے بھی بے خبر تھے کہ شہریتی دستاویزات کی بدولت وہ صحت عامہ کی سہولیات اور سماجی تحفظ کے منصوبوں جیسے کہ بینظیر انکم اسپورٹ پروگرام سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔

دیگر سفارشات پیش کرنے کے علاوہ، ایچ آر سی پی نے پکھی واس برادری کو سی این آئی سی کے لیے درخواست دینے کی ترغیب دینے کے لیے برادری کی سطح پر ایڈووکیسی اور ملکی مردم شماری میں خانہ بدوش برادری کی شمولیت کے لیے ہنگامی یونٹ کے قیام اور یوں جمع شدہ کوائف وزارت انسانی حقوق کو بھیجنے کی اہمیت اجاگر کی تاکہ اس برادری کو شہریتی عمل کا حصہ بنایا جا سکے۔

بلوچستان کی کوئلے کی کانوں کے محنت کشوں کو نظر انداز کرنے کا سلسلہ ترک کرنا ہوگا

19 نومبر 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کو یہ جان کر شدید تکلیف ہے کہ کوئلے کی کانوں کے کان کُن انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ پاکستان سنٹرل لیبر فیڈریشن کے مطابق، 2021 میں کانوں میں پیش آنے والے حادثات میں 176 کان کُن ہلاک جبکہ 180 زخمی ہوئے۔ اِس کے علاوہ، بلوچستان میں کان کُنوں کو غیر ریاستی عناصر کے اہدافی حملوں کا سامنا بھی رہتا ہے۔ ٹیم نے جن کانوں کا دورہ کیا وہاں سے ملنے والے حقائق سے معلوم ہوا کہ وہاں پر صحت کی سہولیات معمول کے بندوبست کی بجائے بہت کم نظر آئیں۔ اِس حقیقت کے پیشِ نظر کہ کوئلے کی کانوں کے شعبہ کو عالمی سطح پر ایک پُر خطر شعبے کا درجہ حاصل ہے، کانوں کے مالکان اور ٹھیکیداروں کو ہر ایک کان میں فعال ایمبولینس اور ہنگامی بنیادوں سے نپٹنے کے لیے صحت کے کارکنان کی دستیابی اور حفاظتی انتظامات کے اندرونی معائنوں کی باقاعدگی کو یقینی بنانا ہوگا۔ جہاں تک حفاظتی انتظامات پر نظر رکھنے کے لیے بیرونی معائنوں کا تعلق ہے تو یہ حقیقت بھی باعثِ تشویش ہے کہ صوبے میں چھ ہزار سے زائد کانوں کے معائنے کے لیے صرف 27 انسپکٹرز دستیاب ہیں۔

مشن کے عمومی نتائج سے معلوم ہوا ہے کہ کان کُنوں کی اکثریت ای او بی آئی یا سماجی تحفظ کے دیگر منصوبوں کے لیے رجسٹرڈ نہیں ہیں، اور اُن کی رجسٹریشن کی ذمہ داری اُن کے آجروں پر عائد ہوتی ہے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ وہ ملازمت کے فوائد یا پنشن کے مستحق نہیں جس کی بدولت وہ اُس وقت انتہائی غیر محفوظ حالت میں ہوں گے جب اُن میں کام کرنے کی سکت باقی نہیں رہے گی۔ یہ تحفظات بھی ہیں کہ بلوچستان میں ہلاکت اور ضرر کا معاوضہ کم ہے۔ بلوچستان میں یہ معاوضہ تین لاکھ روپے جبکہ دیگر صوبوں میں پانچ لاکھ روپے ہے۔

لیبر یونینوں کے کئی نمائندگان کا کہنا تھا کہ وہ کوئلے کی کانوں میں ٹھیکیداری نظام سے شدید ناخوش ہیں کیونکہ انہیں اپنے مزدوروں کی حفاظت و سلامتی کو یقینی بنانے میں بہت کم دلچسپی ہوتی ہے۔ اس کے بجائے وہ لاگت کی بچت میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ امر بھی پریشانی کا سبب ہے کہ کئی کانوں میں ٹھیکیدار خود لیبر یونین کے نمائندگان کے طور پر کام کر رہے ہوتے ہیں جس سے مفادات میں ممکنہ تصادم کی صورت حال کی عکاسی ہوتی ہے۔

ایچ آر سی پی نے یہ سفارش بھی کی ہے کہ کوئلے کی کانوں کے شعبہ کو صنعت کا درجہ دیا جائے اور مالکان اور ٹھیکیداروں کو اپنی کانیں مائنز ایکٹ 1923 اور بعدازاں ہونے والی ترامیم کی مطابقت میں چلانے کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ حکومت کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے حفاظت وصحت پر آئی ایل او کنونشن 176 کی توثیق و اطلاق بھی کرنا ہوگا۔ ہم ریاست سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ خاص طور پر کوئلے کی کانوں والے علاقوں اور عام طور پر پورے صوبے میں صحت، تعلیم اور ڈھانچے کی تعمیر پر وسائل صرف کرے۔

ایچ آر سی پی کی پٹیشن پر خضدار سے 43 گروی مزدوروں کی رہائی

20 نومبر 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی طرف سے دائر کی گئی پٹیشن کے بعد ضلع خضدار کے علاقہ اورناچ میں 43 گروی مزدوروں کو رہائی ملی ہے، جہاں وہ ایک مقامی زمیندار کے لیے بطورِ زرعی مزدور کر رہے تھے۔ ان مزدوروں کا تعلق حیدرآباد کی ہندو برادری سے ہے، جہاں اُن کے ایک رشتہ دار نے ایچ آر سی پی کے حیدرآباد دفتر میں اُن کی صورتحال کے متعلق شکایت درج کی تھی۔ اس کے بعد شکایت ایچ آر سی پی کے کوئٹہ دفتر کو بھیج دی گئی۔ بعدازاں، ایچ آر سی پی نے بلوچستان ہائی کورٹ میں ایک پٹیشن دائر کی، جہاں جسٹس ہاشم خان کاکڑ اور جسٹس نذیر احمد لانگو پر مشتمل ڈویژن بنچ نے خضدار کے ڈپٹی کمشنر کو حکم دیا کہ وہ مزدوروں کو بازیاب کرائیں اور انہیں حیدرآباد، سندھ واپس بھیجنے کا بندوبست کریں۔

کُھلا خط: افغان مہاجرین کی صورتِ حال نظرانداز نہیں کی جاسکتی

22 نومبر 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک میں افغان مہاجرین کی حالتِ زار کا مداوا کیا جائے جو جامع پالیسی یا قانون کے فقدان کے سبب یکسر نظرانداز ہو رہے ہیں۔

وزیرِاعظم کے اعلانیہ اعلانات کے برعکس، سرحد پار نقل و حرکت پر نئی اور بے جا پابندیوں کی بدولت افغان شہری بے یار و مددگار خوار ہو رہے ہیں۔ قواعد و پالیسی کا یہ مکمل فقدان غیر منصفانہ ہے اور اس سے حالیہ پُرخطر حالات میں توازن قائم ہونے کی بجائے دونوں ممالک کے درمیان تناؤ بڑھے گا۔ لہٰذا، ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ ریاست درج ذیل اقدامات کرے تاکہ موجودہ گھمبیر حالات کو کسی بڑے تباہ کن انسانی بحران میں تبدیل ہونے سے بچایا جاسکے:

انسانی حقوق پر مبنی شفاف پالیسی کی تشکیل

تاریخی طور پر، پارلیمان نے افغان مہاجرین کی صورتحال پر کبھی بھی گفتگو نہیں کی اور یوں یہ معاملہ فوج کی عملداری میں آ گیا جہاں پالیسیاں خفیہ طریقہ کار کے تحت ہی تشکیل پاتی رہی ہیں۔ بالکل اِسی طرح، اِس معاملے پر عوامی بحث مباحثے کو یکسر رد کیا گیا اور 'خفیہ بریفنگز' کا اہتمام ہوتا رہا جو ایچ آر سی پی کے خیال میں ناقابلِ قبول ہیں۔ پاکستان میں افغان مہاجرین اور شہریوں کے بندوبست پر قومی پالیسی اختیار کرنے کا کابینہ کا 2017 کا فیصلہ بحال کیا جائے، اور کُل اراکین پر مشتمل پارلیمانی کمیٹی کو سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ مشاورت کر کے اِس معاملے سے نبٹنے کے لیے کوئی

ایسی ٹھوس پالیسی وضع کرنی ہوگی جو انسانی حقوق اور جنگی جرائم کی مطابقت میں ہو۔ اِس پالیسی کو نافذ کرنے سے قبل پارلیمان میں بھی پیش کیا جائے تا کہ اس پر انتہائی ضروری بحث اور گفتگو ہو سکے۔

افغان نمائندگان اور مہاجرین کا مؤقف سُنا جائے

اِس بحران سے نبٹنے کے طریقہ کار کے بارے میں نچلی سطحوں خاص طور پر سرحد پر گشت کرنے والی فورسز اور پولیس میں ابہام پایا جاتا ہے۔ سرحد سے ملنے والی کئی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام مہاجرین سے بھتہ وصول کر رہے ہیں، بعض کو ترجیحی سلوک سے نواز رہے ہیں، داخلے سے انکار کر رہے اور یہاں تک کہ اُنہیں تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ مہاجرین کے خیموں میں حفظانِ صحت کا نظام ناقص ہے اور مہاجرین کو مقامی انتظامی حکام اور کمیونٹیوں کی ہراسانی اور نفرت انگیز سلوک کا سامنا ہے۔

میزبان کمیونٹیوں کے مفادات اور نقطہ نظر کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے مگر اِس طرح کے ناروا سلوک سے مہاجرین خاص طور پر بچوں پر ذہنی دباؤ اور تکلیف میں اضافہ ہوگا۔ غیر ضروری طور پر مشکل کاغذی کارروائی کی شرائط میں آسانی لائی جائے، اُن کے رہن سہن کے حالات کو پُر وقار بنایا جائے او اُنہیں مزید محفوظ اور شمولیتی ماحول فراہم کیا جائے۔ یہ صرف تب ہی ممکن ہوگا اگر ریاست افغان نمائندگان اور مہاجرین کے مؤقف کو یکسر رد کرنے کی بجائے اُن کے تحفظات کو سنجیدہ لے۔

پاکستان کو معاہدوں، پروٹوکولز اور اپنی ماضی کی نظیر کی پاسداری کرنی ہوگی

پاکستان کو مہاجرین کنونشن 1951 اور اُس کے پروٹوکول کی توثیق کرنی ہوگی اور اِن ذمہ داریوں کی روشنی میں قومی و مقامی قانون سازی کرنا ہوگی۔ مزید برآں، پاکستان کو افغان مہاجرین قبول کرنے کی اپنی ماضی کی نظیر کا لحاظ رکھنا ہوگا اور یو این ایچ سی آر، افغانستان اور پاکستان کے مابین سہ فریقی معاہدے کی تعمیل کرنی ہوگی جس کی رُو سے مہاجرین کی وطن واپسی صرف رضاکارانہ بنیادوں پر ہی ہونی چاہیے۔

مہاجرین کی نو آبادکاری کا عمل تیز کیا جائے

افغان شہریوں کو افغانستان میں رہتے ہوئے وزارتِ داخلہ اسلام آباد سے اجازت نامے یا کارڈ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے جو کہ حقیقی معنوں میں ناقابلِ عمل ہے۔ ایچ آر سی پی کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ مہاجرین کے سفر کو محفوظ بنانے اور پناہ کے طلب گاروں کو ویزوں کے فوری اجرا کے لیے درکار دستاویز سازی کے عمل میں تیزی لائی جائے۔ حکومت کو اِس معاملے پر یو این ایچ سی آر سے بھی مشاورت کرنی چاہیے تا کہ بغیر کسی تاخیر کے آسان اور مؤثر رجسٹریشن پالیسی شروع ہو سکے۔ اِس کے علاوہ، سول سوسائٹی اگر افغان مہاجرین کی مدد کرتی ہے تو اُس صورت میں ریاستی حکام اُنہیں ہراساں کرنے کی بجائے اُن کی حوصلہ افزائی کریں۔ سب سے آخر میں، حکومت کو تمام مہاجرین کو بحالیِ نو کے منصوبے تک بلا رکاوٹ رسائی کو یقینی بنانے کے لیے فوری اقدامات کرنے ہوں گے۔ مہاجرین صحت کی

نگہداشت، روزگار اور اُن کے بچوں کی تعلیم بھی اس منصوبے کا لازمی حصہ ہونی چاہیے۔

عالمی برادری کا حصہ ہونے کی حیثیت سے، پاکستان کی سول سوسائٹی افغانستان کے لوگوں کے بارے میں بجا طور پر فکرمند ہے اور سمجھتی ہے کہ انسانی حقوق کے معاملات کو اقتدارِ اعلیٰ کے تصورات پر فوقیت حاصل ہے۔ لہٰذا، ہم سرحد پر مہاجرین خاص طور پر عورت، بچوں، بیمار اور بزرگوں کے لیے کھڑی کی گئی رکاوٹوں اور اُنہیں سرحد پار کی اجازت دینے سے انکار کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ وہ اِس مشکل گھڑی میں ہماری مدد اور ہمدردی کے طلب گار ہیں۔

سماجی اور معاشی حقوق

آر یو ڈی پی: کاروبار کے لیے نعمت، کسانوں کے لیے مصیبت؟

7 اپریل 2021۔ حال ہی میں جاری ہونے والی اپنی ایک فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے راوی ریورفرنٹ اَربن ڈیویلپمنٹ پراجیکٹ (آر یو ڈی پی) کے ماحول اور انسانی حقوق پر پڑنے والے منفی اثرات پر شدید تشویش ظاہر کی ہے۔

ماحولیاتی کارکنوں اور ماہرین سمیت سول سوسائٹی کے ساتھ ہونے والی مشاورتوں اور پراجیکٹ کے نتیجے میں زرعی زمینوں سے محروم ہونے والے دیہاتوں کے دوروں کے بعد، ایچ آر سی پی اِس نتیجے پر پہنچا ہے کہ حکومت؟ پنجاب کے دعووں کے برعکس، آر یو ڈی پی ضرورت مند گھرانوں کو نہ تو سستی رہائش فراہم کرے گا اور نہ ہی اس سے مقامی ماحول کو تحفظ مل سکے گا۔ درحقیقت، پراجیکٹ کے نتیجے میں سینکڑوں غریب کسان اور اُن کے خاندان بے گھر ہو جائیں گے جن کے گزر بسر کا واحد سہارا زرعی پیداوار ہے۔ اس پراجیکٹ کی نوعیت مشکوک ہے اور اُس پر ہونے والی فیصلہ سازی میں صرف بالائی سطح کے حکومتی عناصر کی منشاء شامل ہے، لہٰذا سول سوسائٹی اور ماحولیاتی ماہرین نے اُسے بجا طور پر ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

مزید برآں، پراجیکٹ کا ماحولیاتی اثرات کا جائزہ (ای آئی اے) کئی وجوہات کی بناء پر نقائص کا حامل ہے۔ اِن نقائص میں سے متعلقہ فریقین کے ساتھ مؤثر مشاورت کا فقدان، شور اور آبی وفضائی آلودگی کی سطحوں پر قابو پانے کے مبہم عزائم، اور پانی کے ذخائر کو صاف کرنے کے سستے متبادل ذرائع پر توجہ کی کمی نمایاں ہیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ راوی اَربن ڈیویلپمنٹ اتھارٹی نے پراجیکٹ کے نتیجے میں مقامی کسانوں کو ہونے والے نقصانات کو مکمل طور پر پس پشت ڈالا اور اُن کی نو آبادکاری اور اُنہیں متبادل ذریعہ معاش دینے کے لیے کوئی پائیدار حل پیش کرنے میں ناکام رہی۔ منصوبے میں مقامی لوگوں کی شمولیت کو یقینی بنانے کے بجائے، حکومت کسانوں کو بزورِ طاقت اپنی زمینیں فروخت کرنے پر مجبور کر رہی ہے، اور اُس مقصد کے لیے فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن کو ترقیاتی کام میں شامل کیا گیا ہے اور لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لیے پولیس کو آلے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور اُن تحفظات کو ذرائع ابلاغ کی مناسب توجہ بھی نہیں مل پا رہی۔

ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ اراضی کے مالکان سمیت تمام متعلقہ فریقین کے ساتھ مشاورت ہونے اور معاوضے کے معاملات کے تسلی بخش تصفیے تک، متاثرہ علاقے میں اراضی کے حصول سمیت تمام ترقیاتی کام روکا جائے۔ سب سے اہم یہ کہ اراضی پر زبردستی قبضے کا کوئی واقعہ پیش نہ آئے اور اراضی خریدنے کے لیے کسی قسم کا دباؤ استعمال نہ کیا جائے۔

انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی رحلت سے ہونے والا خسارہ

وہ عزم و ہمت کا پیکر تھیں' ایچ آر سی پی کا عاصمہ جہانگیر کو خراجِ تحسین

11 فروری 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) میں منعقد ہونے والے ایک ریفرنس میں، انسانی حقوق کے کارکنان نے ایچ آر سی پی کی شریک بانی اور انسانی حقوق کی ممتاز دفاع کار عاصمہ جہانگیر کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

نامور صحافی اور سابق سیکرٹری جنرل آئی اے رحمان نے کہا کہ محترمہ جہانگیر 'جرآت کا عملی مظہر' تھیں۔ وہ بااصول فعل یا مؤقف کے ممکنہ نتائج سے کبھی نہیں گھبرائیں۔ محترم رحمان نے یاد کرتے ہوئے کہا کہ جب سول سوسائٹی کے کچھ حلقوں نے 1999 میں پرویز مشرف کے بظاہر لبرل فوجی نظام کو انسانی حقوق کے لیے ''امید کا دریچہ'' قرار دیا تو محترمہ جہانگیر نے بلا تامل کہا، ''مگر ہمیں اس دریچے سے بلا سوچے سمجھے چھلانگ لگانے کی ضرورت نہیں''۔

محنت کشوں کے حقوق کے کارکن فاروق طارق نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر انتہائی قلیل وقت کے نوٹس پر بھی، مزدوروں کے حقوق کے لیے ہونے والے مظاہروں میں شرکت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی تھیں اور انہوں نے اوکاڑہ میں فوج کے زیرِ ملکیت زرعی کھیتوں میں انجمن مزارعین پنجاب کو منظّم و متحرک کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ سول سوسائٹی کے کارکن محمد تحسین کا کہنا تھا کہ ان کی موت سے ہونے والے خسارے پر سر جوڑ کر بیٹھنے کی بجائے ان کے مشن کو آگے بڑھانا زیادہ ضروری ہے۔ عالیہ ملک ایڈووکیٹ جنہوں نے اے جی ایچ ایس میں محترمہ عاصمہ کے ساتھ پچیس برس تک کام کیا، کا کہنا تھا کہ عاصمہ جہانگیر نے اپنے جونیئر ساتھیوں کو ہمیشہ ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ اگر عدالتیں انہیں سننے سے انکار کرتیں تو محترمہ جہانگیر کہتیں کہ انہیں زیادہ مضبوط شواہد کے ساتھ واپس پلٹنا ہوگا اور عدالتوں سے پوچھنا ہوگا کہ انہیں کس بنیاد پر سننے سے انکار کیا گیا تھا۔

سابق چیئرپرسن ڈاکٹر مہدی حسن نے ایک دلخراش واقعے کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ جب عدالت عالیہ لاہور کے باہر توہینِ رسالت کے ملزم ایک مسیحی شخص کو گولیاں مار کر قتل کیا گیا تو مقتول کے آخری الفاظ تھے: 'جو کچھ ہوا ہے عاصمہ جہانگیر کے علم میں لایا جائے۔' بلاشبہ ان کا نام انسانی حقوق کا عملی مظہر تھا، جن کے لیے انہوں نے عمر بھر جدوجہد کی۔ چیئرپرسن حنا جیلانی نے ماضی کے جھرونکوں میں جھانکتے ہوئے کہا کہ عاصمہ جہانگیر 'باعمل' شخصیت تھیں۔ انسانی حقوق کے لیے کمیشن کے قیام کا تصور مرحوم اقبال حیدر نے پیش کیا تھا، مگر یہ عاصمہ جہانگیر ہی تھیں جنہوں نے اسے ممکن بنایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ عاصمہ جہانگیر نے جس کام کا بیڑہ اٹھایا اسے آگے بڑھانے کی ذمہ داری اب پاکستان بھر

ضمیمہ 3

کے کارکنان پر عائد ہوتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب ہماری زبان بندی کی جا رہی ہے اور ہم سے انسانی حقوق کی پامالیوں کے خلاف متحرک ہونے کا حق چھینا جا رہا ہے، اور اس جدوجہد میں ہم اپنے بہت سے دوست اور ساتھی کھو چکے ہیں، مگر انسانی حقوق کے دفاع کار کی حیثیت سے، ہم وسوسوں میں پڑنے یا گھبراہٹ کا شکار ہونے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

کامران عارف: ایچ آر سی پی کے ساتھ چٹان کی طرح کھڑے رہے

3 اپریل 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کو اپنے خیبر پختونخوا چیپٹر کے وائس چیئر کامران عارف کی بے وقت موت کا شدید دکھ ہے۔ ایک سینئیر وکیل اور عالمی سطح پر انسانی حقوق کے نامور دفاع کار، محترم عارف تقریباً تیس برسوں سے ایچ آر سی پی کے ساتھ وابستہ تھے جس دوران انہوں نے کے پی، گلگت اور بلوچستان میں اعلیٰ سطح کے فیکٹ فائنڈنگ مشنوں کی قیادت کی، انسانی حقوق کے متعدد کارکنان کو انسانی حقوق کے عالمی قانون کی تربیت دی، اور حراستی تشدد اور سزائے موت کی شدید مخالفت کی۔

2011 سے 2017 تک ایچ آر سی پی کے شریک چیئر، محترم عارف انسانی حقوق، خاص طور پر اظہار، مذہب اور عقیدے کی آزادی کے لیے مسلسل آواز بلند کرتے رہے، خاص کر فوجداری نظام انصاف کے تناظر میں۔ انہوں نے سابق فاٹا کو منصفانہ اور مؤثر طریقے سے خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کی ضرورت کو کئی بار اجاگر کیا، مگر جیسا کہ ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا ہے، ''کامران عارف محض نعرے بازی کے بجائے عملی کام پر یقین رکھنے والی شخصیت تھے۔ ان کی موت ایچ آر سی پی کے لیے ناقابل تلافی خسارہ ہے۔'' ساؤتھ ایشین فار ہیومن رائٹس کے سابق بیورو ممبر، محترم عارف ہندوستان و پاکستان کے مابین پائیدار امن کے شدید خواہاں تھے۔

کل ایک آن لائن میموریل کے موقع پر، ایچ آر سی پی کے اراکین، سٹاف، اور حمایتیوں نے محترم عارف کی فراست، مزاح اور علمیت؛ تصویر کشی کے لیے ان کی تیز چشم؛ تاریخ و سفر کے لیے ان کے جذبے؛ سب سے بڑھ کر انسانی حقوق اور جمہوریت کے لیے ان کے پختہ عزم کو یاد کیا۔ انسانی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد میں، ایچ آر سی پی کو ان سے بڑی حمایت شاید کبھی نصیب نہ ہو سکے۔

آئی اے رحمان: انسانی حقوق کا پیکر

12 اپریل 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) آج اپنے اعزازی ترجمان اور سابق سیکرٹری جنرل آئی اے رحمان کی وفات پر ناقابلِ بیان صدمے سے دوچار ہے۔

محترم رحمان 1990 سے 2008 تک ایچ آر سی پی کے ڈائریکٹر جبکہ 2008 سے 2016 تک منتخب سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وہ پاکستان-ہندوستان فورم برائے امن و جمہوریت کے شریک بانی، ساؤتھ ایشینز فار ہیومن رائٹس (ایس اے ایچ آر) کے بیورو رکن، اور ساؤتھ ایشین فورم فار ہیومن رائٹس (ایس اے

ایف ایچ آر) کے سابق چیئر پرسن تھے۔ حال ہی میں، وہ ایذا رسانی و دہشتگر دی پر اذیت رسانی کے خلاف عالمی ادارے (اوایم سی ٹی) کے قائم شدہ ورکنگ گروپ کے رکن اور پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے عوامی کمیشن کے سر پرست اعلیٰ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ 2003 میں انہیں نیورمبرگ سٹیز انٹرنیشنل ہیومن رائٹس ایوارڈ جبکہ 2004 میں میگسے سے ایوارڈ فار پیس سے نوازا گیا۔

انسانی حقوق کے پیکر، محترم رحمان صاحب پروقار، باضمیر اور نہایت شفیق انسان تھے۔ وہ ان چند لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے 1971 میں بنگلہ دیش (تب مشرقی پاکستان) میں فوجی کاروائی کی مخالفت کی تھی اور جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت کے دوران، ٹریڈ یونین سرگرمیوں اور شہری آزادیوں میں اپنے خیالات و کام کی بدولت قید و بند کی صعوبتوں اور ملازمت سے برخاستگی جیسے مصائب سے دوچار ہوئے۔

70 برسوں پر محیط صحافتی زندگی کے دوران، وہ فلم، ادب، سیاست اور انسانی حقوق جیسے موضوعات پر قلم نگاری کرتے رہے۔ ان کے آخری مضمون تک، ان کی تحاریر دانش، مزاح اور توانائی سے بھر پور تھیں۔ جبری گمشدگیوں کی مخالفت، سزائے موت اور جبری مشقت، یا عورتوں، بچوں، اور مذہبی و لسانی اقلیتوں کے حقوق کے لیے غیر متزلزل حمایت کے حوالے سے پاکستان میں شاید ہی کوئی اُن کے ہم پلّہ ہو۔

ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی نے کہا ہے: 'آئی اے رحمان نے مقتدر حلقوں کے سامنے حق کی آواز بلند کرنے کی جو میراث اپنے پیچھے چھوڑی ہے اس نہ صرف عوام کے دلوں میں انسانی حقوق، جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کے احترام کی قدر پیدا ہوئی ہے بلکہ جن عناصر کو اُنہوں نے تنقید کا ہدف بنایا ان پر بھی یہ باور ہوا کہ ان کا کردار سماج کے انتہائی پسے ہوئے طبقوں کے لیے کس حد تک نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔' سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ آئی اے رحمان جیسے عوامی دانشور کا متبادل پانا ناممکن ہے۔ وہ بے آوازوں کی آواز بنے اور ستم زدوں کے لیے اُمید کی کرن ثابت ہوئے۔ اُن کی انسانی اقدار، سیاسی بصیرت، وسیع علم اور دانش ایسے تمام افراد کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنی جنھیں اُن کے ساتھ کام کرنے کا موقع نصیب ہوا، خاص طور پاکستان اور عام طور پر پورے جنوبی ایشیا میں۔

ایچ آر سی پی کونسل رکن اور محنت کشوں کے حقوق کے کارکن زمان خان وفات پا گئے ہیں

22 اکتوبر 2022۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) ادارے کی موجودہ انتظامی کونسل کے سینئر رکن زمان خان کی وفات پر شدید غمزدہ ہے جو آج فیصل آباد میں ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔ محترم خان ایچ آر سی پی کے بانیان میں شامل تھے اور ادارے کی پہلی کونسل کے رکن تھے۔ بعدازاں، وہ لگ بھگ دو عشروں تک ایچ آر سی پی کے مرکز شکایات کے سربراہ رہے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے متاثرین کو قانونی امداد اور حفاظتی خدمات تک رسائی دینے میں مدد دیتے رہے۔

اپنے زمانہ طالبعلمی سے انسانی حقوق کے پُرعزم دفاع کار ہونے کے ساتھ ساتھ محترم خان ٹریڈ یونین رہنما، سیاسی ضمیمہ 3

کارکن اور دانشور بھی تھے۔ محنت کشوں کے حقوق سے دِلی لگاؤ کی وجہ سے وہ طویل عرصہ تک مزدور کسان پارٹی کے ساتھ وابستہ رہے، جس دوران اُنہوں نے محنت کشوں کی تحریک اور اُس تحریک کے کئی قائدین کی جدوجہد کو بڑے منفرد انداز میں قلمبند کیا۔

پاکستان-انڈیا پیپلز فورم فار پیس اینڈ ڈیموکریسی اور ساؤتھ ایشینز فار ہیومن رائٹس کے بانی رکن کی حیثیت سے وہ ہندوستان اور پاکستان کے مابین پر امن تعلقات کے حامی رہے۔ وہ ایک ممتاز مصنف اور صحافی بھی تھے جنہوں نے دی مسلم اور فرنٹیئر پوسٹ کے بیورو چیف کی حیثیت سے کام کیا اور سزائے موت سے لے کر پنجابی لوک داستانیں اور ادبی تحریریں رقم کیں۔

زمان خان کو ایچ آر سی پی میں اُن کے ساتھی اور دوست اور پورے جنوبی ایشیا کے ترقی پسند حلقے ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔

عالمی امن اور انسانی حقوق

کابل میں قتل و غارت گری قابلِ مذمت ہے

10 مئی، 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے ہفتے کو کابل میں لڑکیوں کے اسکول پر ہونے والے بہیمانہ حملے کی شدید مذمت کی ہے۔ حملے میں 60 سے زائد افراد ہلاک ہوئے جن میں زیادہ تعداد کمسن طالبات کی تھی۔ اِس واقعے نے 2014 میں پاکستان کے شہر پشاور میں آرمی پبلک اسکول میں مچائی جانے والی وحشتناک غارت گری کی یاد تازہ کر دی ہے۔ مزید برآں، افغانستان میں عورتوں پر ہونے والے حالیہ حملوں کے تناظر میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اِس وقوعے نے وہاں عورتوں کو لاحق مستقل خطرات کی نشاندہی کی ہے۔ جنوری میں، دو نامعلوم مسلح حملہ آوروں نے دو خواتین ججز کو قتل کر دیا تھا۔ مارچ میں، جلال آباد میں ایک مقامی ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کے لیے کام کرنے والی دو عورتوں کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔

یہ اَمر باعثِ تشویش ہے کہ اِس خطے میں طویل مسلح تصادم میں مرنے اور زخمی ہونے والے شہریوں کی تعداد گھٹنے کی بجائے بڑھ رہی ہے، اور یہ سب کچھ تمام جنگی قوانین کی خلاف ورزی میں ہو رہا ہے۔ ایچ آر سی پی کا تصادم سے جڑے تمام متعلقہ فریقین سے مطالبہ ہے کہ وہ فوری طور پر جنگ بندی کا اعلان کریں اور سیاسی اختلافات کو حل کرنے کے لیے مذاکراتی عمل کا حصّہ بنیں۔ عالمی اداروں پر بھی خطے میں انسانی حقوق کی صورتحال پر نظر رکھنے اور مسئلے کے پر امن حل کے لیے شفاف اور سرگرم کردار ادا کرنے کا فریضہ عائد ہے۔

ہم متاثرین کے اہلِ خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

عالمی برادری کو اسرائیل کے خلاف قانونی کاروائی کے لیے متحرک ہونے کی ضرورت ہے

18 مئی، 2021۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے کہا ہے کہ غزہ کے عوام پر اسرائیل کے

ظالمانہ حملے عالمی قانون اور انسانی حقوق کے عالمی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں۔ محض گذشتہ ہفتے کے دوران، 60 بچوں سمیت 200 سے زائد افراد مارے جا چکے ہیں۔

اسرائیل کا نہ صرف عام شہریوں، بلکہ بچوں، صحت کے کارکنان اور ذرائع ابلاغ کو نشانہ بنانا اِس تشویشناک حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسے قانونی کاروائی سے استثنیٰ حاصل ہے۔ عالمی برادری اس افسوسناک حقیقت کو مسلسل نظرانداز کر کے نقصان سے دوچار ہو سکتی ہے۔ طاقت کے شدید عدمِ توازن، عشروں پر محیط سامراجی آبادکاری اور ستم زدہ عوام کے خلاف ریاستی اعانت سے ہونے والے جرائم کی موجودگی میں صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ریاست کو اپنے 'دفاع' کا حق حاصل ہے۔ ایچ آر سی پی غزہ کے عوام کے ساتھ کھڑا ہے اور اقوامِ عالم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے ان اصولوں کی حفاظت کے لیے عزم کا مظاہرہ کریں جن کی ترجمانی کا وہ دعویٰ کرتی ہیں۔

1986 میں تشکیل پانے اور 1987 میں رجسٹر ہونے والا پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) ملک میں انسانی حقوق کا نامور خودمختار ادارہ ہے۔ رکنیت کے اصول پر مبنی ادارہ، ایچ آر سی پی ملک کے تمام شہریوں اور باشندوں کے ہر قسم کے حقوق — شہری، سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق — کے تحفظ کے لیے کوشاں ہے۔ ایچ آر سی پی دستورِ پاکستان میں دی گئی بنیادی آزادیوں اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدات جن میں سے بعض کا پاکستان فریق ہے، میں دیا گیا طریقہ کار بروئے کار لاتا ہے۔

2020–2023 کے عرصہ کے لیے ایچ آر سی پی کے درج ذیل عہدیداران ہیں: حنا جیلانی (چیئرپرسن)، اسد اقبال بٹ (شریک چیئرپرسن)، حسین نقی (خزانچی)، حبیب طاہر (وائس چیئر، بلوچستان)، اکبر خان (وائس چیئر، خیبر پختونخوا)، راجہ اشرف (وائس چیئر، پنجاب)، اور قاضی خضر (وائس چیئر سندھ)۔

ایچ آر سی پی سیکریٹریٹ کی نمائندگی سیکرٹری جنرل حارث خلیق کرتے ہیں۔ ادارے کے روزمرہ کے امور کی نگرانی ڈائریکٹر فرح ضیاء کرتی ہیں۔ ملک بھر میں انسانی حقوق کے دفاع کار ایچ آر سی پی کے کام کی اعانت کرتے ہیں۔

ہیڈ آفس / پنجاب چیپٹر
ایوان جمہور۔ 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600
فون : +92 42 3586 4994, 3583 8341, 3586 5969
فیکس : +92 42 3588 3582
ای۔میل : hrcp@hrcp-web.org
ویب سائیٹ : www.hrcp-web.org
موبائل (شکایات سیل) : +92 333 200 6800 / 321 341 4884
ای میل: complaints@hrcp-web.org

اسلام آباد آفس / مرکز برائے فروغ جمہوریت
آفس B-1، فلور 2، بلاک ڈی-12، جی 8، مرکز، اسلام آباد
فون : +92 51 835 1127
موبائل (شکایات سیل) : +92 333 561 6190 / 349 900 0824
ای میل : islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ ریجنل آفس
فلیٹ نمبر C-6، کبیر بلڈنگ
ایم۔ اے جناح روڈ، کوئٹہ
فون : +92 81 282 7869، فیکس : +92 81 282 0117
شکایات سیل (موبائل) +92 306 294 6125
ای میل : quetta@hrcp-web.org

تربت / مکران ریجنل آفس
پرواز ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
پسنی روڈ، تربت، کیچ
فون : +92 852 413 365
موبائل: +92 323 234 2406
ای میل : turbat@hrcp-web.org

ملتان ریجنل آفس
مکان نمبر A-24، ابدالی کالونی
گلی مسجد مینا والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
فون : +92 61 451 7217
شکایات سیل (موبائل) : +92 331 665 5529
ای میل : multan@hrcp-web.org

کراچی ریجنل آفس
یونٹ نمبر 08، فلور 1
سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (الاکو ہاؤس)
عبداللہ ہارون روڈ
صدر، کراچی۔ 74400
فون : +92 21 3563 7131, 3563 7132
فیکس: 92 21 3563 7133
(شکایات سیل) : +92 315 111 6287
ای میل : karachi@hrcp-web.org

حیدرآباد ریجنل آفس
306-فائزہ آرکیڈ
(لوفٹ اینڈ میزانائن فلور)
نزد مسجد حاجی شاہ بخاری درگاہ
صدر کنٹونمنٹ، حیدرآباد
فون : +92 22 278 3688, 720 770
فیکس : +92 22 278 4645
موبائل (شکایات سیل) : +92 310 339 2222
ای میل : hyderabad@hrcp-web.org

پشاور ریجنل آفس
اعظم چشتی روڈ شیرزئی کالونی
گلی-1، پیپل سٹاپ، ریلوے لائن
پواکا، پشاور
فون : +92 91 584 4253
فیکس : +92 91 585 3318
شکایات سیل (موبائل) : +92 331 935 2097
ای میل : peshawar@hrcp-web.org

گلگت۔ بلتستان ریجنل آفس
آفس نمبر 8-9، رانگ نیل پلازہ
جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد کالونی
جتیال، گلگت
موبائل (شکایات سیل) : +92 355 454 1088
ای میل : gilgit@hrcp-web.org